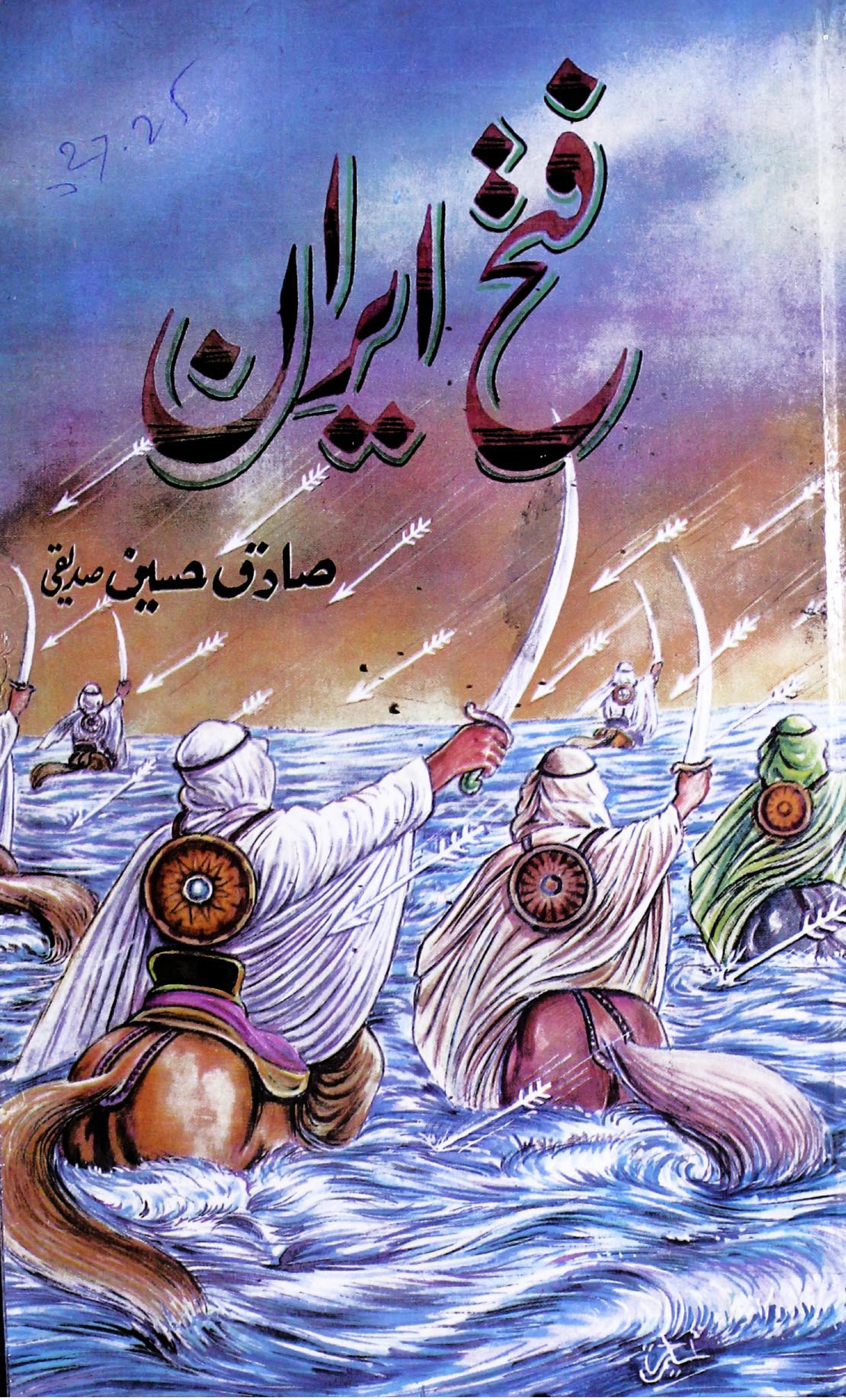

Marfat.com

Marfat.com

حیرت انگیز و دلچسپ سنسنی خیز ناول

فتح ایران

محمد صادق حسین صاحب صدیقی سردھنوی

مکتبہ القریشیہ ۔ قذافی مارکیٹ، اردو بازار ۔ لاہور

Marfat.com

98255

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ناشر : عبدالحفیظ قریشی
باہتمام : محمد علی قریشی
مطبع : نیر اسد پرنٹرز لاہور
سن اشاعت : 1995ء
تعداد : 600
قیمت : 75/-

مکتبہ القریش اردو بازار، لاہور

Marfat.com

فتح ایران

باب (۱)

انقلاب پسندوں کا اجلاس

خسرو۔ روزبہ۔ سودابہ اور مراجل کو ہمراہ لے کر تنگ اور غلیظ راستوں و گلیوں سے ہوتا ہوا ایک ایسے محلہ میں پہنچا۔ جہاں کے باشندے اوباشی اور آوارگی میں مشہور تھے۔ ایک وسیع مکان کے دروازہ پر رکے ان کے رکتے ہی دو آدمی ایک گلی کے اس کونہ سے اور دوسرا دوسرے کونہ سے دوڑتا ہوا آیا۔ گاڑیوں کو گاڑیوں کے اندر بیٹھنے والوں کو دیکھا۔

سب سے پہلے خسرو اترا۔ انہوں نے خسرو کو پہچان لیا۔ خسرو نے کہا سامان اتار کر اندر لے چلو۔ چپ چاپ انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور سامان اٹھا اٹھا کر مکان کے اندر لے جانے لگے۔ جب تمام سامان لیجایا جا چکا تو خسرو آگے اور اس کے پیچھے اور سب چلے۔ ایک آدمی گاڑیاں آگے بڑھا لے گیا۔ دوسرا ان دونوں کے ہمراہ چلا۔ یہ مکان باہر سے بدحیثیت معلوم ہوتا تھا ــــــ

روزبہ جو قصر میں رہنے کا عادی تھا۔ اس مکان کو دیکھ کر گھبرا گیا تھا۔ لیکن

Marfat.com

جب مکان کے اندر پہنچے تو حیران رہ گئے۔ نہایت اچھا اور دلکشا مکان تھا یہ سب ایک وسیع کمرہ میں جا بیٹھے۔ خسرو نے اس آدمی سے جو ساتھ آیا تھا۔ سامان قرینہ سے رکھوا کر اُسے کچھ ہدایت کی اور وہ چلا گیا۔ جب خسرو روزیہ کے پاس آیا تو روزیہ نے دریافت کیا کیا۔ سب انقلابی اسی مکان میں رہتے ہیں؟

خسرو نے جواب دیا نہیں انقلابیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے وہ ایک دو مکانوں میں نہیں رہ سکتے۔ اکثر انقلابی ایسے ہیں جن پر حکومت کو شبہ نہیں ہے۔

روزیہ۔ کیا انقلابیوں کی تعداد زیادہ بڑھ گئی ہے۔

خسرو۔ بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ جب اجلاس ہوگا۔ آپ دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی ہے۔ مراجل کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگی ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس وقت ہم سب آرام کریں اور صبح تبادلۂ خیالات کریں گے؛

روزیہ نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔ مجھے بھی نیند آرہی ہے سوداریہ کی آنکھوں میں خمار بھرا ہوا تھا۔ خسرو نے سب کو علیحدہ علیحدہ کمرے بتائے لیکن نیا مکان ہونے کی وجہ سے سب نے ایک ہی کمرہ میں سونا پسند کیا۔ سب الگ الگ صوفوں پر پڑ گئے۔ پڑتے ہی سو گئے۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے تو آفتاب بہت کچھ بلند ہو چکا تھا۔ سب نے اُٹھ اُٹھ کر ضروریات سے فراغت کی۔ ناشتہ کیا۔

خسرو نے کہا۔ آج میں مدائن سے باہر جاؤں گا۔ شاید تمام دن باہر رہوں مہربانی کرکے آپ اس مکان سے باہر نہ نکلیں۔

روزیہ نے کہا۔ کیا یہ مکان محفوظ ہے؟

خسرو۔ ہاں محفوظ ہے لیکن اگر کوئی کھٹکا آپ سمجھیں اور آپ کو چھپنے کی ضرورت پیش آتے تو دیکھئے یہ الماری ہے اس الماری میں یہ کنڈہ لگا ہے اس کنڈہ کو داہنی طرف کھینچ لیجئے۔ الماری سرک جائے گی۔ دروازہ نمودار ہوگا۔

Marfat.com

آپ دروازہ میں داخل ہو جاویں۔ سمجھ لیجئے سب طرف سے محفوظ ہو گئے

روزیہ نے اطمینان کرنے کے لیے کنڈہ کھینچا!

بغیر کسی آواز کے الماری سرک گئی۔ دروازہ نمودار ہوا۔ وہ سودایہ مراجل اور خسرو سب دروازہ میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرف بھی ایک کنڈہ تھا۔ اس کنڈہ کو کھینچ کر برابر کر دیا گیا۔ اور الماری اپنی جگہ پر آگئی۔

اس طرف دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کسی قدر اندھیر چھا گیا تھا۔ مگر ایسا نہیں جس سے کچھ نظر ہی نہ آئے۔ جب نظر ٹھہری۔ نگاہیں اندھیرے کی عادی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے گرد وپیش دیکھا۔ تو اپنے آپ کو ایک وسیع کمرہ میں کھڑے پایا۔

یہ کمرہ بھی نہایت خوبصورت تھا اور صاف بھی کئی صوفے اور مسہریاں پڑی تھیں دیوار سے لگی ہوئی۔ چند کرسیاں رکھی تھیں۔ یہ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ خسرو نے کہا۔ یہ جگہ ایسی ہے کہ یہاں چھپنے والوں کا کوئی کسی طرح بھی سراغ نہیں لگا سکتا۔

روزیہ نے کہا بے شک اس کمرہ کو دیکھکر ذرا اطمینان ہوا۔

خسرو اٹھا اور اس نے کہا۔ اگر آپ کسی خادم کو بلانا چاہیں تو اس دیوار کو تھپکی دے دیں۔ خادم آجائے گا۔

یہ کہتے ہی خسرو نے آہستہ سے سامنے والی دیوار کو تھپتھپایا۔ چند ہی لمحہ کے بعد بغیر کسی آواز کے دیوار شق ہو گئی اور ایک آدمی دیوار سے نمودار ہوا۔ سب کے سب اس دیوار پھٹنے اور دیوار سے آدمی کے نکلنے سے حیران ہوئے۔ ان کو یہ طلسمی کارخانہ معلوم ہوا۔ آدمی بڑھ کر خسرو کے پاس آیا۔ اس نے دریافت کیا حکم ہے؟

خسرو نے کہا دیکھو میں آج باہر جا رہا ہوں یہ سب ہمارے مہمان ہیں ہماری جماعت میں رات شامل ہوئے ہیں۔ انہیں کسی طرح کی بھی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔

اس آدمی نے اظہار اطاعت کے لیے سر جھکا دیا۔ خسرو نے اسے

Marfat.com

واپس جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جس حیرت انگیز طریقہ پر آیا تھا۔ اسی طریقے سے دیوار میں غائب ہو گیا۔

روزیہ نے دریافت کیا کیا۔ ان تمام لوگوں پر جو جو آپ کے رازدار ہیں آپ کو اعتماد ہے۔

خسرو۔ پورا اعتماد ہے۔ ان میں سے کسی سے بھی غداری کی اُمید نہیں آیتے۔ اب باہر چلیں۔

سب اُٹھ کھڑے ہوتے۔ روزیہ نے مشق کرنے کے طریقہ پر کنڈہ کھینچا۔ دروازہ نمودار ہوا۔ سب کے سب باہر نکل آئے۔ روزیہ نے کنڈہ کھینچکر دروازہ بند کر دیا۔ خسرو ان سب سے رخصت ہو کر باہر چلا گیا۔ اگرچہ یہ سب لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہاں ہر طرح محفوظ ہیں۔ لیکن پھر بھی کسی قدر خوفزدہ تھے۔ وہ وقت گذارنے کے لیے کوئی مشغلہ چاہتے تھے۔ اس لیے انہیں تلاش ہوئی کہ کوئی ایسا شغل مل جائے جس سے بآسانی دن گذر سکے۔

جس کمرہ میں وہ بیٹھے تھے۔ اس میں متعدد الماریاں تھیں۔ انہوں نے الماریوں کا جائزہ لینا شروع کیا۔ قریب قریب تمام الماریوں میں کتابیں تھیں انہوں نے کتابیں دیکھنا شروع کیں۔ دیکھتے دیکھتے ایک ضخیم کتاب پر نظر گئی۔ اس کتاب کا نام تھا۔ "مظلوم سیاوش"!

روزیہ اس کتاب کو اٹھا لایا۔ مراجل اور سودایہ اُس کے پاس آ بیٹھیں روزیہ نے کتاب پڑھنی شروع کی۔ دونوں مراجل اور سودایہ سننے لگیں۔ یہ کیانی خاندان کے شہزادہ سیاوش کی سوانحعمری تھی۔

سیاوش۔ کیکاؤس کا بیٹا تھا۔ عہد طفلی میں اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ کاؤس نے دوسری شادی کر لی تھی۔ جس عورت سے شادی کی اس کا نام سودایہ تھا۔ سودایہ خوبصورت مگر متغنی عورت تھی۔ وہ سیاوش پر فریفتہ ہو گئی۔ اُس نے سیاوش سے اپنی ناجائز خواہش کا اظہار کیا۔ سیاوش اسے اپنی والدہ سمجھتا تھا۔ اُس نے بڑی سختی سے اُس کی ملامت کی۔ سودایہ

Marfat.com

نے تریا چر تر دکھایا۔ کاؤس کو برانگیختہ کر کے سیاؤش کے اس قدر خلاف کر دیا کہ باپ نے بیٹے کو جلا وطنی کا حکم دے دیا۔ سیاؤش ایران سے توران چلا گیا۔

توران میں افراسیاب بادشاہ تھا۔ کاؤس اور افراسیاب کے درمیان سخت دشمنی تھی۔ اکثر دونوں سرگرم پیکار رہتے تھے۔ لیکن افراسیاب نے سیاؤش کی کچھ ایسی اُلفت ہو گئی کہ باوجود دشمن کا بیٹا ہونے کے اس سے اپنی چھوٹی بیٹی فرنگیس کی شادی کرا دی۔

صرف اتنا سا حال اس کتاب کے سینکڑوں صفحات میں لکھا ہوا تھا۔ تمام دن میں صرف اتنا ہی قصہ پڑھا جا سکا۔ جب دن چھپ گیا۔ تو کتاب اٹھا کر رکھ دی گئی۔ اور خسرو کی واپسی کا انتظار کیا جانے لگا۔

کچھ رات گئے خسرو واپس آیا۔ سب نے کھانا کھایا اور سو گئے دوسرے دن خسرو نے کہا۔ عنقریب ہماری مجلس کا بڑا اجلاس ہونے والا ہے۔ اگرچہ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست اور مسلمانوں کی فتح نے صورت حال کو بہت کچھ بدل دیا ہے اور سب کے سب محبان وطن پہلے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ مگر چند لوگ ایسے ہیں جو کہ یہ چاہتے ہیں کہ یزدگرد کو معزول کر کے کسی اور کو تخت پر بٹھا کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ یہ مسئلہ بڑی مجلس میں ہی طے ہو گا۔ کاش اب بھی یزدگرد سنبھل جاتے۔

روزیہ نے کہا۔ خیال یہ ہوتا ہے کہ شاید اس زبردست ہزیمت کی خبر سنکر یزدگرد سنبھل جاتے۔

خسرو۔ مشکل ہے عشرت کے خوگر ایسی ٹھوکروں سے نہیں سنبھلا کرتے اس کے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ ایک دن خسرو نے روزیہ سے کہا۔ آج انقلابیوں کا اجلاس ہو گا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اجلاس اسی مکان میں ہو گا۔

روزیہ نے دریافت کیا۔ کس وقت اجلاس ہو گا۔

خسرو نے جواب دیا۔ آدھی رات کے بعد

Marfat.com

خسرو اجلاس کی تیاری میں مشغول ہوگیا۔ سارا دن مکان کی صفائی میں گذر گیا۔ دن چھپتے ہی ایک ایک دو دو کر کے لوگ آنے شروع ہو گئے۔ آدھی رات تک لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ روزبہ نے اُن میں ایسے لوگ بھی دیکھے۔ جو یزدگرد کے ہوا خواہ تھے۔ وہ انہیں انقلابی جماعت میں دیکھ کر نہایت حیران رہ گیا۔

آدھی رات کے بعد وسیع صحن میں اجلاس شروع ہوا۔ جتنے لوگ تھے۔ اتنی کرسیاں تو کہاں سے آتیں۔ فرش بچھا دیا گیا۔ سب فرش پر بیٹھ گئے۔ صرف ایک کرسی صدر کے لیے رکھ دی گئی۔ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ ایک بڈھا آدمی صدر بنایا گیا۔

حاضرین جلسہ میں امیر غریب۔ عالم۔ جاہل ادیب۔ مدبر۔ سب ہی طبقہ کے لوگ تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ ایران کا موجودہ فرمانروا عیش و عشرت کا پیکر۔ بندۂ نفس۔ حسن کا ڈاکو۔ عزت و آبرو کا رہزن ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے بادشاہ کے لیے ایسے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں۔ مگر حقیقت میں نظریں جانتی ہیں کہ یہ سچ ہے اور سچ کا اظہار کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں اور میرے خیال کے لوگ ایسے فرمانروا کو ملک اور قوم کا بدترین دشمن سمجھتے ہیں۔ چونکہ ہم نے اُسے راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ اس لیے وہ اور اُس کے مشیر ہمارے سخت ترین دشمن ہو گئے ہیں۔ ہم میں سے جو ان کے ہاتھ آجاتا ہے۔ اُسے فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ جان کے خوف سے ہم چھپتے پھرتے ہیں۔ ہماری جماعت کو انقلابی جماعت کہا جاتا ہے۔ آج یہ اجلاس اس لیے منعقد ہوا ہے کہ آخری طور پر یہ طے کیا جائے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

دوسرے آدمی نے کہا۔ جو کچھ میرے معزز دوست نے کہا۔ وہ صحیح ہے۔ لیکن اس وقت ہمارا ملک بدیشی لوگوں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے۔ عرب جو ہمارے محکوم رہ چکے ہیں۔ ہم کو محکوم بنانا چاہتے ہیں۔ اس وقت ہمیں بادشاہ کی حرکات سے درگذر کر کے حکومت کے ساتھ تعاون

Marfat.com

کرنا چاہیئے۔

سب سے پہلے مسلمانوں کا مقابلہ ضروری ہے ایک تیسرے شخص نے کسی قدر جوش میں آکر کہا۔ ہم حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتے مجھے معلوم ہے۔ قادسیہ میں ایرانیوں کو زبردست شکست ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ شکست ہمارے لیے نہیں بادشاہ کے لیے ایک انتباہ ہے لیکن کیا ہمارا بادشاہ جس کے ہاتھ میں ایران کا سیاہ و سفید ہے۔ اپنی کرتوتوں سے باز آجائے گا۔ یزدان کی قسم کبھی باز نہ آئے گا۔ پھر ہم کیسے اس کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں۔

ایک اور شخص نے کہا۔ تعاون تو اس لیے بھی ناممکن ہے کہ بادشاہ اور اس کی حکومت ہماری سخت ترین دشمن ہے۔ ہماری جماعت کا جو آدمی ان کے ہاتھ آجاتا ہے۔ فوراً قتل کر دیا ہے۔ جب ہم تعاون کا ہاتھ بڑھائیں گے تو کیا سب کے سب قتل نہ کر دیئے جائیں گے۔

ایک بڈھے آدمی نے کہا۔ ناممکن ہے کہ حکومت ہماری تمام جماعت کو انتقام کے جذبہ سے سرشار ہو کر قتل کرڈالے پھر ایسے وقت میں جب کہ جنگ کے شعلے بھڑک رہے ہے۔ اسلامی فوجیں بابل کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ اسوقت مادر وطن قربانی چاہتی ہے۔ ہر محب وطن کا یہ فرض ہے کہ سب باتوں کو بھول کر وطن اور صرف وطن کی خدمت میں مصروف ہو جائے۔

ایک نوجوان نے کہا۔ بیشک یہی بات ہے۔ ہم بادشاہ کے خلاف ہیں ملک کے خلاف نہیں اس وقت ملک معرض خطر میں ہے۔ ملک کو اغیار سے بچانے کے لیے تمام نوجوانوں کو سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔

خسرو نے کہا دوستو بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مادر وطن کو بچانے کے لیے اُس کے ہر فرزند کو سینہ سپر ہو جانا چاہیئے۔ لیکن اس وقت جب بادشاہ اپنی نفس پرستی سے تائب ہو جائے۔ ہم سے زیادہ وطن۔ قوم کا حکومت کا خیال تو بادشاہ کو ہونا چاہیئے۔

چند آوازیں آئیں بے شک یہی بات ہے۔

Marfat.com

صدر نے کہا۔ یہ بات نہیں ہے اگر بادشاہ نا اہل ہے یا نا اہل اور خود غرض لوگوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے اور اپنی ناشائستہ حرکات چھوڑ کر ملک و قوم کو نہیں بچاتا تو اہل ملک کو اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے۔

ایک ادھیڑ عمر کے آدمی نے بگڑ کر کہا۔ ہم ایسے بادشاہ کو معزول ہی کیوں نہ کریں۔ جو خود بھی مرتا ہے۔ اور اپنے ہمراہ اپنے ملک کو بھی لیے مرتا ہے۔

صدر۔ اس طرح ملک میں خانہ جنگی ہو جائے گی۔ اس سے ہماری قوّت کمزور ہو جائے گی اور ہم متفق ہو کر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔

وہی شخص۔ یہ بات عمّال حکومت کو بھی سوچنی چاہیئے۔

صدر۔ حکومت کے کل پرزے بد اندیش اور خود غرض ہیں۔ چند لوگوں نے کہا ایسے خود غرضوں کو پھانسی پر لٹکا دینا چاہیئے۔

صدر نے کہا۔ یہ ہمارے امکان سے باہر ہے۔

اس کے بعد جلسہ میں ہلّڑ سا مچ گیا۔ لوگ الگ الگ باتیں کرنے لگے کوئی حکومت کے کیساتھ تعاون پر زور دے رہا تھا۔ کوئی اس کے خلاف تھا۔ عرصے تک چہ میگوئیاں ہوتی رہیں۔

آخر اس انقلابی جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک نے حکومت سے تعاون کا عزم کر لیا۔ دوسرے نے حکومت میں انقلاب پیدا کرنے کا تہیّہ کر لیا۔

صدر نے یہ کیفیت دیکھ کر جلسہ برخاست کر دیا۔ خسرو نے کھڑے ہو کر کہا۔ دوستو بدقسمتی سے آج ہماری جماعت کے دو ٹکڑے ہو گئے ہیں یہ ضرور کہوں گا کہ دونوں جماعتیں اپنے اپنے نکتۂ خیال کے مطابق صحیح راستوں پر ہیں۔ ہماری جماعت کا فرض ملک کو غیروں سے بچانا اور بادشاہ کو راہ راست پر لانا ہے۔

میں دو باتوں کی آپ تمام اصحاب سے استدعا کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ہمیں آپس میں کشیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ اس کشیدگی سے ہماری جماعت کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔ اس بات کا حلف اٹھایئے کہ آپ

Marfat.com

کشیدگی لے کر نہیں جا رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ سے فارغ ہو کر پھر متفق و متحد ہو جائیں!!

اس کے بعد سب ہنسی خوشی رخصت ہوتے۔ سب کے چلے جانے کے بعد خسرو۔ روزیہ۔ سودابہ اور مراجل کمرہ میں جا کر صوفوں پر بیٹھ رہے۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اس لیے جلد سو گئے۔

قادسیہ کی فتح کے بعد فوراً ہی حضرت سعدؓ نے زہرہ بن حیات کو مقدمتہ الجیش بنا کر بابل کی طرف روانہ کیا۔ ایک ہزار سرفروشان اسلام اُن کے ساتھ تھے۔ زہرہ کے عقب میں شرجیل بن السمط حاکم میسرہ کو پانصد مجاہدین کے ساتھ روانہ کیا۔ شرجیل کے پیچھے ہاشم بن عقبہ کو پانصد سوار دے کر چلتا کیا۔ شرجیل کے بعد ہی خالد بن عرطفہ جن کو حضرت سعدؓ نے قادسیہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ ایک ہزار پُرجوش مجاہدین کو لے کر روانہ ہوتے۔

یہ مختصر لشکر چند گھنٹوں توقف سے آگے پیچھے روانہ ہوا۔ ایرانیوں کے تمام قریوں اور قصبوں میں اس لشکر کی آمد کی خبر پہنچ گئی۔ قادسیہ کی ہزیمت نے ایرانیوں پر ہراس طاری کر دیا تھا۔ وہ مسلمانوں سے ڈرنے لگے تھے ان لشکروں کی آمد یا مسلمانوں کی پیشقدمی نے ان کو متوحش کر دیا۔ وہ گاؤں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے جس گاؤں پر اسلامی لشکر پہنچا اُسے غیر آباد اور ویران پایا۔

ہم ۱۵ھ کا تذکرہ کر رہے ہیں اس زمانہ میں قیصر و کسریٰ کی فوجیں جب اور جس طرف سے گذرتیں دشمنوں کے مواضعات کو تباہ و برباد کر دیا کرتی تھیں۔ زراعت کو روند ڈالتیں۔ آبادیوں میں آگ لگا دیتیں۔ ممکن ہے۔ اس وقت اس قسم کا کوئی فوجی قانون ہو۔ لیکن اسلامی افواج نے ان باتوں سے احتراز کیا نہ انہوں نے زراعت کو روندا۔ نہ کسی گاؤں میں آگ لگائی۔

زہرہ نے قادسیہ سے بڑھ کر دو روز تک کوفہ میں قیام کیا۔ یہاں اُن سے شرجیل۔ ہاشم اور خالد بھی آملے۔ مگر جب یہاں سے کوچ ہوا تو جس طرح حضرت سعدؓ نے آگے پیچھے لشکروں کو روانہ کیا تھا۔ اسی ترتیب سے یہاں سے روانہ ہوتے

Marfat.com

کوفہ تک ایرانیوں کا کوئی لشکر مسلمانوں سے نہ ملا نہ کوئی ایرانی ہی نظر آیا۔ زراعت کی حفاظت کرتے ہوتے بھی کوئی ایرانی نہ دیکھا گیا۔ دراصل ایرانیوں پر مسلمانوں کا رُعب چھا گیا تھا کہ وہ لشکر اسلام کے آنے کی خبر سُن کر پہلے ہی فرار ہو جاتے تھے۔ مجاہدین اسلام کوچ در کوچ برابر دشمنوں کے ملک میں گھستے چلے گئے تھے۔ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا۔ کہ قادسیہ سے بھاگنے والے ایرانی تمام دریاؤں اور نہروں کے پُلوں کو توڑتے چلے گئے تھے۔ بعض بعض جگہ راستوں کو بھی کاٹ کاٹ کر ناقابل گذر بنا گئے تھے۔ چنانچہ اکثر جگہ راستے کٹے ہوئے اکثر پل ٹوٹے ہوئے ملے۔ مسلمانوں کو راستے ہموار اور قابل گذر بنانے پلوں کو درست کرنے سے بھی بڑی تکلیف اٹھانا پڑی۔ مگر انہوں نے کسی تکلیف اور کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ کی ایک مختصر دستہ جس میں صرف اڑھائی سو مجاہدین تھے راستوں کی صفائی اور پُلوں کی مرمت کے لیے موجودہ زمانہ کے سفر مینا کی پلٹن کی طرز پر ترتیب دے لیا گیا یہ مختصر دستہ ایک دن پہلے روانہ ہوتا اور راستوں کو صاف اور دُرست اور پلوں کو قابل گذر بناتا چلا جاتا۔ اسلامی لشکر کوفہ سے کوچ کر کے برس میں پہنچا معمولی قلعہ تھا۔ قلعہ نشین مسلمانوں کے ڈر سے پہلے ہی فرار ہو چکے تھے۔ مسلمان قلعے پر قابض ہو گئے۔ برس کے مضافات میں کچھ زنگی آباد تھے۔

تاریخوں سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ لوگ کب آ کر آباد ہوئے اور انہیں لایا۔ یہ لوگ سیاہ فام اور دراز قد تھے۔ بالکل ایسے ہی جیسے دمشق اور کے قریب۔ مسلمانوں سے لڑ رہے تھے۔ ایک دن کئی سو زنگی ہر طرح مسلح ہو کر لشکر اسلام میں آتے۔ اسلامی مختصر لشکر قلعہ برس کے باہر وسیع میدان کے ایک گوشہ میں خیمہ زن تھا۔ مسلمان نہایت بے فکری اور اطمینان سے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

لہ زنگی نہایت دراز قد اور قوی الجثہ تھے ملک بجاذہ کا عیسائی بادشاہ زنگیوں کو ساتھ لیکر مسلمانوں سے لڑا تھا۔ مفصل حالات ہمارے مشہور ناول عرب کا چاند میں ملاحظہ فرمائیں (صادق صدیقی)

Marfat.com

یہ میدان جس میں زہرہ قیام پذیر تھے۔ سرسبز و شاداب اور وسیع تھا۔ تمام میدان میں گھاس اُگی ہوئی تھی۔ کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔ قلعہ کے نیچے ایک چھوٹی نہر تھی۔ نہر کے کنارہ پر اسلامی لشکر پڑا تھا۔ اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ مسلمان دھوپ سے بچنے کے لیے یا تو خیموں میں بیٹھے تھے یا سبز سبز گھاس پر درختوں کے نیچے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ جب مسلمان حجاز سے آئے تھے تو اُن کے ساتھ اس قدر خیمے نہ تھے کہ سب مسلمان خیموں میں رہتے۔

لیکن قادسیہ میں ایرانیوں کی شکست نے انہیں اس قدر خیموں کا مالک بنا دیا کہ نہ صرف تمام اسلامی لشکر کے لیے خیمے کافی ہو گئے بلکہ سینکڑوں خیمے فالتو سمجھ کر مدینہ منورہ بھیج دیتے گئے۔ میدان میں نہر کے کنارہ پر خیموں کی قطاریں دُور تک دو رویہ لگی ہوئی تھیں۔ جب زنگی اسلامی لشکر میں گھسنے لگے تو مسلمانوں نے ان کو روکا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس اسلامی لشکر کے سردار سے ملنا چاہتے ہیں فوراً مسلمانوں نے زہرہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے اجازت دی۔ زنگی اُن کے خیمے پر پہنچے۔ چونکہ زنگی عرصہ سے اس نواح میں آباد تھے۔ کسریٰ اور کسریٰ کے لشکروں۔ سرداروں سپہ سالاروں کی شان و شوکت دیکھے ہوئے تھے اس لیے وہ سمجھتے تھے۔ کہ فاتح قوم جو کسریٰ جیسی زبردست سلطنت کو فتح کرنے کا عزم کر کے آئی ہے۔ اور جس نے قادسیہ میں رُستم جیسے طاقتور شخص کو قتل کر کے ایرانیوں کو شکست دی ہے۔ ایرانیوں سے زیادہ شان و شوکت سے رہتی ہو گی۔ لیکن جب انہوں نے اسلامی لشکر کی سادگی۔ مسلمانوں کی بے تکلفی دیکھی تو حیران رہ گئے!

زہرہ اپنے خیمہ کے سامنے گھاس پر کمبل بچھاتے درختوں کے سائے میں بیٹھے تھے۔ وہ ان کی سادگی۔ ان کا لباس دیکھ کر سمجھنے سے قاصر رہے کہ یہی صاحب مقدمۃ الجیش کے سپہ سالار ہیں۔ زہرہ کے پاس پہنچکر انہوں نے کہا۔ ہم اس لشکر کے سپہ سالار سے ملنا چاہتے ہیں۔!! زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ آپ بیٹھیئے۔ بتایئے۔ آپ کو سلامی لشکر کے سپہ سالار سے کیا کام ہے۔

Marfat.com

تمام زنگی بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کیا آپ ہی اس لشکر کے سپہ سالار ہیں۔ زہرہ نے کہا۔ لوگ مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں مگر میں مسلمانوں کا خادم ہوں۔

اسی زنگی نے کہا تعجب ہے آپ اور تمام مسلمان کس سادگی سے رہتے ہیں آپ نے قادسیہ میں بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا ہے کیا اس مال نے آپ کو غنی نہیں بنایا۔ زہرہ نے جواب دیا۔ ہم وہ قوم ہیں جو دنیا کی دولت کی پرواہ نہیں کرتے۔ اگر ہمیں کسریٰ کا وہ تمام خزانہ مل جائے جو نہاوند کے پاس ہے اور جسے ساسانی جمع کرتے چلے آئے ہیں۔ تب بھی ہم اسی حالت میں رہیں گے۔

اس زنگی نے کہا۔ ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ ہمیں امان دیں۔

زہرہ نے دریافت کیا کن شرائط پر

زنگی۔ جس پر آپ امان دینا پسند کریں۔

زہرہ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ جزیہ دیں۔

زنگی۔ منظور ہے۔

زہرہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ راستہ کی صفائی پلوں کی مرمت کرا دیں۔

زنگی۔ یہ بھی منظور ہے۔

زہرہ۔ تیسری بات یہ کہ ایرانی لشکر کی خبریں دینے کا وعدہ کرو۔

زنگی۔ جو خبریں ہمیں معلوم ہونگی۔ وہ ضرور آپ کو پہنچائیں گے۔

زہرہ۔ چوتھی بات یہ کہ اقرار کرنا ہو گا کہ کبھی ہم کو دھوکہ نہ دو گے۔

زنگی۔ اس کا ہم حلف اٹھا کر اقرار کرتے ہیں کہ کبھی دھوکہ نہ دیں گے۔

یہ شرائط طے ہوتے ہی اقرار نامہ لکھا گیا۔ ادھر سے زہرہ نے دستخط کیے۔

لہ ساسانیوں نے مدائن سے دور کوہ وندن پر اپنا خزانہ قائم کیا تھا۔ اس خزانہ کی نہ صرف ایران بلکہ دور دور شہرت تھی۔ مشہور تھا کہ اس قدر خزانہ کسی بادشاہ کے پاس نہیں ہے متعدد ملک اس خزانہ سے جا سکتے تھے۔ ہر ساسانی بادشاہ اس خزانہ میں اضافہ کرتا رہا۔ (از فتوح العجم)

Marfat.com

ادھر سے زنگیوں کے سردار نے جزیہ کی رقم صلح نامہ ہوتے ہی ادا کر دی تھی۔ زنگیوں کے سردار نے جزیہ کی ادائیگی کے لیے ایک ہفتہ کی مہلت طلب کی۔

زہرہ نے کہا۔ معزز سردار سنو جزیہ حفاظت کا ٹیکس ہے۔ چونکہ ابھی ہمیں یہ اطمینان نہیں ہے کہ ہم سال بھر تک تمہاری حفاظت کر سکیں گے۔ اس لیے ابھی تم سے جزیہ وصول نہ کیا جائے گا۔ اطمینان ہونے پر ہم تم کو اطلاع دیں گے۔ اس وقت ادا کر دیں۔

زنگیوں نے نہایت تعجب سے زہرہ کو دیکھا ان کے سردار نے کہا معاملہ اور ایمانداری اس کو کہتے ہیں ہم بہت زیادہ خوش ہیں کہ ایک جابر قوم کی حکومت سے نکل کر عادل قوم کی حکومت میں آ گئے ہیں یزدان آپ کو فتح و ظفر عطا کرے۔

زہرہ نے دریافت کیا۔ تمہیں ایرانیوں کے لشکر کی کچھ خبر ہے۔

سردار نے جواب دیا۔ ایرانی لشکر آپ سے بہت قریب ہے۔ اس قدر قریب کہ میں ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سن رہا ہوں!!

زہرہ کچھ متفکر ہوئے۔ انہوں نے کہا کیا تم نے اس لشکر کو دیکھا ہے۔

سردار۔ جی ہاں دیکھا ہے۔

زہرہ۔ کس قدر لشکر ہے۔

سردار۔ کم سے کم چھ ہزار

زہرہ کو اور بھی فکر ہوا۔ ان کے ساتھ صرف ایک ہزار سوار تھے۔ شرجیل ہاشم اور خالد ابھی یہاں نہ آئے تھے۔ ایک ہزار آدمی چھ ہزار کا مقابلہ کیسے کر سکتے تھے۔ انہوں نے پریشان ہو کر دریافت کیا۔ اس لشکر کا سردار کون ہے۔

سردار نے جواب دیا۔ فرامرز ایک مشہور دلاور سردار ہے۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوئی تھی۔ کہ سامنے سے ایرانیوں کا لشکر نمودار ہوا۔ اس کی زرق برق بیرقیں دھوپ میں چمک اور ہوا میں لہرا رہی تھیں۔ زہرہ اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں نے لشکر کو دیکھا۔ زہرہ نے فوراً ہوشیار ہو کر مسلمانوں کو جلد سے جلد مسلح ہونے کا حکم دیا۔ مسلمان خیموں کی طرف دوڑ پڑے۔ زہرہ بھی خیمہ کے اندر گھس گئے۔ جلدی سے زرہ بکتر پہنا۔ ہتھیار لگائے اور خیمہ

Marfat.com

سے باہر نکلے۔ تمام مسلمان مسلح ہو ہو کر خیموں سے باہر آ رہے اور گھوڑوں پر زین کس رہے تھے۔ زہرہ نے بھی اپنے گھوڑے پر خود ہی زین کسنا شروع کیا۔ اس تمام میدان میں امن و سکون کا قبضہ تھا۔ اطمینان اور امتنان کا دَور دورہ تھا۔ ہلچل شروع ہو گئی۔ گھوڑوں کے ہنہنانے لوگوں کے ایک دوسرے کو آوازیں دینے سے شور و شغب شروع ہو گیا۔ ایرانی لشکر برابر تیزی سے بڑھتا چلا آ رہا تھا مسلمان بھی نہایت پھُرتی سے اور چستی سے گھوڑوں پر زین کس کر سوار ہو رہے تھے۔ اتنے ایرانی لشکر قریب پہنچے اتنے میں مسلمان بھی کیل کانٹے سے لیس ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

زنگی حیرت سے بیٹھے ہوئے ایرانیوں کو آتے مسلمانوں کو مسلح ہو ہو کر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ زہرہ نے اسلامی علم ہاتھ میں لیا۔ اسے جنبش دی۔ پھر یرا ہوا میں لہرایا۔ وہ ایرانیوں کی طرف بڑھے ایرانی کچھ دُور آ کر رُک گئے۔ انہوں نے جلد از جلد صفیں ترتیب دینا شروع کیں۔

زہرہ کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر تمام مسلمان سمٹ کر اُن کے پیچھے ہو گئے۔ ایرانیوں کے سامنے پہنچکر زہرہ رُکے۔ انہوں نے تمام مسلمانوں کی صرف ایک صف قائم کی۔ ایرانی جوش میں بھرے ہوتے تھے۔ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ مسلمانوں کو کم دیکھ کر اور شیر ہو گئے۔ قادسیہ کی جنگ کا انتقام لینے کے لیے سیلاب کی طرح مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں کو خیال تھا کہ حسب قاعدہ[1] ایرانیوں میں سے کوئی دلاور صف شکن میدان میں نکل کر اپنے مقابلہ کے لیے لڑنے والے کو طلب کرے گا۔ مگر جب انہوں نے ایرانی لشکر کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو خود بھی مستعد ہو گئے۔ مگر آگے نہ بڑھے۔ بلکہ جس جگہ کھڑے تھے اسی جگہ کھڑے رہے۔

ایرانی نہایت جوش و خروش سے تلواریں سونتے بڑھ رہے تھے دھوپ

---

[1] اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ اول ایک ایک آدمی میدان میں نکل کر لڑتا تھا۔ جنگ کے ہنر دکھاتا تھا۔ پھر جنگ عمومی شروع ہوتی تھی۔ (صادق صدیقی سردھنوی)

Marfat.com

ہیں تلواریں بجلی کی طرح سے چمک رہی تھیں۔ تمام مسلمانوں نے نیزے سنبھال لیے اور اس طرح اکڑ کر کھڑے ہو گئے۔ گویا وہ اُن پر جھپٹ کر حملہ کرنے والے ہیں۔"

ایک دم ایرانی لشکر مسلمانوں سے ٹکرایا۔ مسلمانوں نے تیروں سے حملہ کیا یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ ایرانیوں کا سیلاب اس طرح پیچھے ہٹا جس طرح امواجِ آبِ ساحل سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتی ہیں۔

فرامُرز ایسے ریشمین کپڑے پہنے ہوئے تھا کہ جس میں جواہرات ٹکے ہوئے تھے۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ قربوس۔ رکابیں۔ لگام سب نقرئی تھے ڈاب مرصّع تھی۔ تلوار کے دستہ پر جواہرات آویزاں تھے۔ اس کی ہر چیز دھوپ میں چمک رہی تھی۔ وہ قلب لشکر میں کھڑا تھا۔ اُس نے ایرانیوں کو پیچھے ہٹتے دیکھ کر للکارا۔ ایرانی پھر جوش میں آکر بڑھے۔ اب مسلمانوں نے بھی حرکت کی وہ بھی بڑھے پھر دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

اب مسلمانوں نے بھی تلواریں سُونت لیں۔ ایک فریق نے دُوسرے پر نہایت سختی سے حملہ کیا۔ صاف و شفّاف ہزاروں تلواریں دھوپ میں بجلی کی طرح کُوندیں۔ انسانی سمندر میں تیریں پھر جو اُبھریں تو زیادہ تر خون کے فوارے برساتی اُبھریں۔

جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز۔ بڑی ہولناک۔ دلیر مرنے اور مارنے کے لیے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ خُون کے چھینٹے اڑ اڑ کر سرفروشوں کے کپڑوں۔ زرہ بکتروں۔ گھوڑوں اور ہتھیاروں پر پڑ پڑ کر جمنے لگے۔ انسانی اعضا کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ سر گیندوں کی طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹھوکریں کھانے لگے۔

زخمیوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آواز۔ ہتھیاروں کی جھنکار سے تمام میدان گُونج اُٹھا۔ ایرانی مسلمانوں کو مٹھی بھر سمجھ کر انہیں کچلنے پیس ڈالنے فناہ کر دینے کے لیے بڑے جوش سے حملے کر رہے تھے۔

ان کی خارا شگاف تلواریں نہایت تیزی سے چل رہی تھیں۔ مُسلمان

Marfat.com

نہایت استقلال بڑے صبر سے ڈٹے ہوئے حملے روک رہے تھے۔ دشمنوں کے وار بچا رہے تھے۔ کبھی کبھی بڑھ کر حملہ بھی کر دیتے تھے۔ نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ دونوں فریق پورے جوش سے لڑ رہے تھے۔ دونوں لشکروں کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ ایرانی مسلمانوں میں اور مسلمان ایرانیوں میں گھسے ہوئے لڑ رہے تھے۔ متخاصمین جنگ میں کچھ ایسے منہمک تھے کہ دوست اور دشمن کی پہچان بھول گئے تھے جس کے جو سامنے آجاتا تھا۔ اس پر حملہ کر دیتا تھا۔ مسلمان اگرچہ کم تھے لیکن جس دلیری جس ہمت اور جس استقلال سے وہ لڑ رہے تھے۔ وہ انہی کا حصہ تھا۔

سرفروش مجاہدین نظریں جھکائے نہایت پھرتی۔ بڑے جوش اور کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ایرانی بہادر ہوتے ہیں ان کی بہادری کے افسانے تاریخوں میں مرقوم ہیں۔ وہ جب اور جس قوم پر چڑھ کر گئے۔ فتحیاب ہوئے لیکن اب جس قوم سے سابقہ پڑا ہے وہ ان سے بھی زیادہ دلیر اور بہادر تھی۔ ایرانی غصہ میں آ آ کر پیچ و تاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے۔ مگر ان کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ مسلمان سنگی چٹانوں آہنی انسانوں کی طرح ڈٹے ہوتے تھے اگر ایک مسلمان شہید ہوتا تھا تو پانچ سات ایرانیوں کو پہلے قتل کر ڈالتا تھا۔

مسلمانوں کو اپنی قلت اور دشمن کی کثرت دیکھتے ہوئے توقع تو تھی ہی نہیں کہ وہ فتحیاب ہوں گے۔ سمجھے ہوئے تھے کہ سب کے سب شہید ہوں گے۔ لیکن ان کے تیور کہہ رہے تھے کہ ان میں سے ہر شخص پانچ چھ دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہونے کا عزم کر چکا ہے جو لوگ موت سے نہیں ڈرتے موت اُن سے ڈرتی ہے۔ مرتے وہی ہیں جو موت سے ڈرتے ہیں باوجودیکہ مسلمان کم تھے مگر مرنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے موت ان کے پاس تک نہ پھٹکتی تھی۔ وہ کم مر رہے تھے۔ ایرانی عیش و عشرت کے خوگر تھے۔ دنیا کی محبت میں غرق تھے۔ موت سے ڈرتے تھے۔ قضا ان کو اپنی آغوش میں کھینچ رہی تھی۔ وہ زیادہ مر رہے تھے۔ لیکن ان کی تعداد زیادہ تھی۔ مرنے پر بھی ان کی تعداد میں کمی معلوم نہ ہوتی تھی۔ ایرانی افسر سپاہیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہے

Marfat.com

تھے ۔ ہنگامۂ کارزار گرم تھا ۔ سرفروش پس رہے تھے ۔ سبزہ زار زمین لالہ زار بن گئی تھی ۔ اس وقت آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا ۔ دھوپ میں ناقابل برداشت گرمی آگئی تھی ۔ لڑنے والوں کی پیشانیوں سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے ۔ مگر بیشۂ شجاعت کے شیروں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینہ پونچھنے کا ہوش وہ نہایت اطمینان اور پورے شغف سے جنگ میں مشغول تھے ۔

فرامرز نے ایرانیوں کو جوش دلایا ۔ ایرانی جوش میں آکر بڑھے ۔ مسلمانوں نے انہیں روکنے کے لیے پورا زور صرف کر دیا ۔ لیکن ایرانی کچھ ایسے جوش سے بڑھے تھے کہ باوجود بہت کوشش کرنے کے وہ نہ رُکے ۔ مسلمان ان کی رَو میں آکر چند قدم پیچھے ہٹے ۔ یہ دیکھ کر زہرہ کو جوش آگیا ۔ انہوں نے بلند آواز سے کہا مسلمانو یہ کیا پست ہمتی ہے کیا خدا کے قرب سے بھاگتے ہو ۔ شہادت سے منہ موڑتے بہشت سے بھاگتے ہو ۔ خدا کی نافرمانی کرتے ہو رُکو سنبھلو ۔ بڑھو ۔ لڑو اور دشمن کو بتا دو کہ تم موت کے آرزومند ہو ۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں کو گرما دیا ۔ وہ رُکے سنبھلے اور نعرۂ تکبیر بلند کر کے ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے ۔ انہوں نے نہایت دلیری اور بڑے جوش سے حملہ کیا ۔ ایرانی سمجھ رہے تھے کہ مسلمان پیچھے ہٹتے ہٹتے ہزیمت کھا کر بھاگ جائینگے مگر جب انہوں نے سنبھل کر حملہ کیا تو حیران رہ گئے ۔ جس وقت مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کر کے حملہ کیا ہے ۔ ٹھیک اسی وقت مسلمانوں کی پشت کی جانب سے اس نعرہ کی تکرار کی آواز آئی ۔ مسلمانوں نے پھر پھر کر ایرانیوں نے سر اٹھا اٹھا کر دیکھا انہیں مسلمانوں کا دستہ نہایت تیزی سے آتا ہوا نظر آیا ۔ یہ شرجیل اور اس کا رکابی دستہ تھا ۔ انہوں نے دُور سے ہی جنگ ہوتے ہوتے دیکھ لی تھی ۔ وہ تلواریں سونت سونت کر گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی کیے نہایت تیزی سے دوڑے آ رہے تھے ۔ قریب آتے ہی انہوں نے کوہ شکن حملہ کیا ۔ وہ ایسے ایرانیوں پر ٹوٹ کر گرے جیسے کئی دن کا بھوکا خوان نعمت پر گرتا ہے ۔ ان کی بے پناہ تلواروں نے ایرانیوں کو بڑی سُرعت کے ساتھ کاٹنا شروع کیا ۔

Marfat.com

ان آنے والے مسلمانوں کا جوش۔ ان کا دلیرانہ حملہ دیکھ کر تمام مسلمانوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔

انہوں نے بھی سنبھل کر بڑے زور سے حملہ کیا۔ مسلمانوں کے اس حملہ نے ایرانیوں کو کسی قدر پیچھے ہٹا دیا۔ شرجیل نے آتے ہی ایرانیوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ وہ جس طرف حملہ کرتے جس پر تلوار چلاتے اسی کو مار ڈالتے قتل کرنے میں وہ ایسے حریص تھے کہ ہر شخص تمام ایرانیوں کو قتل کرنے پر تلا ہوا تھا۔

مسلمان بڑی تیزی سے گھوڑا دوڑا دوڑا کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلوار موت کا فرشتہ بن گئی تھی۔ ایرانیوں نے ان کو روکنا۔ نرغہ میں لے کر قتل کر ڈالنا چاہا۔ لیکن جب کبھی اُن پر یورش ہوئی۔ انہوں نے یورش کرنے والوں کو کھیرے ککھڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ ایرانی ان سے ڈرنے لگے۔

زہرہ پہلے ہی سے نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے دُور سے دیکھا کہ فرامرز قلب لشکر میں کھڑا ایرانیوں کو جوش دلا رہا ہے۔ وہ سمجھ گئے کہ جبتک فرامرز موجود ہے ایرانی برابر لڑتے رہیں گے۔ لہٰذا وہ فرامرز کیطرف جھپٹے۔ ایرانی ان کا یہ ارادہ تو نہ سمجھے کہ وہ فرامرز کی فکر میں بڑھ رہے ہیں۔ لیکن وہ ان کو قدم قدم پر روکنے لگے۔ وہ بھی اُنہیں مارتے کاٹتے بڑھتے رہے یہاں تک کہ کئی صفوں کو چیر کر فرامرز کے سامنے جا پہنچے۔

انہوں نے اُس کے سامنے جاتے ہی للکارا۔ اے ایرانی سردار! کچھ جرأت ہے تو مقابلہ میں آ۔

فرامرز بھی بہادر تھا۔ اُسے جوش آگیا۔ وہ گھوڑا بڑھا کر زہرہ کے اُوپر جھپٹا۔ اس نے نیزہ سنبھال کر حملہ کیا۔ زہرہ نے نہایت ہوشیاری سے ڈھال پر اس کا حملہ روکا۔ فرامرز دوبارہ حملہ کرنے کے لیے پیچھے ہٹا زہرہ نے بھی نیزہ سنبھالا۔ دونوں نے آگے بڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ فرامرز کا ہاتھ بہک گیا۔ اس کا وار خالی گیا۔ زہرہ کا نیزہ فرامرز کے سینہ پر پڑا۔ انی زرہ توڑ کر سینہ کے پار ہوگئی فرامرز نے ایک چیخ ماری۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ وہ تیورا کر گھوڑے سے گرا۔ جب ایرانیوں نے فرامرز کو مرتے دیکھا تو جوش غیظ و غضب نے ان کو

Marfat.com

دیوانہ بنا دیا۔ انہوں نے سنبھل کر ہر محاذ پر نہایت شدّت سے حملہ کیا۔ مسلمان ان کے حملہ سے گھبرا گئے۔

شرجیل نے مسلمانوں کو ڈانٹا۔ مسلمانوں نے جرأت کر کے پُورے جوش سے حملہ کیا۔ ایرانی اس حملہ کی تاب لا کر پیچھے ہٹے۔ مسلمانوں نے بڑھ کر ایک اور حملہ کیا۔ ایرانیوں کے قدم اکھڑ گئے وہ پشت پھیر کر نہایت تیزی سے بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کرنا چاہا۔ زہرہ نے ان کو روک دیا۔ اس طرح ایرانی اپنی ہزاروں لاشیں میدانِ جنگ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمان مظفر و منصور ہو کر اپنے کیمپ کی طرف لوٹے۔

سب سے پہلے انہوں نے زخموں کی مرہم پٹی کی پھر کھانے پکانے کا انتظام میں مصروف ہو گئے۔ زنگی اٹھ کر چلے گئے۔ ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمان ضرور تمام ایران پر قابض ہو جائینگے۔

انہوں نے حسب قرارداد اگلے ہی دن ۲۰۰ سو آدمی راستوں کی صفائی اور پلوں کی مرمت کے لیے روانہ کر دیئے۔ مسلمان دو دن برس میں قیام کر کے تیسرے دن بابل کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

باب ۳

پُرجوش ایرانیوں کا کوچ

یزدگرد نے مسلمانوں کی درخواست کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا تھا اُسے معلوم تھا۔ کہ اس کی قلمرو میں مسلمانوں پر مظالم ہو رہے ہیں۔ خود اس کے حکم یا ایماء سے بہت سے مسلمان نشانہ ستم بنائے گئے تھے۔ ایک عربی پریجمال دوشیزہ قصرِ شاہی میں قید تھی۔ مسلمانوں کا وفد آیا۔ وفد نے اُسے سمجھایا۔ لیکن اُس نے مسلمانوں کی درخواست ٹھکرا دی۔ جس دریائے استبداد میں وہ بہہ رہا تھا۔ برابر بہتا رہا۔

دراصل اُسے زعم تھا کہ ایرانی سلطنت بڑی۔ زبردست سلطنت ہے جس سلطنت نے اس کا مقابلہ کیا۔ زیر و زبر ہو کر رہ گئی۔ مسلمانوں کی اس کے مقابلہ میں ہستی ہی کیا ہے۔ رُستم جیسا دلاور صف شکن دو لاکھ لشکر لیے ساباط میں مقیم تھا۔ اُسے یقین واثق تھا کہ رستم مسلمانوں کو نہ صرف پسپا کر دے گا۔ بلکہ حجاز پر لشکر کشی کر کے تمام عربستان کو محکوم بنا لے گا اس لیے اُس نے نہ مسلمانوں کی درخواست پر کوئی توجہ کی اور نہ ان کی یورش کو اہمیت دی۔

لیکن جب قادسیہ میں ایرانیوں کو زبردست شکست ہوئی۔ رستم اور اس کا بیٹا مارے گئے۔ جس لشکر پر اُسے زعم تھا۔ وہ پارہ پارہ ہو گیا تو اُسے ہجوم افکار نے گھیر لیا۔ قادسیہ کی ہزیمت نے اُسے دلشکستہ کر دیا۔ اسے اپنا انجام تاریک نظر آنے لگا اب وہ مسلمانوں کو کچھ سمجھنے لگا۔ اسے خوف پیدا

98255

Marfat.com

ہو گیا کہ اگر ایرانیوں نے متفقہ طور پر مسلمانوں کا مقابلہ نہ کیا تو عجب نہیں کہ مسلمان سارے ایران پر قابض ہو جائیں۔ اس لیے اس نے تمام مشیروں اور سارے رئیسوں کو دارالسلطنت میں طلب کیا۔ تاریخیں شاہد ہیں کہ یزدگرد کچھ اچھا بادشاہ نہ تھا وہ نوعمر تھا۔ عشرت پسند تھا۔ عصمت کا رہزن تھا۔ اس کے طرز عمل سے ایرانی اُس سے ناخوش ہو گئے تھے اور ملک میں ایک انقلاب پسند جماعت قائم ہو گئی تھی۔ ایران میں شخصی حکومت تھی۔ اگرچہ اس زمانہ میں ساری دنیا ہی میں شخصی حکومتیں تھیں۔ لیکن کہیں کہیں کسی نہ کسی وقت جمہوریت بھی رہ چکی تھی۔ لوگ جانتے تھے کہ جمہوریت کیا ہے اور کس قدر اس میں برکت ہے۔ لیکن ایران ایسا ملک تھا۔ جہاں کبھی جمہوریت کا مذاق ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ لوگ واقف ہی نہ تھے کہ جمہوریت کیا چیز ہے۔ حکومت میں عوام کا بھی کوئی حصّہ ہے یا نہیں۔ یزدگرد بادشاہ تھا۔ اس کا حکم اٹل تھا۔ کیا مجال جو اُس کے حکم میں کوئی دخل دے سکے۔ اس کا ہر حکم ماننا پڑتا تھا۔ عدول حکمی کی سزا موت تھی قادسیہ کی وحشتناک ہزیمت کی خبر سن کر وہ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ سارا عیش منتغض ہو گیا۔ عشرت خاک میں مل گئی۔ وہ باغ عشرت سے مُردہ دلی کے ساتھ کمرۂ خاص کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُسے غم و الم نے ایسا مضمحل کر دیا تھا کہ پاؤں ڈگمگانے لگے تھے۔ اُس نے چلتے چلتے قاصد یا زرہ پوش سے تمام واقعات سُنے۔ وہ مسلمانوں کی تحیّر خیز جنگ کا حال سُن کر حیران رہ گیا۔ اُسے تعجّب یہ تعجّب تھا کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے کس طرح عظیم الشان لشکر پارہ پارہ کر دیا۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے مسلمان جادوگر ہوں اور انہوں نے جادو کے زور سے ایرانیوں کو پسپا کر دیا ہو۔ کمرۂ خاص کے دروازہ پر پہنچکر اس نے زرہ پوش کو رخصت کر دیا اور خود ایک مسہری پر جا پڑا۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ یہ کمرہ بیش قیمت اشیاء سے آراستہ تھا۔ ہر چیز عطر میں بسی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ہر طرف سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ یزدگرد کے پہنچتے ہی کمسن پری چہرہ کنیزیں زرق برق پوشاکیں پہنے آموجود ہوئیں۔ اُن کے حسن سے تمام کمرہ جگمگا اُٹھا۔ کافوری شمعیں بے نور معلوم ہونے لگیں۔ یہ وہی کنیزیں تھیں جن سے یزدگرد کو دلبستگی

Marfat.com

ہوتی تھی۔ وہ ہر وقت اُن کو چھیڑتا رہتا تھا۔ ان میں سے ہر کنیز اس کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنے کے لیے نئے نئے دلفریب ادائیں دکھاتی رہتی تھی۔ آج یزدگرد متفکر تھا۔ پریشان تھا۔ اُسے ان کی موجودگی سے دلبستگی نہ ہوئی بلکہ اور پریشانی بڑھ گئی۔ انسان کا ضمیر اُسے ہر بات پر انتباہ کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص گانا سننے کا شوقین ہے ضمیر اسے ملامت کرتا ہے مگر وہ ضمیر کے کہنے کی پرواہ نہیں کرتا۔ گانا سنتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں گانے سے طبیعت سیر ہو جاتی ہے۔ گویا ضمیر اور شوق کی جنگ شوق کی شکست اور ضمیر کی فتحیابی پر ختم ہو جاتی ہے۔ یزدگرد عرصے کے بعد ہوش میں آیا۔ اس وقت جب کہ تباہی دروازہ پر آ گئی۔ اُسے حسن کی دیویاں۔ نور کی پتلیاں ناز و ادا کی پریاں بری معلوم لگیں۔ اس نے ان سب کو چلے جانے کا اشارہ کیا۔ سب کی سب ماہ پیکر لڑکیاں ایک ایک دو دو کر کے چلی گئیں۔ یزدگرد تنہا رہ گیا۔ وہ غم و فکر کے انتہا سمندر میں ہچکولے کھانے لگا۔ اس کو اپنی سلطنت کے زوال کا صرف خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہو گیا۔ آج اُس نے ناشتہ بھی تناول نہ فرمایا۔ اور نہ کسی کو اپنے پاس آنے دیا۔ ساری رات ہی کمرہ میں مسہری پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔

صبح کو وہ دس بارہ بجے سے پہلے اٹھنے کا عادی نہ تھا۔ لیکن آج طلوع آفتاب سے پہلے اُٹھ بیٹھا۔ اٹھتے ہی اس نے مہران کو طلب کیا۔ مہران حاضر ہوا۔ یزدگرد نے اُس سے کہا۔ مہران معلوم ہوتا ہے کہ میری خوش بختی کا زمانہ بدل گیا۔ ان کم بخت مسلمانوں نے میرا عیش منغض کر دیا۔ کاش تو لیلٰے کی تعریف میرے سامنے نہ کرتا۔

مہران نے بڑے اطمینان سے کہا۔ آپ فضول متفکر ہو رہے ہیں۔ مسلمان ایران جیسی سلطنت کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک اتفاقیہ بات ہو گئی کہ قادسیہ میں ایرانیوں کو شکست ہوئی۔ اس شکست سے تمام ایرانیوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ میں حضور کو ایک خوشخبری سنانے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔

یزدگرد نے تعجّب سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ خوشخبری کیا اس وقت جب کہ سیاہ بختی نے ایران پر ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ میرے لیے کوئی خوشخبری ہو سکتی ہے۔

Marfat.com

مہران نے کہا جی ہاں سُنیئے انقلاب پسندوں کی جماعت نے تاج اور تخت کی وفاداری کا عہد کر لیا ہے۔

یزدگرد نے نہایت حیرت سے مہران کو دیکھکر کہا۔ یہ تم کو کیسے معلوم ہوا ہے۔

مہران نے ایک کاغذ یزدگرد کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ یہ انقلاب پسندوں کی جانب سے ایک درخواست آئی ہے۔ انھوں نے اپنی نازیبا حرکتوں کی معافی طلب کی ہے۔

یزدگرد نے درخواست لی۔ پڑھی پڑھ کر بولا۔ فوراً اعلان کر دو کہ انقلاب پسندوں کو عام معافی دے دی گئی ہے۔ یہ ملک کی خوش بختی ہے کہ ایسی خطرناک جماعت تخت و تاج کی وفادار بن گئی ہے کیا تم نے تمام افسروں، رئیسوں اور ملوک کو طلبی کے مراسلے روانہ کر دیئے ہیں۔

مہران۔ عالیجاہ کر دیئے انہیں جلد سے جلد دار الخلافت میں آنے کے لیے لکھدیا ہے۔

یزدگرد۔ اچھا کیا مہران ستم پر در لیلےٰ کی محبت نے میری ہر قوت پر اپنا اثر کر لیا ہے۔ میں نے اُسے سمجھایا۔ لالچ دیا۔ دھمکایا۔ سب کچھ کیا لیکن وہ سیم تن رام نہیں ہوتی۔

مہران۔ مجھے بھی تعجب ہے۔ کون ایسی عورت ہے جو زر و زیور کے لالچ میں نہیں پھنس جاتی۔ ملکہ بننے کے لیے عفت و عصمت کی قربانی نہیں کر دیتی لیکن لیلےٰ ایسی ضدن ہے کہ مانتی ہی نہیں ہے۔

یزدگرد۔ مجھے کئی دفعہ غصہ آیا چاہا اُسے قتل کر دوں لیکن اس کی بھولی صورت نے ہر دفعہ اس کی سفارش کی۔ کم بخت اس قدر حسین ہے کہ اچھے کپڑے نہ ہونے بناؤ سنگار نہ کرنے پر بھی حسن کی ملکہ۔ نور کی پتلی خوب صورتی کا پیکر معلوم ہوتی ہے۔

مہران۔ وہ اس زمانہ کی بے نظیر حسینہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک نہ ایک دن شمع حرم بن کر رہے گی۔

یزدگرد۔ اس کے بھائی کو بلاؤ۔ ممکن ہے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے وہ گھبرا گیا ہو۔

Marfat.com

مہران ۔ بہت خوب میں خود ہی اُسے لینے کے لیے جاتا ہوں۔

یزدگرد ۔ ہاں جاؤ۔

مہران چلا گیا۔ یزدگرد امید و بیم کے سمندر میں ہچکولے کھانے لگا کبھی وہ خیال کرتا کہ یقیناً حور دشں لیلے کا بھائی عاصم زندہ انسانوں کے قبرستان میں رہتے رہتے گھبرا گیا ہوگا۔ زندگی سے تنگ آگیا ہوگا۔ وہ اس بات پر رضامند ہو جائے گا کہ لیلے کو شمع حرم بننے پر آمادہ کر دے۔ کبھی سوچتا۔ وہ عرب ہے۔ عرب غیور ہوتے ہیں۔ مسلمان جان سے زیادہ عزت کو عزیز سمجھتے ہیں۔ عاصم مر جائیگا مگر کبھی یہ ذلت گوارا نہ کرے گا کہ اپنی جان بچانے کے لیے لیلے کو ایران کی ملکہ بننے پر مجبور کرے۔ وہ امید و بیم ہی میں تھا کہ مہران گھبرایا ہوا آیا۔ اس کے چہرہ سے غم و فکر کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ یزدگرد اُسے دیکھتے ہی کھٹکا۔ وہ سمجھا کہ شاید تہ خانہ کی زہریلی ہوا نے عاصم کا خاتمہ کر دیا۔ جب مہربان پاس آیا۔ تو یزدگرد نے دریافت کیا۔ کیا عاصم مر گیا۔

مہران نے جواب دیا۔ جی مرا نہیں بلکہ فرار ہو گیا۔

یزدگرد نے حیرت سے مہران کو دیکھا۔ تعجب بھرے لہجہ میں کہا۔ بھاگ گیا کس طرح ؟

مہران ۔ یہ یزداں گرد ہی کو خبر ہے۔ یہ مسلمان ضرور شیطان ہیں۔ ساتوں تالوں میں بند کرنے پر بھی نکل بھاگتے ہیں۔

یزدگرد ۔ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ بھاگ گیا۔

مہران ۔ میں نے تہ خانہ میں جا کر تلاش کیا۔ شمعیں روشن کرا کر ڈھونڈا آوازیں دیں۔ وہ نہ بولا نہ نظر آیا۔

یزدگرد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ممکن ہے کہ وہ مر گیا ہو۔

مہران نے کہا میرا بھی یہی خیال ہوا تھا لیکن تمام تہ خانہ کھوج ڈالنے پر بھی کوئی نازہ تلاش نہ ملی۔ مجھے تعجب ہوا آخر تلاش کرتے کرتے جب تہ خانہ کی انتہا پر پہنچے تو دیوار ٹوٹی ہوئی پائی۔

یزدگرد نے استعجاب بھرے لہجہ میں کہا۔ دیوار ٹوٹی ہوئی پائی ؟

Marfat.com

مہران۔ جی ہاں یہں دیوار میں گھس گیا۔ ایک زینہ ملا زینہ طے کرنے پر پھر ایک دیوار ملی۔ یہ دیوار بھی ٹوٹی ہوئی تھی۔ باہر نکل کر دیکھا تو ہرمزان کا قصر تھا۔

یزدگرد کمال متعجب ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ہرمزان کا قصر؟

مہران۔ حضور والا۔ وہ ہرمزان کا قصر تھا۔ ہرمزان معہ اپنی پریزاد ہمشیرہ کے جو شنماہ کے ساتھ بابل گیا ہے۔ قصر عنبر آباد ہے اس کم بخت کو بھاگنے کا موقعہ مل گیا۔

یزدگرد۔ جا کہاں سکتا ہے مدائن کی چار دیواری بہت اونچی ہے۔ دروازہ پر ہر وقت پہرہ رہتا ہے۔ پہرہ والوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر کیسے نکل سکتا ہے۔

مہران۔ بے شک اسے نکلنا نہیں چاہیئے لیکن جو شخص اس تہ خانہ سے نکل آیا ہے جو کہ زندہ انسانوں کا قبرستان ہے۔ جہاں سے کبھی کوئی زندہ نہیں نکلا۔ وہ مدائن سے باہر کیوں نہیں جا سکتا۔ یقیناً وہ مدائن سے نکل گیا۔

یزدگرد۔ یہ تو برا ہوا۔

مہران۔ حضور والا بہت برا۔

یزدگرد فکر و پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ افسوس جو خبر سنتے میں آتی ہے۔ پریشان کن ہوتی ہے۔ اچھا مہران تم جاؤ۔ پہرہ والوں کو ہدایت کر دو کہ کسی شخص کو بغیر اچھی طرح دیکھے بھالے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ وہ ابھی مدائن ہی میں ہے۔

مہران چلا گیا۔ یزدگرد غور و فکر میں گرفتار ہو گیا!

مہران نے پہرہ والوں کو ہدایت کر دی کہ کسی شخص کو بغیر اچھی طرح دیکھے بھالے نہ نکلنے دیں جس آدمی پر ذرا بھی شبہ ہو۔ فوراً اسے اسیر کر کے میرے سامنے پیش کرو۔ تمام مدائن میں جاسوس چھوڑ دیئے مگر اس تلاش اور جستجو اور اس روک ٹوک کا کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ نہ عاصم مدائن میں تھا۔ اور نہ اس کا پتہ چلا۔ کئی روز تک اس کی تلاش ہوتی رہی۔ جب وہ نہ ملا تو یہ یقین کر لیا گیا کہ وہ مدائن سے نکل گیا۔ یزدگرد کو عاصم کے فرار ہو جانے کا افسوس تھا۔ لیکن

Marfat.com

کے رام نہ ہونے کا ملال تھا۔ ایرانیوں کی ہزیمت کا الم تھا۔ وہ زیادہ غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔ اب اس کی تمام تر توجہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ہزیمت دینے ہزیمت کا انتقام لینے کی طرف منعطف ہو گئی تھی۔ وہ بڑے پیمانہ پر لشکر کی فراہمی میں مصروف ہو گیا تھا۔ رضاکاروں کی بھرتی شروع کر دی گئی تھی۔ ایرانی جوق در جوق فوج میں بھرتی ہونے کے لیے دور دور سے کھنچے چلے آ رہے تھے۔ وہ تمام رئیس۔ امیر۔ مشیر ملوک مدائن میں آ گئے تھے۔ جن کی طلبی کے لیے شاہی حکمنامہ بھیجا گیا تھا۔ سب اپنے اپنے ساتھ فوجیں لائے تھے۔ بڑی شان و عظمت سے آئے تھے۔ جب سب آ گئے تب مہران نے یزدگرد کو اطلاع دی۔

یزدگرد کو مسلمانوں کی نقل و حرکت کی اطلاع روزانہ ہوتی رہتی تھی۔ اسے مجاہدین اسلام کے قادسیہ سے کوچ کرنے برس میں ہرمزان سے لڑنے ہرمزان کے مارے جانے کی بھی خبر معلوم ہو گئی تھی یہ بھی اطلاع ہو گئی تھی کہ زنگیوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی اور وہ راستے درست کرتے۔ پلوں کی مرمت کرتے بابل کی طرف بڑھ رہے ہیں اسلامی لشکر کے بابل کی طرف بڑھنے کی بھی اطلاع آ چکی تھی۔ وہ ان خبروں کو سن سن کر پریشان ہو رہا تھا۔

اسلامی لشکر کی پیش قدمی کی خبر سن سن کر صرف وہی پریشان نہ ہو رہا تھا۔ بلکہ تمام ایرانی گھبرا رہے تھے۔ سارے مدائن پر افسردگی چھانے لگی تھی۔ گھر گھر مسلمانوں کی آمد۔ اور ایرانیوں کی شکست کے تذکرے ہو رہے تھے۔ یزدگرد نے ایک دن لشکر کا جائزہ لیا۔ ڈیڑھ لاکھ کے قریب لشکر فراہم ہو چکا تھا۔ وہ اس عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر قدرے مسرور ہوا اس نے تمام بڑے بڑے سرداروں کو قصر میں بلایا۔ یہ تمام سردار اور ملوک نہایت بہادر اور تجربہ کار تھے۔ تمام ایران میں ان کی بہادری کا شہرہ تھا۔ یزدگرد نے ان سب کو اسی روز کوچ کرنے کی ہدایت کی۔ بڑے بڑے سرداروں اور ملوک میں تخیر جان مہر جان۔ شہرزاد۔ شہریار خاص طور پر قابل ذکر تھے۔ یہ لوگ بڑے بہادر بڑے جنگجو۔ اور بڑے ہی پختہ کار تھے۔ تمام لشکر مدائن کی گلیوں سے گذرا۔ سارا مدائن ان کو رخصت کرنے کے لیے امڈ آیا۔ عورتیں بچے۔ جوان بڈھے

Marfat.com

راستوں کے سروں مکانوں کی چھتوں راستوں کے درختوں پر چڑھ گئے۔
لشکر نہایت شان کے ساتھ روانہ ہوا۔ تمام دن فوجیں راستوں سے گذرتی رہیں۔ تمام ایرانیوں نے اس لشکر کی فتحیابی کے لیے دُعا مانگی۔
یزدگرد مدائن کے صدر دروازہ پر بیٹھ کر لشکر کی روانگی کا منظر دیکھنے لگا۔ لشکر سے تمام راستہ بھرا ہوا تھا۔ پیدلوں اور سواروں کے چلنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ عریض و وسیع دریا میں موجیں اُٹھ رہی ہوں!!
اس شاندار لشکر کی روانگی کے شاندار نظارہ کو دیکھ کر یزدگرد کمال خوش ہوا۔ اس نے مہران کو بھی لشکر کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ وہ اس وقت تک بیٹھا رہا۔ تاوقتیکہ لشکر کا آخری سپاہی بھی دروازہ کے نیچے سے گذرا۔
جب تمام لشکر کوچ کر گیا تو وہ دروازہ سے اُتر کر قصر کی جانب روانہ ہوا۔

جوشنماہ شاہی رسالہ کے چار ہزار آزمودہ کار سوار ہمراہ لیکر قادسیہ کی جانب روانہ ہوا تھا۔ عاصم اور علید بھی اُس کے ہمراہ تھے۔ پری پیکر پروین اور سیم تن خیزران بھی ساتھ تھیں اسے نہایت تیزی سے چل کر قادسیہ پہنچنے کا حکم تھا۔ لیکن وہ آہستہ آہستہ قطع منازل و طے مراحل کر رہا تھا۔ دراصل جوشنماہ یزدگرد سے ناخوش تھا۔ وہ اس کی بیٹی پروین۔ اس کے خاندان والے سب مہران سے نفرت کرتے تھے۔ اُسے بدخصلت۔ شیطان سیرت۔ کمینہ عادات کا انسان سمجھتے تھے۔
یزدگرد نے اُس سے پروین کے عقد پر زور دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اُس نے اس شاہی حکم کو نہ مانا تو غضب شاہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ جوشنماہ کو مہران ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ پروین اس کی صورت دیکھنے تک کی روادار نہ تھی۔ دونوں اس سے سخت متنفر تھے۔ مگر شاہی حکم کی خلاف ورزی بھی نہ کر سکتے تھے اسلیئے جوشنماہ یزدگرد کی گرفت سے دُور رہنا چاہتا تھا۔ خوشی کی بات تھی جو اُسے قادسیہ جانے کا حکم ہو گیا وہ مسرور ہوا۔ اور اسی وقت روانہ ہو گیا۔ اس نے مدائن سے چل کر بھیرہ شیر میں قیام کیا۔ مدائن سے بھیرہ شیر کچھ بھی فاصلہ

Marfat.com

نہ تھا۔

دریائے دجلہ کے ایک کنارہ پر مدائن تھا۔ دوسرے پر بھیرہ شیر مگر جوشماہ جلد قادسیہ پہنچنا نہ چاہتا تھا۔ اس لیے وہ بھیرہ شیر میں ٹھہر گیا۔ تیسرے دن اُس نے بھیرہ شیر سے کوچ کیا اور تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر قیام کرتا ہوا کوثی پہنچا۔ کوثی میں وہ کئی دن ٹھہرا۔ جس دن اُس نے کوثی سے کوچ کیا اور بابل کی طرف بڑھا۔ چند میل ہی چل کر آ سے چند ایرانی بدحواسی سے بھاگے ہوئے آتے ملے روک کر اُن سے دریافت کیا کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے بے اوسان بھاگے چلے آرہے ہیں۔

ایک ایرانی نے جوابدیا۔ وہ رستم کے ہمراہیوں میں سے ہیں اور قادسیہ سے بھاگے آرہے ہیں۔ جوشماہ نے پھر دریافت کیا۔ اس طرح بے اوسان ہوئے کیوں بھاگے آرہے ہو کیا رستم کو شکست ہوئی۔ اسی ایرانی نے جوابدیا۔ جی ہاں ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی۔ رُستم اور اُس کا بیٹا مارے گئے۔ عظیم الشان ایرانی لشکر پارہ پارہ ہو گیا۔ جوشماہ پری ناد پروین۔ علیدا ور عاصم اس نوید جانفزا کو سُن کر بکمال مسرور ہوئے۔ جوشماہ نے مسکرا کر دریافت کیا اب مسلمان کہاں ہیں؟

وہی ایرانی۔ ہمارے پیچھے ہی لگے چلے آرہے ہیں۔ یزدان کی قسم مسلمان پتھر یا لوہے کے انسان ہیں۔ مٹی یا گوشت پوست کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔ کم بخت مرنا اور پیچھے ہٹنا تو جانتے ہی نہیں۔

جوشماہ۔ اب تم کہاں جارہے ہو۔

وہی ایرانی۔ مدائن

جوشماہ۔ مدائن میں جا کر غضب شاہی میں گرفتار ہو جاؤ گے یزدگرد میدان جنگ سے بھاگ آنے والوں کو سولی پر لٹکا دیتا ہے تم میرے ہمراہ واپس چلو۔

تمام بھاگ کر آنے والے ایرانیوں نے کہا۔ صاحب مسلمانوں کے سامنے جانے سے سُولی پر لٹک کر مرجانا اچھا ہے۔ اُن کی صورتیں دیکھ کر دل میں ہول

Marfat.com

بیٹھ جاتا ہے۔ جوشنماہ نے ہر چند ان لوگوں کو روکا۔ مگر وہ نہ رکے۔ بھیرہ شیر کی طرف بھاگے چلے گئے۔ جوشنماہ مقام و کوچ کرتا رہا۔ اُس کو مسلمانوں کی پیشقدمی کی خبریں ملتی رہیں جس روز وہ بابل پہنچا ہے۔ اُسی دن اُسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے فرامرز کو مار ڈالا۔ قلعہ برس پر قبضہ کر لیا۔ زنگیوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی۔ اُسے ان متوحش خبروں کے سننے سے کوئی فکر نہیں ہوا۔ اُس نے قلعہ کی مرمت شروع کرا دی۔ ہزاروں آدمی پختہ فصیل کی درستی پر مامور ہو گئے۔

روزانہ ایرانی قادسیہ اور برس کی طرف سے غول کے غول بھاگ بھاگ کر آتے رہے ان بھاگ کر آنے والوں میں زیادہ تعداد والیسی تھی جنھوں نے اسلامی لشکر کو دیکھا تک نہ تھا۔ محض ان کی پیش قدمی کی خبریں سن کر گاؤں اور قصبے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ آئے تھے۔ مگر جو لوگ روزانہ آ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کے متعلق عجیب غریب خبریں بیان کرتے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ مسلمان انسان نہیں ہیں۔ جن ہیں۔ سوار کو معہ گھوڑے کے اٹھا کر پھینک دیتے ہیں۔ گھوڑا ان سے تیز نہیں دوڑ سکتا۔ کوئی کہتا کہ بھوت ان کے محکوم ہیں۔ وہ جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں گر کر تڑپنے لگتا ہے اور تڑپتے تڑپتے ہی مر جاتا ہے۔ بھوت اس کا گلا گھونٹ ڈالتے ہیں۔ اسی قسم کی عجیب عجیب باتیں ان کی طرف منسوب کی جاتی تھیں۔

ان باتوں کا یہ اثر ہوتا تھا کہ ایرانیوں پر مسلمانوں کا خوف بیٹھا جا رہا تھا۔ اگرچہ ابھی مسلمان ان سے دور تھے۔ لیکن ایرانیوں کا خوف کی وجہ سے برا حال تھا۔ انہیں

لے بابل دریائے فرات کے دونوں کناروں پر تقریباً ایک سال قبل مسیح آباد کیا گیا تھا نہایت وسیع اور شاندار شہر تھا یوں تو عام بادشاہ جو اس پر حکمران رہے اسکی رونق دوبالا کرنے میں سعی کرتے رہے لیکن خاص طور پر نمرود اور بخت نصر بادشاہوں نے اسے شاندار بنانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا تھا اس شہر کی چار دیواری یا فصیل ۳۰ فٹ سے بھی بلند تھی۔ ہر چہار جانب ۲۵-۲۵ عالیشان دروازے تھے۔ ایک دروازہ دوسرے دروازہ سے ۲ فرلانگ کے فاصلہ پر تھا۔ چار دیواری کی ہر دیوار تقریباً ۸ میل لمبی تھی۔ سارے شہر کا رقبہ تقریباً ۷ میل تھا ہر دروازہ سے ایک وسیع سڑک شہر کے اندر دوسرے دروازہ تک سیدھی نکالی گئی تھی۔

(بقیہ اگلے صفحے پر دیکھو)

Marfat.com

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے مسلمان بابل میں آ گئے ہیں اور اُن کے محکوم بھوت اور جن اُن کے گلے گھونٹ رہے ہیں۔ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فاتح قوم کے متعلق ہمیشہ ہر زمانہ میں محیر العقول قصّے بیان ہوتے رہے ہیں۔

مسلمان فاتح قوم تھی اس لیے اس کے متعلق بھی ایسے قصے بیان ہونا ضروری تھے۔ بابل پہنچکر عاصم اور عبید نے جوشناہ سے رخصت کی اجازت چاہی جوشناہ نے اجازت نہ دی اور بہ اصرار انہیں اپنے ہی پاس قیام کرنے پر مجبور کیا۔ اگرچہ عاصم اور عبید اسلامی لشکر میں جانے کے لیے بے قرار تھے لیکن وہ جوشناہ کو اپنا محسن سمجھتے تھے۔ بغیر اس کی مرضی کے نہ جانا چاہتے تھے۔

یہ بات عجیب تھی کہ جوشناہ انہیں اپنے پاس سے جانے بھی نہ دیتا تھا اور ان سے سیدھے مُنہ بات بھی نہ کرتا تھا۔ ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اکثر بے مروّتی سے بھی پیش آتا تھا۔ البتہ ہرمزان خوب ان سے گھل مل کر باتیں کرتا تھا عاصم اور عبید جوشناہ کے اس رویہ کو حیرت سے دیکھتے تھے۔ کبھی کبھی وہ آزردہ خاطر بھی ہو جاتے تھے۔ مگر احسان فراموشی کر کے بغیر اس سے اجازت لیے اسلامی لشکر میں جانے پر تیار نہ تھے۔ عاصم اور عبید ایرانیوں میں رہ کر یادِ خدا سے غافل نہ ہوئے تھے۔ وہ پانچوں وقت نماز پڑھتے اور مسلمانوں کی فتح اور گلعذار لیلٰے کی رہائی کی دُعائیں مانگتے اکثر جوشناہ انہیں نماز پڑھتے دیکھتا اُن سے مذہبی باتیں دریافت کرتا۔ بحث و مباحثہ کرتا۔ وہ دونوں سمجھ ہی نہ سکے کہ جوشناہ کس قسم کا انسان ہے۔ اُسے مسلمانوں سے نفرت ہے یا محبّت اسلام کو کیا سمجھتا ہے۔ البتہ ہرمزان نہایت دلچسپی سے اسلام کے فضائل سنتا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ دلچسپی حور وش پروین اور ستم روزگار خیزران لیتی تھیں۔ وہ دن اور رات کے زیادہ حصّے ان دونوں کے پاس بیٹھ کر ان کی باتیں سُن کر گذارتی تھیں۔

عاصم کو پروین کی ہر بات ہر ادا بیحد بھلی معلوم ہوتی تھی۔ جب وہ حیات بخش تبسّم سے مسکرا کر شوخی آمیز نظروں سے اُسے دیکھ کر باتیں کرتی تو وہ کچھ کھویا سا جاتا اُسکے رُخ زیبا کو دیکھتا رہتا۔

Marfat.com

جس طرح چکور چاند کو تکے جاتا ہے وہ اس کی چاند سی صورت۔ پھول سے رخسارے۔ سیاہ مست و نشیلی آنکھیں۔ پتلے پتلے عنّابی لب۔ موتیوں کی لڑی جیسے خوشنما دانتوں کو بے تحاشا تکتا رہتا۔

جب گلعذار پروین باتیں کرتی ہنستی یا مسکراتی تو اس کے پیارے چہرہ پر شہابی رنگ دوڑ جاتا۔ منہ سے پھول جھڑنے لگتے۔ آنکھڑیوں میں بجلیاں بھر جائیں۔ ایسی حالت میں عاصم کیا جو بھی اُسے دیکھتا ہزار جان سے اس پر مفتون ہو جاتا۔

خیزران بھی اسی کے لگ بھگ حسین تھی۔ وہ شوخ و طرار تھی۔ اُس کی بوٹی بوٹی تھرکتی تھی۔ گویا اُس کی رگوں میں خون نہ تھا۔ شہابی پارہ تھا۔ وہ جو بات کہتی تھی مسکرا کر ہنس کر۔ اُس کی بڑی بڑی غلافی آنکھوں میں دل چرانے والی شرم لبوں پر مستحرکن تبسّم رہتا تھا۔ وہ ہر وقت ہنستی اور ہنساتی رہتی تھی مگر عبیدہ کی حالت سب سے الگ

(صفحہ ۲۹ سے پیوستہ) اس طرح ۲۵ سڑکیں شرقاً غرباً اور ۲۵ سڑکیں ان سڑکوں کو کاٹتی ہوئی شمالاً جنوباً تھیں۔ شہر کے اندر مرغزار باغیچے ہزاروں بیگھے مزروعہ اراضی تھی۔ شہر کے اندر وسط میں دریائے فرات لہریں لیتا بہ رہا تھا۔ اس دریا پر بند لگا کر متعدد نہریں نکالی گئی تھیں جو باغات اور مزروعہ اراضی کو سیراب کرتی تھیں جس جگہ سے دریا شہر میں داخل ہوتا تھا اور جس جگہ دوسری طرف باہر نکلتا تھا۔ عالیشان دروازے بنا کر موٹی موٹی سلاخوں سے بند کر دیئے گئے تھے بانیان شہر نے یوں تو نہایت شاندار عمارتیں بنائی تھیں مگر قیلوس دیوتا کا مندر خاص طور پر قابل ذکر اور رفیع الشان تھا۔ یہ مصر کے مشہور مخروطی میناروں کی وضع پر بنایا گیا تھا۔ یہ مندر سطح زمین سے ۴۸ فٹ کی بلندی پر بنایا گیا تھا۔ بخت نصر کے پوتے کے زمانہ میں بابل پر شاہ ایران نے قبضہ کر لیا تھا۔ اگرچہ بعد میں وہ رونق اور عجوبہ عمارتیں تو نہ رہیں جن کی وجہ سے بابل دنیا بھر میں مشہور رہا تھا۔ لیکن پھر نہایت شاندار اور بارونق شہر تھا۔ استبداد زمانہ نے جس طرح اور دیرینہ یادگاریں مٹا دیں اسی طرح اس عجوبۂ روزگار شہر کو بھی مٹا دیا۔ اب اس مشہور شہر کے کھنڈرات موجود ہیں۔

صادق۔ صدیقی۔ سردھنوی

Marfat.com

تھی۔ وہ خاموش رہتا۔ بہت کم باتیں کرتا تھا۔ ہنستا تو کبھی تھا ہی نہیں۔ افسردہ خاطر۔ مغموم۔ متفکر اور پریشان رہتا تھا۔

ہر چند خیزران اُسے خوش کرنے کی کوشش کرتی۔ اُس پر آوازے کستی اُسے چھیڑتی۔ لیکن وہ خدا کا بندہ نہ جواب دیتا نہ ہنستا بلکہ "صُمٌّ، بُکمٌ" رہتا۔

بابل جیسا کہ ہم ضمنی نوٹ میں بیان کر آئے ہیں نہایت دلفریب اور پاکیزہ شہر تھا اس کا چپّہ چپّہ مینو سواد اور فردوسی نژاد تھا۔ شہر کے اندر بیس باغ اور پارک تھے۔ سبزہ سے لدی ہوئی کناروں والی سڑکیں تھیں۔ باغوں اور باغیچوں۔ چمنوں میں پانی کی چھوٹی چھوٹی نہریں جاری تھیں۔ پھولوں سے لدے ہوئے پودے۔ بیلیں اور درخت تھے۔ ان کی عطر بیز خوشبو سے تمام بابل مہکا رہتا تھا۔

ایک دن عاصم تنہا ایک پارک میں چلا گیا۔ یہ پارک اسی قصر کے قریب تھا جس میں جوشناماہ مقیم تھا۔ اکثر وہ عبلیہ۔ رشک قمر پروین۔ پریزاد خیزران اس پارک میں آتے رہتے تھے۔

عصر کا وقت ہو گیا تھا۔ اُس نے نہر پر بیٹھ کر وضو کیا۔ پھولوں سے گھرے ہوئے سبزہ پر کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ جگہ بے حد دلفریب اور جاذب نظر تھی۔ زمین پر ہری ہری دُوب جمی تھی۔ چاروں طرف سبز سبز مہندی کی ٹٹی تھی۔ خوش رنگ پھولوں کی بیلیں۔ مہندی کی ٹٹیوں پر چڑھی ہوئی تھیں۔ رنگ برنگ کے پھول کھل رہے تھے۔ ان کی بھینی بھینی خوشبو ہر طرف پھیل رہی تھی۔

جس وقت عاصم نماز پڑھنے میں مشغول تھا۔ اس وقت حور وش پروین اس کے پاس آکر اُسے دیکھنے میں محو ہو گئی تھی۔ اس وقت اس بُت ہوش ربا نے پیازی رنگ کی باریک پوشاک زیب تن کر رکھی تھی اپنی سیاہ مشکبو زلفوں میں چنبیلی کے سفید پھول لگا رکھے تھے۔ بڑے بڑے سفید آبدار موتیوں کے ہار خوبصورت و نازک سر پر نہایت سلیقہ سے لپیٹ رکھے تھے۔ ہار کی کچھ لڑیاں دونوں طرف کانوں کے پاس لاکر چھوڑ دی گئی تھیں۔ جن کا سفید رنگ رخسار تاباں میں کھبا جاتا تھا۔

Marfat.com

آفتاب کی طلائی کرنیں اس حورِ جمال کے پھول سے رخساروں میں جذب ہو ہو کر بجلی جیسی تڑپ پیدا کر رہی تھیں۔ اس مست شباب کی رنگینیاں اسکے پھول سے گالوں کی شادابی آنکھوں میں لال لال ڈوروں کا جال کچھ ایسے کیف آگیں تھے کہ دیکھنے والا اُس بُت طنّاز کو دیکھتے ہی جاتا تھا۔

عاصم نماز سے فارغ ہوا۔ دُعا مانگ کر اٹھا۔ اس کی نظر ملائک فریب ایران کی حسینہ پر پڑی۔ وہ حسن کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ محبت کا بے پایاں دریا اس کی آنکھوں میں لہریں لینے لگا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

پروین حوروں کی شان سے قیامت کو رفتار نازسے پیدا کرتی بڑھی۔ عاصم کے پاس پہنچی اپنے اس پرستار کو محو دید پاکر شرما گئی۔ ملکوتی صفات نازنین کے شرمانے نے محبت کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ عاصم پر سرشارانہ کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ اس طرح جھومنے لگا۔ جیسے پروین کی آنکھوں کے پیالوں سے اُس نے شراب پی ہو۔

پروین نے نغمہ زا آواز سے کہا۔ تم کس پُر فریب منظر کے نظارہ میں کھوئے گئے ہو۔

پروین کی سریلی آواز عاصم کو ایسی معلوم ہوئی جیسے فردوسی نغمے شروع ہو گئے ہوں۔ حوروں کی سی ترنم خیز آواز نے اس پر وجدانی کیفیت طاری کردی۔ اُس نے اپنی پھٹی پھٹی آنکھیں پروین کے رخ زیبا پر جما رکھی تھیں وہ اس حور طلعت کے چہرۂ زیبا کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھیں کہہ رہی تھیں کہ وہ اس گل تر کو آنکھوں کی کھڑکیوں کے راستہ دل کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

پروین پر حوروں جیسی حیاء۔ پھولوں جیسی شادابی۔ چاند جیسی دلفریبی چھائی ہوئی تھی۔ وہ بھی عاصم کی محبّت بھری نظروں سے محبّت کے پیالے پر پیالے چڑھا رہی تھی۔ اُس کی مست اور نشیلی انکھڑیاں اور بھی مست ہو گئی تھیں۔ اُس نے پھر کہا۔ عاصم تم بولتے نہیں بتاؤ کیا دیکھ رہے ہو۔

عاصم آہستہ آہستہ حسن کی گہرائیوں سے نکلا۔ کچھ ہوشیار ہوا اور آہستہ

Marfat.com

سے بولا۔ خدا کی بہترین صنعت کا نظارہ دیکھ رہا ہُوں۔
پروین کے مسیحا صفت لبوں پر ہلکا تبسم لوٹنے لگا اُس نے مسکراتے ہوئے پُوچھا۔ خدا کی بہترین صنعت؟ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ وہ کیا ہے؟
عاصم نے سرشارانہ حالت میں کہا۔ اُس کی کاریگری کا بہترین نمونہ حسُن کی جیتی جاگتی تصویر ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔
پروین نے قطع کلام کر کے کہا۔ وہ کہاں ہے؟
عاصم نے اس بُت ہوشربا کے شاداب رخساروں پر نظریں جما کر کہا میرے سامنے!!
پروین نے مصنوعی تعجّب سے اِدھراُدھر دیکھ کر کہا سامنے تو مینو سواد چمن ہے کیا تم چمن کو دیکھ رہے ہو عاصم!
عاصم نے آہ سرد بھر کر کہا۔ ہاں اس چمن کو جس پر ہزاروں چمنوں کی رنگینیاں نثار ہیں۔
پروین۔ کیا مجھے اس چمن کو نہ دکھاؤ گے۔
عاصم۔ تم! ۔۔ ۔۔ ۔۔ تم دیکھ سکتی ہو پروین
پروین۔ دکھاؤ۔
عاصم۔ آؤ میں دکھاؤں۔
عاصم بڑھا اُس نے پروین کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اُس بُت ہوشربا کا گداز اور پھولوں کی رنگت والا ہاتھ عاصم کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس نے نازک اور شاداب پنکھڑیوں والے پھُولوں کو ہاتھ میں لے لیا۔ وہ نہر کی طرف بڑھا۔ پروین ہمراہ چلی دونوں نہر کے کنارہ پر پہنچے نہر میں صاف اور شفّاف پانی بہ رہا تھا۔ اس کی تہ آئینہ کی طرح صاف تھی۔ کنارہ پر کھڑے ہُوئے پھولوں کا عکس پانی پر پڑ پڑ کر چمک رہا تھا۔ عاصم نے کہا اے رشک چمن اس چمن کو دیکھو۔ جس پر ہزاروں چمنوں کی رعنائیاں نثار ہیں۔
پروین نے جھانک کر دیکھا۔ ایک حسُن کی پُتلی۔ نوُر کا پیکر شادابی کا مجسّمہ۔ رعنائی کی تصویر سامنے کھڑی نظر آئی۔ وہ اُسے دیکھ کر جھجک گئی۔ عاصم نے

Marfat.com

دریافت کیا۔ تم نے دیکھا خدا کی بہترین صنعت کا نمونہ دیکھا۔ ایران کی بہترین حسینہ کو دیکھا۔ پروین مسکرائی۔ اُس نے کہا تم بڑے شریر ہو عاصم۔ عاصم محبت کا دیوتا بنا ہوا تھا۔ اُس نے کہا۔ تم چمن روزگار کی بہترین تصویر ہو پروین!!

پروین نے کہا اور تم کیا ہو؟

عاصم۔ میں محبت کا دیوتا۔ حسن کا پرستار۔ تمہارا پجاری ہوں۔

پروین۔ کیا یہ سچ ہے عاصم

عاصم۔ بالکل سچ ہے محبت والہانہ عشق ہے کہیں تم پہلے جنم میں حُور تو نہ تھیں۔ پروین؟

بے ساختہ پروین کی ہنسی نکل گئی۔ ہنسنے سے اُس کے باریک عُنّابی لب کھلکر موتیوں کی لڑی جیسے سفید دانت چمکنے لگے۔ رُخسارے تر و تازہ ہو کر رنگینیوں میں ڈوب گئے۔ آنکھوں سے بجلیاں چمکنے لگیں اس نے کہا آ ہا ہا بالآخر تم بھی آواگون کے قائل ہو گئے عاصم!

عاصم۔ تمہارا حسن تمہاری رعنائی۔ تمہاری محبت مجھے سب باتوں کی قائل بنا دے گی پروین؟

پروین نے متین صُورت بنا کر کہا۔ عاصم کیا تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو۔

عاصم نے ایسی نظروں سے جن میں حیرت اور افسوس کی مخلوط جھلک پائی جاتی تھی۔ پروین کے متین چہرہ کو دیکھ کر کہا کیا تم کو میری محبت میں شبہ ہے۔

پروین نے خوبصورت آنکھیں جھکا کر کہا۔ ہاں شُبہ ہے مسلمان کبھی کسی سے محبت نہیں کرتے۔

عاصم۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ مسلمان کے دل میں محبت کے جذبات نہیں ہوتے۔

پروین۔ میں ایسا ہی سمجھتی ہوں۔

عاصم۔ نہیں پروین جب مسلمان کسی سے محبت کرتا ہے تو اُسی کا ہو رہتا ہے

پروین نے اپنی ہوشربا نگاہوں سے جن میں شراب حسن نے رنگینی پیدا کر دی تھی۔ عاصم کو دیکھ کر کہا۔ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ اس لیے میرے ہو عاصم۔

عاصم اس کی نگاہوں سے مدہوش ہو گیا۔ اُس نے کہا۔ ہاں میں تم سے

Marfat.com

محبت کرتا ہوں۔ اور تمہارا ہی ہوں پروین!!

پروین۔ دھوکہ تو نہ دوگے؟

عاصم۔ کبھی نہیں۔

پروین۔ بدل تو نہ جاؤ گے۔

عاصم۔ ہرگز نہیں۔

پروین۔ بس تو تم میرے اور صرف میرے ہی بن جاؤ۔

عاصم۔ میں تمہارا اور صرف تمہارا ہی ہوں!!

پروین۔ زبانی اقرار سے کچھ فائدہ نہیں۔

عاصم۔ اور کیا چاہتی ہو میری حور

پروین نے محبت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم اسلام کو چھوڑ دو۔ زرتشتی بن جاؤ!!

جس طرح انسان کے پھول چنتے چنتے دفعتاً کانٹا چبھ جاتے اور وہ چونک پڑے یا کسی کے گیسوئے دراز کے دھوکہ میں کوئی سیاہ ناگن ہاتھ میں آجائے اور وہ ڈس لے اور اس سے انسان ایک دم اچھل پڑے اسی طرح عاصم چونک پڑا۔ وہ حسن کی گہرائیوں اور محبت کے جال سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے ماہ پیکر پروین کو دیکھا۔ پروین نے مست نگاہوں سے شراب محبت کے کیف آگیں ڈورے ڈالتے ہوئے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ تم حیران ہو رہے ہو۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔ ہماری محبت میں مذہب کی جو خلیج حائل ہے اسے پاٹ دو۔

عاصم نے ٹھنڈا سانس بھر کر نظریں جھکا لیں۔ اس نے کہا اے تنویر حسن میں تجھے دل دے چکا ہوں۔ جان دے سکتا ہوں۔ مگر ایمان نہیں دے سکتا۔

پروین اس طرح چونکی جیسے کسی نے اس کے ننھے دل میں چٹکی لی ہو اس نے کہا۔ کیا تمہاری محبت جھوٹی تھی۔ کیا تم مجھ سے فریب کر رہے تھے۔

پروین کو قدرے طیش آگیا تھا۔ طیش سے دوران خون تیز ہو کر اس کی شہابی رنگت نکھر آئی تھی۔ وہ شعلۂ جوالہ معلوم ہونے لگی تھی۔ اس کے گورے

Marfat.com

گورے گالوں سے گلابی رنگ دمکنے لگا تھا۔

عاصم نے اس پری پیکر کو طیش میں دیکھا۔ وہ اس کی برق فشاں آنکھوں سے نگاہیں چار نہ کر سکا۔ اس نے نظریں جھکاتے ہوئے جواب دیا۔ پروین میں نے فریب نہیں دیا مسلمان دھوکہ دینا نہیں جانتے۔ لیکن او بھولی صورت والی تو نے مجھے فریب دیا۔ تونے میری رگ رگ میں محبّت کے جراثیم اس لیے بھرے کہ مجھے بے خود بنا کر ٹھگے۔

او میرے دل کو چُرانے والی تو نے اس لیے مجھ سے لگاوٹ کی کہ میرے ایمان پر ڈاکہ ڈالے۔ عاصم کو جوش آگیا۔ اُس کے بشرہ پر سرخی دوڑ گئی۔ اور آنکھوں سے بجلیاں نکلنے لگیں۔ پروین اُس کی یہ کیفیت دیکھ کر مرعوب ہوگئی۔ وہ ادائے جانانہ سے اٹھلاتی ہوئی بڑھی۔ عاصم کے پاس آئی۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولی۔ عاصم میں چور نہیں۔ ڈاکو نہیں۔ تم سے محبّت کرتی ہوں۔ تمہاری پرستار ہوں۔ جب تک تم وہ مذہب اختیار نہ کرو جو میرا ہے میں تمہاری نہیں ہو سکتی۔

عاصم نے کچھ کہنا چاہا۔ پروین نے روک کر کہا۔ پہلے وہ سب سُن لو جو مجھے کہنا ہے۔ یہ میری خواہش نہیں کہ تم اس دین میں آجاؤ جو میرا ہے۔ میں ان پست خیالات سے بالاتر ہوں۔ میں تم سے محبّت کرتی ہوں اور کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔

عاصم نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ پھر کون چاہتا ہے کہ میں اسلام کو چھوڑ دوں؟

پروین نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔ میرا باپ جوشماہ!! اُس نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ جبتک عاصم ہمارے مذہب میں داخل نہ ہوگا اس سے کوئی رشتہ قائم نہ کیا جائے گا۔

عاصم نے اپنا سر جُھکا لیا۔ وہ کچھ سوچنے لگا۔ پروین نے کہا۔ عاصم میرے باپ کی ضد پوری کردو۔ اسلام چھوڑ دو۔

عاصم نے پروین کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے کہا پروین یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

پروین اسکی طرف بڑھی۔ وہ اس کے پاس پہنچکر دوزانو کھڑی ہوگئی۔ اس نے اپنے خوبصورت اور نازک ہاتھوں کو جوڑ کر کہا۔ عاصم مان جاؤ۔ میں منّت کرتی ہوں مان جاؤ۔

عاصم نے کہا۔ پروین یہ غیر امکان ہے۔ ایک مسلمان سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

پروین نے عاصم کا دامن پکڑ لیا۔ اس کی موٹی موٹی سُرمگین آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں نکلنے لگیں۔ اس نے کہا عاصم ضد نہ کرو۔ میری رگ رگ میں تمہاری محبّت اثر کر چکی ہے۔ اگر تم نے اپنا مذہب نہ چھوڑا تو میرا باپ مجھے تم سے ملنے کی کبھی اجازت نہ دے گا۔ اور جب تم سے ملنا چھوٹا تو میری موت یقینی ہے۔

عاصم نے اس کے دست نازک سے اپنا دامن چھڑاتے ہوئے کہا۔ پروین میری اور تمہاری دونوں کی موت یقینی ہے۔ میں اپنا مذہب نہ چھوڑونگا تمہارا باپ اپنی ضد نہ چھوڑنے گا۔ بڑھی ہوئی محبّت مجھے اور تجھے دونوں کو گھُلا گھُلا کر مار ڈالے گی۔

پروین نے ایسی یاس بھری نظروں سے جن میں مایوسی کی بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔ عاصم کو دیکھ کر کہا۔ آہ عاصم مجھ پر رحم کرو۔ مجھے بچالو۔

عاصم آبدیدہ ہوگیا۔ اُس نے کہا۔ پروین میں مجبور ہوں۔ ممکن ہے تیری محبّت کا دریا پایاب ہوجاتے تو مجھے بھُول جاتے لیکن میں۔۔۔۔۔۔ آہ میں مر کر بھی تجھے نہ بھولوں گا۔ زیر مزار بھی میری رُوح بیقرار رہے گی۔

پروین کچھ کہنا چاہتی تھی کہ بابل کے قلعہ میں شورِ عظیم پیدا ہوا۔ پروین اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے اور عاصم نے حسرت سے بابل کی فصیل کیطرف دیکھا۔ لوگ ٹھٹ کے ٹھٹ فصیل پر جمع ہو رہے تھے۔ وہ کوئی کیطرف دیکھ دیکھ کر خوش ہو ہو کر تالیاں بجا رہے تھے۔

یہ دونوں آہستہ آہستہ چل کر فصیل پر پہنچے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایرانیوں کا عظیم الشان لشکر بابل کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔ عاصم اس لشکر کو دیکھ کر

Marfat.com

کسی قدر متفکر ہو گیا۔ وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔ پروین اسے دیکھنے لگی۔ دفعتاً انہوں نے نعرۂ تکبیر کی دل ہلا دینے والی آواز سُنی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا۔ قادسیہ کی جانب سے اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ آ رہا تھا۔ اسلامی علم ہوا میں لہرا رہا تھا۔ عاصم نے مدّت کے بعد مسلمانوں اور اسلامی علم کو دیکھا تھا۔ اس لیے وہ نہایت مسُرور ہوا۔

Marfat.com

باب ۳

اشتباہ

ماہ پیکر پروین نے بھی اسلامی لشکر کو دیکھا۔ مسلمان قلعہ سے فاصلے پر آکر رُکے عاصم برابر انہیں دیکھ رہا تھا۔ پروین نے عاصم کی طرف دیکھا۔ اُس نے ٹھنڈا سانس بھرا جس نے عاصم کو بے قرار کر دیا۔

عاصم نے اس حور کو دیکھا۔ اُس کی پیاری اور دلفریب نظروں سے غم و حسرت ٹپک رہے تھے یہ کیسے ممکن تھا کہ اس پری پیکر کو دیکھ کر عاصم چپ رہتا اس نے پوچھا کیا بات ہے پروین۔

پروین نے جواب دیا۔ کچھ نہیں عاصم میری طبیعت کچھ گھبرانے لگی ہے آؤ چلیں !!

عاصم۔ کہاں

پروین۔ قصر میں خیزران اور ابا جان میرے منتظر ہوں گے۔

عاصم۔ کیا مجھ سے خفا ہو گئی ہو میری حور۔

پروین۔ ان مصنوعی باتوں سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم نے مجھے فریب دیا۔ جس قدر خوش تم آج مسلمانوں کو دیکھ کر ہوتے ہو۔ اس قدر آج سے پہلے نہ ہوئے تھے۔ تم نے مجھے تباہ کر دیا عاصم !!

عاصم۔ میں خود تباہ ہو گیا کس نے تباہ کیا اگر صاف کہوں تو تم اور خفا

Marfat.com

ہو گی۔ اچھا بگڑ لو سستم کا کوئی حوصلہ باقی نہ رہے۔

پرویں۔ چلو عاصم دیکھو لوگ ہماری طرف دیکھ رہے ہیں۔

عاصم۔ یہی تو جلنا ہے۔ پرویں جو تم کو دیکھتا ہے دیکھے ہی جاتا ہے۔ میں ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں کسی کی تم کو نظر نہ لگ جائے کاش میں تمہیں اپنے دل میں رکھ سکتا۔ آنکھوں کے پردوں میں چھپا سکتا۔

پرویں۔ مگر لوگ تو تم کو دیکھ رہے ہیں۔

عاصم۔ اس لیے کہ آج میری قوم بابل پر چڑھ کر آگئی ہے ان کی کینہ پرور نگاہیں اس لیے میرے اُوپر پڑ رہی ہیں کہ میرے ٹکڑے کر ڈالیں۔

ابھی پرویں نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ جوشناہ آگیا۔ اس کے چہرہ سے کچھ کبیدگی کچھ غصّہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس نے پرویں سے مخاطب ہو کر کہا۔

پرویں تم یہاں ہو خیزران تم کو پارکوں میں ڈھونڈھ رہی ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ عاصم تم نے ایرانی لشکر کو دیکھا!

عاصم جی ہاں دیکھا ایک مرتبہ اور ایرانی اپنی پوری جمعیت کے ساتھ آئے ہیں۔

جوشناہ۔ یہی بات ہے مگر تم نے مہران کو نہیں دیکھا وہ شیطان بھی آیا ہے۔

عاصم۔ میں نے نہیں دیکھا میرے محسن اب آپ مجھے اجازت دیدیں۔ اسلامی لشکر میں پہنچکر اسلام اور مسلمانوں کی مدد کرنا چاہتا ہُوں۔

جوشناہ۔ ابھی اور ٹھہرو شاید تم کو یہ خیال ہوگیا کہ مہران تم کو پہچان کر نقصان نہ پہنچائے۔ اطمینان رکھو۔ وہ میری موجودگی میں تمہیں ضرر پہنچانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

عاصم۔ محترم بزرگ نہ میں مہران سے ڈرتا ہُوں نہ اُس کے خوف کی وجہ سے آپ جیسے محسن کو چھوڑنا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اسلام اور مسلمانوں کی محبت آپ کی جدائی پر مجبور کر رہی ہے۔

جوشناہ۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں آؤ قصر میں چل کر باتیں کریں گے۔

عاصم سمجھ گیا۔ جو باتیں پری پیکر پرویں نے اس سے کی تھیں ان کا ہی اعادہ

Marfat.com

جوشنماہ کرے گا۔ اس نے سر جھکا کر کہا چلئے۔ جوشنماہ آگے چلا۔ پروین اور عاصم اُس کے پیچھے چلے۔ یہ تینوں فصیل سے اُترے اور جس قصر میں انہوں نے قیام کیا تھا اس کی طرف روانہ ہوئے۔

اس وقت ایرانی لشکر بابل میں داخل ہو رہا تھا۔ وسیع راستہ سپاہیوں سے لبریز ہو کر تنگ ہو گیا تھا۔ جوشنماہ کچھ ہی دُور چلا تھا کہ مہران آگیا۔ اس نے بڑھ کر جوشنماہ کو سلام کیا اور محبت بار نظروں سے پروین کو دیکھ کر بولا۔ میں خوش ہوں کہ مجھے آپ کی خدمت کرنے کا پھر فخر حاصل ہوا۔

جوشنماہ نے جواب دیا۔ مہران اچھا ہوا کہ تم آگئے آج ہر ایرانی کا فرض ہے کہ ملک و قوم کے لیے جو کچھ وہ کر سکتا ہے کرے۔

مہران۔ میں اسی لیے آیا ہوں۔ میرے بزرگ یہ تمام لشکر میری ہی قیادت میں ہے۔

پروین اس سے اس قدر بیزار تھی کہ اس کی صُورت تک دیکھنا نہ چاہتی تھی اس نے اس کی طرف سے مُنہ پھیر رکھا تھا۔ گویا وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔

مہران اُسے تک رہا تھا۔ بے تحاشہ تک رہا تھا۔ اُس نے کہا کیا تم مجھ سے کچھ ناخوش ہو پروین ؟

پروین اس سے بولنا نہ چاہتی تھی مگر جب اُس نے مخاطب کیا تو جواب دینا ضروری ہو گیا۔ اُس نے کہا میں کسی ناخوش کیوں ہوتی مہران !

مہران نے پھر کہا پروین ان مسلمانوں کو شکست دے کر میرا اعزاز بڑھ جائیگا۔ یہ تمام علاقہ جو مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے۔ میری جاگیر میں آجائے گا اور پھر اسے میری ذر۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ تو میری ہوگی۔

پروین یہ سُنکر چونک پڑی۔ جوشنماہ کو ناگوار گذرا۔ مگر اُسے مہران نے بتا دیا تھا کہ وہ اس تمام لشکر کا سپہ سالار ہے جو اُس کے ساتھ آیا ہے لہٰذا وہ خاموش رہا۔ اس کے علاوہ جوشنماہ کو ایک خوف اور بھی تھا وہ یہ کہ عاصم اُس کے ساتھ تھا۔ عبید اس کے قصر میں تھا۔

یہ دونوں مسلمان حکومت اور بادشاہ کے مجرم تھے۔ جیلخانہ سے فرار ہو کر

Marfat.com

آئے تھے۔ اس کے ساتھ موجود تھے۔ مجرموں کی اعانت کرنے والا بھی مجرم ہوتا ہے۔ اس لیے جوشماہ مجرم تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہیں مہران عاصم کو پہچان نہ لے اس کے پہچانتے جاتے ہی ایک بڑے فتنہ کے آغاز کا اندیشہ تھا۔ جوشماہ یہ چاہتا تھا کہ مہران عاصم کو نہ دیکھے۔ دوسری طرف متوجہ رہے۔

مہربان نے ابھی تک عاصم کو نہ دیکھا تھا۔ وہ پروین کے رُخِ تاباں کو دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ عاصم پروین کے دوسری طرف اس کے برابر ہی تھا۔ مگر مہران کی اس پر نظر نہ پڑی تھی۔ اس وقت آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ روشنی زائل ہوتی جا رہی تھی۔ تاریکی بڑھتی جاتی تھی۔ مگر پروین کا چہرہ اب بھی چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔ مہران ٹکٹکی لگائے اس کے پُرنور چہرہ کو دیکھ رہا تھا۔

جب مہران نے کہا۔ تو میری ہوگی تو پروین نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اس فقرہ کا مطلب نہ سمجھ سکی۔ جوشماہ البتہ سمجھ گیا۔

جوشماہ نے پروین سے وہ باتیں بیان نہ کی تھیں۔ جو یزدگرد نے اس سے پروین کیساتھ مہران کے عقد کی بابت کی تھیں۔ مہران کو بالکل یقین تھا کہ مسلمانوں کو شکست دیتے ہی یزدگرد پروین سے اس کا عقد کرا دے گا۔ اسے مفتوحہ علاقہ جاگیر میں دے گا۔ اس سے اس کا بڑا اعزاز بڑھ جائے گا۔

مہران چھچھورا۔ سفلہ اور زود رنج واقع ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ناآشنا محبت۔ غرض کا بندہ اور ظالم بھی تھا۔ جب پروین نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تو اُس نے مسکرا کر کہا۔ حیران ہو کر کیا دیکھ رہی ہو۔ پروین ~~حضور~~ شہنشاہ نے سب کچھ طے کر دیا ہے۔ کیا بزرگ شہنشاہ نے تم سے کچھ تذکرہ نہیں کیا۔

اگرچہ جوشماہ کو اس کی ہرزہ سرائی ناگوار گذر رہی تھی۔ لیکن اُس نے ناگواری کو مہران پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ البتہ گفتگو کا رُخ بدلنے کے لیے کہا۔ مہران یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔ کس قدر لشکر تمہارے ہمراہ ہے؟

مہران نے کہا پورا ڈیڑھ لاکھ آپ دیکھیں گے کہ یہ لشکر مسلمانوں کو پارہ پارہ کر دے گا۔ میری تلوار مسلمانوں کے سپہ سالار کے ٹکڑے کر دے گی!!

پروین کو اس کی تعلّی پر ہنسی آگئی۔ اُسے یاد تھا کہ کس طرح عاصم نے اس

Marfat.com

کی کلائی میں زخم لگا کر اُسے نہتا کر دیا تھا اگر وہ عاصم سے سفارش نہ کرتی تو مہران ضرور مار ڈالا جاتا۔ آج مہران ڈیڑھ لاکھ لشکر کو دیکھ کر شیخی بگھار رہا تھا۔ مہران نے بھی اس حور ادا کو ہنستے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ اس کی ہنسی کی وجہ سمجھ گیا۔ اس سے اُسے جوش سا آ گیا۔

اس نے کہا تم ہنستی ہو پروین کیا تم کو میری بہادری میں شبہ ہے۔ پروین نے استہزاد کے طور پر مسکرا کر کہا۔ یزداں نہ کرے شک کیوں ہوتا لیکن مہران سنا ہے مسلمان بڑے بہادر ہوتے ہیں!!

مہران اس کے استہزاد کو سمجھ گیا اُسے غصہ آ گیا۔ اس نے بگڑ کر کہا تم میرا تمسخر اڑاتی ہو۔ تمہیں میری طاقت کا اندازہ نہیں ہے کل میدان کارزار میں میری بہادری دیکھنا۔

جوشنماہ نہ چاہتا تھا کہ اس ناگوار گفتگو کا سلسلہ جاری رہے۔ اُس نے کہا مہران ہمیں تمہاری بہادری میں شبہ نہیں ہے۔

پروین مہران کو دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ اُسے ہنستے ہوئے دیکھ کر مہران کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی۔ اس کا غصہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اُس نے کہا آپ کو شبہ نہیں ہے آپ مجھے جانتے ہیں لیکن پروین کو شبہ ہے یہ میرا تمسخر اڑا رہی ہے۔

جوشنماہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ پروین ایسی جرأت نہیں کر سکتی۔ مہران نے کہا پروین کو معلوم نہیں ہے کہ مسلمان مجھ سے کس قدر کانپتے ہیں۔ جب سے انہوں نے سُنا ہے کہ یہ لشکر میری سرکردگی میں ہے اس وقت سے وہ گھبرا گئے ہیں۔

پروین نے مسکرا کر کہا۔ جی ہاں اسی لیے وہ گھبراتے ہوئے آپ کے سامنے آتے ہیں۔ جو شخص شیر سے ڈر جاتا ہے کیا وہ ڈر کر شیر ہی کے سامنے چلا جاتا ہے۔

جوشنماہ نے پروین کو چشم نمائی کرتے ہوئے کہا کیا واہیات ہے پروین مسلمان مہران تو مہران ہر ایرانی سے ڈرتے ہیں۔

Marfat.com

جوشناہ کے تعریف کرنے سے مہران مسکرا پڑا۔ اُس نے کہا لیکن پروین کو تو یقین نہیں آتا۔

اب وہ قصر جس میں جوشناہ مقیم تھا قریب آگیا تھا۔ قصر کے سامنے والا پارک شروع ہوگیا تھا۔ پارک میں داخل ہوتے ہی خیزران اور عبید ملے۔ خیزران مہران کو دیکھ کر قدرے خوفزدہ ہوگئی۔ مہران نے پہلے خیزران کو اور پھر عبید کو دیکھا۔

چونکہ اس وقت آفتاب غروب ہوگیا تھا۔ کسی قدر اندھیرا چھا گیا تھا۔ عبید ایرانی پوشاک میں تھا۔ اس لیے مہران جلدی اُسے شناخت نہ کر سکا۔ البتہ وہ اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

جوشناہ پریشان ہوگیا۔ اُسے خوف ہی نہیں بلکہ یقین ہوگیا کہ مہران عبید کو پہچان لے گا۔ اُس نے اُس کی توجہ ہٹانے کے لیے کہا۔ میرے خیال میں لشکر کو اسی وقت فصیل پر متعین کر دینا چاہیئے۔

مہران نے کہا میرا بھی ایسا ہی خیال ہے آپ تخیر جان سے جاکر کہہ دیں کہ وہ اسی وقت لشکر فصیل پر متعین کر دے۔

جوشناہ کو اور بھی فکر ہوا وہ سمجھ گیا کہ مہران یہاں سے جانا نہیں چاہتا بلکہ اُسے ٹالنے کی فکر میں ہے۔ اُسے اندیشہ ہوا کہ اس کے جانے کے بعد اگر مہران نے عاصم اور عبید کو پہچان لیا تو بڑی خرابی ہوگی۔ وہ ان دونو کے ساتھ ہی پروین خیزران۔ ہرمزان غرضیکہ سبکو گرفتار کر لے گا۔

اُس نے مہران کو اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے اس کی تعریف شروع کی۔ اُس نے کہا۔ آپ نے خوب کہا۔ تخیر جان فنون حرب سے ناواقف ہے اس بات کو تو آپ ہی خوب سمجھتے ہیں کہ کہاں اور کس قدر لشکر متعین کیا جاتے۔

جوشناہ کا افسوں کارگر ہوگیا۔ مہران اپنی تعریف جوشناہ کی زبان سے پروین اور خیزران کی موجودگی میں سنکر بہت مسرور ہوا۔ اُس نے کہا آپ نے درست فرمایا۔ تخیر جان کیا۔ لشکر میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں جو کہ فنون حرب سے پورا ماہر ہو۔ اسی وجہ سے ملک معظم نے مجھے اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجا

Marfat.com

ہے ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

جوشنماہ۔ درست ہے۔ آیئے پھر فصیل پر لشکر متعین کر دیجئے۔

مہران۔ چلئے سپہ سالار کے فرائض بھی کس قدر اہم ہیں۔ خیال کیجئے۔ دُور دراز سے سفر کیے چلا آ رہا ہوں۔ آرام کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن ابھی آرام نہیں کر سکتا!

جوشنماہ۔ جی ہاں! ع جن کے رُتبے ہیں سوا ان کی سوا مُشکل ہے۔

مہران ابھی تک عبید کو تکے جا رہا تھا۔ اُس نے خیزران سے دریافت کیا تمہارے ساتھ یہ نوجوان کون ہے؟

خیزران گھبرا گئی۔ جوشنماہ نے کہا۔ یہ ہرمزان کا دوست ہے حلولہ سے آیا ہے۔

مہران۔ مجھے اس پر عبید کا شبہ ہُوا تھا۔

جوشنماہ نے بناوٹی حیرت سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ عبید کا؟ عبید تو مدائن کے جیلخانہ میں پڑا اسٹر رہا ہے۔

مہران۔ نہیں وہ اور عاصم دونوں بھاگ گئے۔

جوشنماہ نے بڑی حیرت سے مہران کو دیکھ کر بھاگ گئے؟ کس طرح۔

مہران۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کس طرح بھاگے۔ شاہی انگشتری چوری ہو گئی تھی۔ آسیہ کے پاس سے برآمد ہوئی۔ وہ گرفتار کر لی گئی۔

پروین اور خیزران دونوں نے ایک دوسرے کو غم آلود نظروں سے دیکھا پروین نے دریافت کیا کیا آسیہ نے انہیں رہا کرا دیا؟

مہران۔ نہیں وہ جیلخانہ کی دیوار توڑ کر بھاگ گئے۔

خیزران۔ پھر آسیہ کو کیوں گرفتار کیا گیا؟

مہران۔ اُس نے شاہی انگشتری چرائی تھی۔ انقلابیوں سے ملی ہُوئی تھی۔ یہ سُن کر پروین اور خیزران دونوں کو بے حد رنج ہوا۔ پروین نے دریافت کیا اب آسیہ کہاں ہے؟

مہران۔ جیل خانہ میں۔

Marfat.com

جوشناہ دیکھ رہا تھا کہ دونوں سیم تن لڑکیاں آسیہ کی گرفتاری کی خبر سنکر بیحد رنجیدہ اور غمزدہ ہوگئی ہیں اس نے مناسب سمجھا کہ کسی طرح مہران کو یہاں سے ہٹالیا جائے اُس نے کہا آئیے تو پھر فصیل کا معائنہ کر لیجئے۔

مہران۔ چلئے (خیزران سے) تم ہرمزان سے کہنا وہ اپنے اس دوست (عبید کی طرف اشارہ کرکے) کو لے کر رات کو میرے پاس آئیں۔

خیزران نے کوئی جواب نہ دیا۔ جوشناہ نے کہا۔ ہرمزان اور میں معہ اُس کے دوست کے آپ کے پاس آوینگے۔

مہران اور جوشناہ دونوں چلے گئے۔ پروین اور خیزران ایک دوسرے کو غم اور افسوس بھری نظروں سے دیکھنے لگیں۔ عاصم نے ان سے خطاب کرکے کہا۔ غم نہ کرو۔ خدا آسیہ کی حفاظت کرے گا۔ تم دونوں قصر میں جاؤ میں اور عبید مغرب کی نماز پڑھ کر آتے ہیں۔

دونوں سیم تن لڑکیاں غم وافسردگی سے اپنے خوبصورت اور نازک سر جھکائے چلی گئیں۔ عاصم اور عبید نے وضو کیا اور نمازِ مغرب ادا کرنے میں مصروف ہوئے۔

عاصم اور عبید نماز پڑھ کر قصر کے اندر داخل ہوئے چونکہ اب رات آگئی تھی۔ اس لیے تمام قصر میں شمعیں روشن کر دی گئی تھیں۔ سارا قصر اس روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ یہ دونوں صحن طے کرکے ایک وسیع کمرہ میں پہنچے یہ کمرہ بہترین ساز و سامان سے آراستہ تھا۔ بلوّری فانوسوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں۔ روشنی اس قدر پھیلی ہوئی تھی کہ دِن نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ پروین اور خیزران ایک کوچ پر بیٹھی ہوئی رو رہی تھیں۔ ان کے گُلابی رُخسار سے آنسوؤں سے تر تھے ان دونوں کو دیکھتے ہی انہوں نے آنسو پینے چاہے مگر نہ پی سکیں۔ عاصم پروین کو روتے ہوئے دیکھ کر بے قرار ہو گیا۔

وہ بڑھ کر اس کے پاس پہنچا۔ اُس نے کہا تم رو رہی ہو پروین۔ تمہارے آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہیں۔

Marfat.com

پروین نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا کیسے نہ روؤں عاصم جس نے مجھ پر احسان کیا۔ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا۔ درندہ صفت انسانوں نے اسے گرفتار کرلیا۔

عاصم۔ وہ چند ہی روز مصیبت میں گرفتار رہے گی ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔

پروین نے اشک آلود نگاہوں سے عاصم کو دیکھ کر قطع کلام کرتے ہوئے پھر کہا۔ اس کے بعد کیا ہوگا ؟

عاصم۔ وہ رہا ہو جائے گی۔

پروین۔ اسے کون رہا کرائے گا۔

عاصم۔ مسلمان

پروین۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ مسلمان فتحیاب ہوں گے۔

عاصم۔ بالکل یقین ہے۔ خدا اور اُس کے رسُول کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ مسلمانوں سے ایران کی فتح کا وعدہ کیا ہوا ہے۔

پروین۔ آہ تم نہیں جانتے کہ ایرانی کس قدر بیرحم کس قدر بیدرد اور کتنے جفاکار ہیں اتنے مسلمان وہاں پہنچیں گے۔ وہ اسے زندہ ہی کیوں چھوڑینگے۔

عاصم۔ اچھّا تو مجھے اجازت دو پروین میں اپنی محسنہ کو رہائی دلانے کے لیے جاؤں۔

پروین نے حیرت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھ کر کہا تم ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

عاصم ایران کا ذرّہ ذرّہ تمہارا دشمن ہے تم بھُول کر بھی وہاں نہ جانا۔

عاصم۔ لیکن میں یہ کیسے برداشت کرسکتا ہوں کہ تم بے چین رہو غمگین رہو۔ آنسو بہاؤ۔

پروین۔ میں ضبط کروں گی۔ اب آنسُو نہ بہاؤں گی !!

یہ کہتے ہوئے پروین اور رخیزران نے آنسُو پونچھے۔ دوسری کوچ پر عاصم اور علیہ بیٹھ گئے۔ پروین نے کہا۔ عاصم کمبخت مہران یہاں بھی آگیا ہے۔ خیریت ہوئی جو اُس نے تمہیں نہیں دیکھا۔ میں سارے راستہ اس خوف سے لرزتی رہی۔ اگر وہ پہچان جاتا تو بڑی خرابی ہوتی !!

Marfat.com

عاصم ۔ میں تمہارے برابر اسی وجہ سے چلتا رہا۔ اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی۔ لیکن پروین سارے راستہ اُسے دیکھ کر جوش اور غصہ سے خون میری رگوں میں کھولتا رہا۔ میں نے بڑی مشکل سے ضبط کیا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ آئندہ جب وہ ملے گا تو میں وفورِ جوش سے ضبط نہ کر سکوں گا۔

پروین ۔ نہیں عاصم تم کو ضبط ہی کرنا چاہیئے۔

ابھی اس قدر گفتگو ہوتی تھی کہ جوشنماہ اور ہرمزان آگئے۔ ان کو دیکھتے ہی سب تنظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ وہ دونوں عاصم اور عبید کے پاس آکر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی اور سب بھی بیٹھ گئے۔ جوشنماہ نے کہا۔ عاصم مہران کو عبید پر شُبہ ہو گیا ہے۔ غنیمت ہوا جو اس نے تم کو نہیں دیکھا وہ اپنا شبہ مٹانے کے لیے ابھی میرے ہمراہ آرہا تھا۔ مگر اس وقت تو میں اسے ٹال آیا ہوں۔ البتہ صبح یا تو وہ خود یہاں آئے گا یا عبید کو وہاں بُلا دے گا۔

عاصم ۔ پھر کیا ہُوا دن میں عبید کو دیکھتے ہی وہ پہچان لے گا۔

جوشنماہ ۔ میں بھی اسی فکر میں ہُوں۔ عبید کو شناخت کرتے ہی وہ گرفتار کر لے گا۔

عاصم ۔ میرے خیال میں آپ اب مجھے اور عبید کو یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدیں۔

جوشنماہ ۔ لیکن صبح جب مہران عبید کو طلب کریگا تو کیا جواب دیا جائے گا۔

عاصم ۔ اس سے کہدیجئے کہ وہ رات ہی جلولہ چلا گیا۔

جوشنماہ ۔ نہیں عاصم اس سے اس کا شک یقین کے درجہ تک پہنچ جائے اور چونکہ اُسے ہم سے خدائی عناد ہے۔ اس لیے فوراً ہمیں حراست میں لے لیگا۔

عاصم ۔ پھر آپ نے کیا سوچا ہے کیا میں اور عبید اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دیں۔

Marfat.com

جوشناہ۔ اسی طرح ہم پر سے آئی بلا ٹل سکتی۔

عاصم۔ بس تو مطلق فکر نہ کیجئے۔ آپ ہم دونوں کو اس کے حوالہ کر دیجئے۔

ابھی جوشناہ نے کچھ جواب نہ دیا تھا کہ پروین نے کہا۔ نہیں آباجان اس طرح تو اس کا شک اور بڑھ جائے گا۔ ان دونوں کی گرفتاری سے اُسے پُورا ثبوت مل جائے گا۔ اور پھر وہ ہمیں بھی یقیناً گرفتار کرے گا۔ کیوں آپا خیزران تمہارا کیا خیال ہے؟

خیزران نے کہا۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔ اس کے علاوہ دُنیا ہم پر لعنت کرے گی کہ ہم نے اپنے مہمانوں کو گرفتار کرا دیا۔ کیوں بھائیجان آپ کی کیا رائے ہے ؟

ہرمزان نے کہا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ ہم پر چاہے جس قدر مصیبتیں آئیں۔ تکلیفیں پہنچیں لیکن ہم ان دونوں پر آنچ نہ آنے دیں۔ عبیدؓ نے کہا۔ آپ سب اصحاب کی عنایات اور ہمدردیوں کا شکریہ ادا کرنے کے بعد میں یہ کہوں گا کہ مہران نے مجھ پر شُبہ کیا ہے۔ صرف مجھے اُس کے حوالے کردو۔

عاصم نے قطع کلام کر کے دوست عبید کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے سامنے اس وقت تمہیں کوئی پکڑ کر لے جائے گا اور میں خود کو بچانے کے لیے چھُپ جاؤں گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ میں تم سے پہلے خود کو گرفتاری کے لیے پیش کردوں گا دوستی کا اقتضا یہ نہیں ہے کہ ایک دوست پر آنچ آئے اور دُوسرا بیٹھا دیکھتا رہے۔ دوستی کرنا آسان ہے مگر نبھانا مشکل ہے۔ دوست کے لیے عیش و آرام ہی نہیں تن۔ من۔ دھن سب کچھ نثار کرنا پڑتا ہے۔

عبید نے کہا۔ لیکن عاصم جن لوگوں نے ہمیں اتنا آرام پہنچایا اور سینکڑوں تکالیف سے بچایا کیا ہم انہیں مُصیبت میں گرفتار ہونے دیں۔

عاصم۔ نہیں ہم کو ان کی تکالیف اپنے اوپر لینی چاہئیں۔

عبید۔ کس طرح ؟

عاصم۔ دو ہی صورتیں ہیں یا تو آج ہی رات کو کوشش کر کے مہران کو مار ڈالیں یا سب کے سب اسلامی لشکر میں چلے چلیں۔

Marfat.com

جوشنماہ نے کہا مہران کا مار ڈالنا مشکل ہے اس کی خوابگاہ کے گرد ہر وقت سو آدمی کا پہرہ رہتا ہے۔ اس تک رسائی غیر ممکن ہے رہا لشکر اسلام میں بھاگ جانا مسلمان کسی ایرانی کو کیوں پناہ دیں گے!

عاصم نے کہا۔ مسلمان جب یہ سنیں گے کہ آپ نے ہم کو بچایا ہر طرح سے آرام پہنچایا ہے۔ آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔ یہ آپ کی کمال عزت کریں گے۔ جو آپ کہیں گے وہی کرینگے!!

جوشنماہ۔ اس کا ضامن کون ہو گا؟

عاصم۔ میں ضامن ہوں گا۔

جوشنماہ نے مسکرا کر کہا۔ تم ... ... اسلامی لشکر کا سپہ سالار تمہاری بات کیوں مانے گا۔

عاصم۔ مسلمانوں میں یہ قاعدہ ہے کہ ان کا ادنٰے سے ادنٰے آدمی بھی جو معاہدہ کر لیتا ہے۔ سارے مسلمانوں پر اس کا ایفا فرض ہو جاتا ہے۔

جوشنماہ نے غور سے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ عاصم میرا دل کہتا ہے کہ تم مسلمانوں میں ذی عزت ہو یا تو بڑے تاجر ہو یا رئیس ہو۔

عاصم نے نظریں جھکا کر جواب دیا میں ایک ادنیٰ مسلمان ہوں محترم بزرگ۔ مسلمانوں میں اعلےٰ وہ ہے جس کے اعمال اچھے ہوں۔ ہماری قوم میں رئیس۔ امیر۔ غریب۔ فقیر سب برابر ہیں۔ کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں اگر فوقیت ہے تو دینداری کی!!

جوشنماہ۔ ایک تمہارا بادشاہ

عاصم۔ ہمارا بادشاہ تمہارے بادشاہ کی طرح خدا بن کر نہیں بیٹھتا اس کے پاس تخت نہیں ہے تاج نہیں ہے ریشمی ملبوسات نہیں ہیں۔ زیورات نہیں پہنتا۔ جس طرح عام مسلمان رہتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی رہتا ہے جس فرش پر مسلمان بیٹھتے ہیں اسی پر وہ بیٹھتا ہے۔ وہ رعایا کا محافظ اور خدمت گذار ہے۔ رعایا اس کی نگہبانی اور خدمت نہیں کرتی۔ اگر

Marfat.com

وہ مغرور کر دیا جاتے !!

یہ سُن کر جوشنما۔ ہرمزان۔ پروین اور خیزران سب کو سخت تعجب ہوا۔ وہ سمجھتے تھے۔ جس طرح ان کا بادشاہ شان و شوکت سے رہتا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کا بادشاہ بھی رہتا ہو گا۔ انہیں یہ ایک نئی اور عجیب بات معلوم ہوئی۔ جوشناہ نے کہا۔ اچھا عاصم تم اسی وقت لشکر اسلام میں چلے جاؤ۔ اور ہمارے لیے جن شرائط پر مناسب سمجھو مصالحت کر لو۔

عاصم۔ شرائط ۔۔۔۔۔۔ آپ کے ساتھ کوئی شرائط نہ ہوں گی۔ لیکن میں تنہا جاؤں یا عبید کو ہمراہ لے لوں؟

جوشناہ۔ عبید کو ضرور لیتے جاؤ۔

عاصم۔ لیکن جب مہران عبید کو دریافت کرے گا تو کیا جواب دو گے۔

جوشناہ۔ یہی کہ وہ جلولہ چلا گیا۔

عاصم۔ یہ مناسب نہیں اس سے اُس کا شبہ بڑھ جاتے گا۔

جوشناہ۔ پھر کیا کہوں۔

عاصم۔ کہہ دیجئے گا کہ رات وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ لشکر اسلام میں جاسوسی کے لیے گیا ہے۔

جوشناہ۔ یہی کہہ دیا جاتے گا۔ اب تم کھانا کھا کر فوراً چلے جاؤ۔

یہ کہتے ہی جوشناہ اُٹھا۔ ہرمزان بھی کھڑا ہوا دونوں چلے گئے۔

شوخ اور شریر خیزران نے شرمیلی نظروں سے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ آپ بہت چالاک ہیں۔ کس طرح آپ نے بزرگ جوشناہ کو فریب دے کر یہاں سے نکل بھاگنے پر آمادہ کر لیا۔ عاصم نے مسکرا کر کہا۔ ہم مسلمانوں کو چالاکی نہیں آتی۔ خیزران چالاکی تو ان کو ہی آتی ہے۔ جو دوسروں کا دل چھین لیتی ہیں۔

شوخ و شریر خیزران نے دزدیدہ نظروں سے کافر ادا پروین کو دیکھکر شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم نے سچ کہا عاصم! دل چھین لینے والی شریر پروین ہے۔

Marfat.com

اگرچہ پروین عاصم کے لیے چلے جانے کی خبر سن کر کچھ آزردہ خاطر ہوگئی تھی۔ مگر خیزران کی چھیڑ چھاڑ نے اس کی کلفت دور کردی۔ اُس نے ایسے تبسّم سے جس میں انداز مسیحائی کا اظہار ہورہا تھا۔ خیزران کو دیکھ کر کہا۔ تم نے میرا ذکر کیوں کیا۔ گفتگو تو اُن کی اور تمہاری ہورہی تھی۔

خیزران نے ذرا کھلکھلا کر مسکراتے ہوتے کہا۔ کن کی؟ ہاں ذرا نظریں ملا کر بتائیے کہ کن سے گفتگو ہورہی ہے؟

حوروش پروین شرماگئی۔ اُس کی ہوشربا نگاہیں جھک گئیں۔ شرم سے رعنائی میں اضافہ ہوگیا۔ دورانِ خون تیز ہونے کی وجہ سے شہابی رنگ تیز ہوگیا۔ اس کے رخسارے چمکنے۔ گال گلابی ہوگئے۔ وہ بڑی دلرُبا۔ بڑی پیاری اور نہایت دلفریب معلوم ہونے لگی۔ عاصم اس رشکِ حُور کو آفتاب حسن کو ملائک فریب نازنین کو گہری محبّت بھری نظروں سے دیکھ کر مافیہا سے بے خبر ہوگیا۔ خیزران نے پھر کہا۔ اے واہ آپ تو شرما گئیں۔ شرمانے کی سند نہیں ہے۔ بتائیے کن سے گفتگو ہو رہی ہے۔

پروین نے ان حیاء بار آنکھوں کو جن میں بجلیاں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں اٹھا کر خیزران کو دیکھا اور خفیف تبسّم سے جس میں کیف آگیں رعنائی تڑپ رہی تھی کہا۔ جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں۔ خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا کیا عبید سے؟

عبید کو بھی ان پری جمال نازنینوں کی چھیڑ چھاڑ میں لطف آرہا تھا۔ اُس نے برجستگی کے ساتھ کہا۔ مجھ غریب کو کون پوچھتا ہے۔

خیزران بے ساختہ ہنس پڑی۔ اس نے کہا بے شک آپ سچ کہتے ہیں۔ نہ کوئی تمہیں پُوچھتا ہے نہ مجھے۔ عاصم نے بھولے پن کے انداز سے کہا۔ تمہیں خیزران ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ دنیا تمہاری گرویدہ ہے!

خیزران نے ہنس کر کہا۔ شاید تم بھی۔

عاصم نے مسکرا کر کہا۔ میں بھی دُنیا ہی میں ہوں۔

Marfat.com

خیزران۔ حسن کی دنیا میں۔

عاصم۔ ہاں حسینوں کی دنیا میں۔ دل چھین لینے والوں کی دنیا میں آ گئے۔ جوشناہ نے کہا۔ کھانا لایا جا رہا ہے۔ عاصم! تم اور عبید کھانا کھا کر چلے جاؤ۔ عاصم نے کہا لیکن ہم کیسے جا سکتے ہیں۔ شہر پناہ کے دروازے بند ہیں۔ سپاہی تعینات ہیں ہم کو کون باہر نکلنے دے گا۔

جوشناہ۔ تم میرے ساتھ چلنا میں تم کو باہر نکال دوں گا۔

عاصم۔ بہت خوب

اب چند خادم کھانا لیکر آ گئے کھانا چنا گیا۔ نہایت پر تکلف کھانا چونکہ سب متفکر اور پریشان تھے۔ اس لیے شکم سیر ہو کر تو نہ کھا سکے البتہ کچھ نہ کچھ ضرور کھا لیا۔ کھانے سے فراغت کر کے جوشناہ اٹھا۔ عاصم اور عبید کو ہمراہ لیکر باہر آیا۔ یہ تینوں دروازہ کی طرف چلے راستہ میں جوشناہ نے کہا: عاصم تم اقرار کرو کہ کل رات واپس آ جاؤ گے۔

جوشناہ بیچارے کو کیا خبر تھی کہ عاصم کسی کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا ہے۔ ناممکن ہے کہ وہ واپس نہ آتے۔ عاصم نے کہا میرے محترم بزرگ میں آؤں گا۔ آدھی رات سے پہلے آپ شہر پناہ کے پھاٹک پر ملیں —

جوشناہ۔ میں پھاٹک پر نہیں پھاٹک سے باہر ملوں گا!!

اب یہ باتیں کرتے ہوئے قصر سے باہر نکل آئے۔ یہاں تین گھوڑے زین کسے ہوئے ایک خادم لیے کھڑا تھا۔ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ گھوڑوں کو تیز کیا اور اس پھاٹک کیطرف روانہ ہوئے۔ جس طرف مسلمانوں کا لشکر آ کر اترا تھا۔ ہم بیان کر آئے ہیں کہ بابل نہایت وسیع شہر تھا۔ ان تینوں نے سرپٹ گھوڑے چھوڑ دیئے۔ راستہ میں کوئی بات چیت نہ ہوئی تقریباً اڑھائی گھنٹے میں یہ پھاٹک پر پہنچے۔ جوشناہ نے پھاٹک کھلوایا۔ عاصم اور عبید اُسے سلام کر کے پھاٹک سے باہر نکل گئے۔

جوشناہ نے پہرہ والوں کو یہ بتانے کے لیے کہ اُس نے جاسوسوں

Marfat.com

کو اسلامی لشکر میں دریافت حال کے لیے بھیجا ہے۔ بلند آواز سے کہا دیکھو مسلمانوں کے تمام حالات دریافت کر کے کل رات ہی واپس آجانا ہو گا۔

عاصم نے کہا رات ہی کو واپس آجائیں گے۔ آپ ہمارا انتظار کریں۔

جوشناہ نے کہا۔ میں انتظار کروں گا۔

اس کے بعد پھاٹک بند کر لیا گیا۔ جوشناہ پہرہ والوں کو بیدار رہنے کی ہدایت کر کے واپس لوٹ گیا۔

Marfat.com

باب ۴

ہراس

جب جوشنماہ واپس لوٹ کر آیا۔ تو اُس نے حور دلکش پروین اور پری جمال خیزران کو کمرہ میں بیٹھے ہوئے پایا۔ جوشنماہ نے کہا تم دونوں ابھی تک بیٹھی ہو رات زیادہ آگئی ہے اب جاکر آرام کرو۔ دونوں نے جواب کچھ نہ دیا البتہ اُٹھ کر چلی گئیں اور اپنے اپنے کمروں میں جاکر مسہریوں پر پڑ گئیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان دونوں کو نیند آئی یا نہیں اور آئی تو کب اور کتنی دیر تک صبح بہت سویرے وہ کمروں سے نکل کر باہر آئیں اور ضروریات سے فراغت کر کے قصر کے سامنے والے چمن میں چلی گئیں۔ بہ نسبت خیزران کے پروین زیادہ متفکر زیادہ پریشان زیادہ افسردہ خاطر معلوم ہوتی تھی۔ یہ طرفہ ماجرا ہے کہ حسینوں کی ہر ادا ہر عالم اور ہر بات دلکش معلوم ہوا کرتی ہے۔ پروین متفکر تھی۔ غمزدہ تھی۔ اس کی موہنی آنکھوں سے غم و حسرت ٹپک رہے تھے۔ افسردگی کی وجہ سے شاداب رخسارے پژمردہ ہو رہے تھے۔ وہ چپ تھی لیکن اس عالم میں پہلے سے بھی زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ کوئی شہزادی غرور و تمکنت کا مجسمہ بنی بیٹھی ہو۔ حالانکہ وہ مغرور نہ تھی۔ شہزادی جیسی ہو گئی تھی خیزران اُسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اس حور جمال سے بے حد محبت کرتی تھی۔ اس کے افسردہ رہنے کی وجہ سمجھتی تھی۔ وہ اُسے خوش رکھنے کی کوشش کرتی تھی چنانچہ

Marfat.com

اُس نے کسی قدر متبسّم ہوکر کہا تم اس قدر متفکر کیوں ہو پروین! پروین غم و فکر کے سمندر میں بیٹھی ہچکولے کھا رہی تھی۔ وہ اس وقت دُنیا اور مافیہا سے بے خبر تھی۔ کسی خیال میں مستغرق تھی۔ خیزران کی آواز سُن کر چونکی۔ خیالات کی گہرائیوں سے نکلی اور خیزران کی طرف دیکھنے میں وہ اس قدر مستغرق تھی کہ اُس نے سُنا ہی نہیں کہ خیزران نے اس سے کیا کہا اور اسے کیا جواب دینا چاہیئے۔ خیزران مسکرا رہی تھی۔ اس نے پھر کہا کس کے خیال میں غرق ہو۔ میری حُور۔ پروین کسی قدر مُسکرائی لیکن اس کا یہ مسکرانا زبردستی کا مسکرانا تھا۔ تم بھی پریشان کرلو۔ خیزران!

خیزران نے ہنس کر کہا میں کیا پریشان کرسکتی ہُوں۔ ہاں اگر میں مرد ہوتی ۔۔۔

پروین نے شرمیلی ادا سے مسکراتے ہوئے کہا اب بن جاؤ۔

خیزران۔ بن نہیں سکتی ورنہ تم دیکھتیں چُپ رہو دیکھو بھائی جان آرہے ہیں ۔۔۔

ہرمزان آ گیا۔ وہ ان دونوں ماہ پیکروں کو دیکھ کر سیدھا ان کے پاس چلا آیا۔ خیزران کا بھائی تھا۔ خیزران خوبصُورت تھی۔ ہرمزان بھی خوبصورت تھا۔ نوعمر تھا۔ عورتوں کے دلوں کو لُبھانے والی خصُوصیتیں اس میں موجُود تھیں دونوں سیم تن لڑکیوں نے اسے دیکھا۔ وہ ان دونوں کے پاس آکر کھڑا ہوا۔ اُس نے کہا خیزران مہران کو صرف شُبہ ہی نہیں بلکہ یقین ہوگیا ہے کہ جس شخص کو رات اُس نے دیکھا تھا۔ وہ مُسلمان تھا۔

دونوں لڑکیوں نے حیران ہوکر اُسے دیکھا خیزران نے دریافت کیا۔ اس کم بخت کو کیسے پتہ چل گیا۔

ہرمزان۔ پتہ نہیں چلا۔ صرف شُبہ ہوگیا۔ اور شک یقین کے درجہ تک پہنچ گیا ۔

خیزران۔ آپ کو کیسے معلُوم ہُوا۔

ہرمزان۔ اس نے صبح سویرے مجھے بلایا تھا۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔ اب اُس نے پروین کے والد کو بلایا ہے وہ یا تو چلے گئے ہوں گے یا جانے والے ہوں گے۔

Marfat.com

پروین نے غم و افسوس بھری نظروں سے ہرمزان کو دیکھ کر کہا۔ اب کیا ہوگا۔ وہ بڑا ظالم ہے۔

ہرمزان۔ نہایت سفّاک ہے۔ ہمارے چلے آنے کے بعد اُس نے معصوم آسیہ کو گرفتار کر لیا۔

خیزران افسردہ خاطر ہو گئی۔ اُس نے غمزدہ لہجہ میں کہا۔ ہاں اپنی حقیقی ہمشیرہ کو گرفتار کر لیا۔

ہرمزان۔ وہ غرض کا بندہ۔ حرص کا پُتلہ۔ نفس کا غلام ہے۔ خیزران ایک بات بہت بُری ہوئی !!

خیزران اور پروین دونوں نے گھبرا کر ہرمزان کو دیکھا۔ خیزران نے دریافت کیا۔ کیا ؟

ہرمزان۔ آسیہ مُسلمان ہو گئی !

یہ سُنکر دونوں سیم تن لڑکیاں کمال متحیر ہوئیں خیزران نے حیرت دُور کر کے دریافت کیا۔ کیسے مسلمان ہو گئی کس نے اُسے مسلمان کیا۔

ہرمزان۔ لیلیٰ نے

خیزران۔ وہ لیلیٰ کے پاس کیسے پہنچ گئی تھی ؟

ہرمزان۔ جب مہران اُسے گرفتار کر کے لے گیا تو یزدگرد نے اس شرط پر اسے معافی دینے کا وعدہ کیا کہ وہ لیلیٰ کو سمجھا کر۔ بہلا کر۔ پھُسلا کر اُس کی جورو بننے پر آمادہ کرے۔ چنانچہ اُسے لیلیٰ کے پاس بند کر دیا۔ لیلیٰ نے اس پر جادو کر کے اُسے مُسلمان بنا لیا۔

خیزران۔ لیلیٰ کی آنکھوں میں جادُو ہے۔ بھولی صوُرت میں جادُو ہے۔ چاند سے چہرہ میں جادُو ہے جو اُسے ایک دفعہ دیکھ لیتا ہے۔ اسی کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے۔ جو وہ کہتی ہے۔ وہ کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

ہرمزان۔ یہی بات ہے جب وہ ہمارے قصر میں تھی تو میں اسی ڈر سے کہ کہیں اس کا جادُو بھی مجھ پر اثر نہ کر جائے۔ اس کی طرف دیکھتا تک نہ تھا جب شہنشاہ نے اُسے قصر شاہی میں طلب کر لیا تھا تو مجھے بڑی خوشی ہُوئی تھی۔

Marfat.com

خیزران۔ تم کو یہ سب باتیں کس نے بتائیں۔

ہرمزان۔ خود مہران نے وہ کہتا تھا کہ جب آسیہ مسلمان ہوئی تو بادشاہ بہت برہم ہوا۔ اُس نے اُسے سزا دینے کا حکم دیا۔ بیدرو مہران نے کم سن آسیہ کو زنجیروں سے مارا۔

دونوں پری زاد لڑکیوں کو آسیہ کا حال معلوم کر کے بیحد ملال ہوا۔ آسیہ نے محض پروین کے لیے تمام مصائب اپنے سر لیے تھے۔ پروین ہی زیادہ بیقرار ہوتی۔ اس کا ننھا سا دل بیٹھنے لگا۔ آنکھوں سے اظہارِ غم ہونے لگا۔ لب خشک ہو گئے۔ پیارے اور بھولے چہرہ پر غم کے بادل چھا گئے۔ خیزران نے اسکی یہ کیفیت دیکھی تو وہ بے قرار ہو گئی۔ اُس نے کہا اس قدر غم نہ کرو پروین!!

پروین نے غم و حسرت بھری نظروں سے خیزران کو دیکھ کر کہا آہ کیسے غم نہ کروں۔ بھولی آسیہ میری وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئی۔ خیزران نے کہا۔ آؤ پروین ہم اُس کی رہائی کے لیے دُعا کریں۔ دونوں نے نہایت عاجزی اور خلوص سے آسیہ کی رہائی کے لیے دُعا مانگی۔ ابھی وہ دُعا مانگ کر فارغ ہی ہوئی تھیں کہ جوشنماہ آگیا۔ وہ اس وقت سخت متفکر اور مغموم معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ رنج والم میں ڈوبا ہوا تھا۔ پیشانی سے پسینہ کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آنکھوں سے ہراس ظاہر ہو رہا تھا۔ پروین اپنے باپ کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گئی۔ وہ اس کی طرف بڑھی اُس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں دریافت کیا آہ ابّا جان یہ آپ کی کیا کیفیت ہو گئی کیا کوئی اور نئی اُفتاد آپڑی؟

جوشنماہ نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ ہاں پروین مصیبتوں کا آغاز ہو گیا ہے۔ مہران کو شبہ ہی نہیں بلکہ یقین ہو گیا ہے کہ رات اس نے جس آدمی کو دیکھا تھا۔ وہ علید ہے جب میں نے بتایا کہ وہ علید نہیں ہے۔ تو اس نے اُسے دیکھنے اور اپنا شبہ مٹانے کی آرزو ظاہر کی میں نے کہا کہ وہ اسلامی لشکر میں سراغرسانی کرنے کے لیے گیا ہے تو وہ سخت برہم ہوا۔ اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ یا تو رات ہی کو جب وہ واپس آئے تو اُس کے سامنے پیش کیا جائے۔ ورنہ صبح ہوتے ہی وہ مجھے ہرمزان کو پروین کو اور

Marfat.com

خیبزران کو گرفتار کر کے مدائن بھیج دے گا۔

ہرمزان جوشیلہ نوجوان تھا۔ اُسے طیش آگیا۔ اُس نے کہا۔ بکنے دو مردود کو جوشناہ نے سنجیدگی سے کہا۔ ہرمزان کیا تم مہران کے اختیارات و اقتدار سے ناواقف ہو۔ جو کچھ اُس نے کہا ہے وہ ضرور کر کے رہے گا۔

ہرمزان۔ تو کیا ہم عابد کو اس کے حوالے کر دیں؟

جوشناہ۔ نہیں میں اس فکر میں ہوں کہ اگر مسلمانوں نے عاصم کی بات مان لی۔ ہمیں امان دے دی۔ تو ہم سب مسلمانوں کے پاس چلے جائیں گے۔

ہرمزان نے حیرت سے جوشناہ کو دیکھ کر کہا کیا تمہیں مسلمانوں پر اعتماد ہے۔

جوشناہ۔ بالکل مسلمان سچ بولتے ہیں جو وعدہ کرتے ہیں اُسے نبھاہتے ہیں۔ میں نے اکثر ان مسلمانوں کو آزمایا ہے۔ جو ہمارے ملک میں آباد ہو گئے تھے۔

ہرمزان۔ کیا وہ جبراً ہمیں مسلمان بنانے کی کوشش نہ کریں گے۔

جوشناہ۔ ہرگز نہیں ان کے مذہب میں کسی کو جبراً مسلمان کرنے کی سخت ممانعت ہے۔

ہرمزان۔ جب تو ہم کو ان کے پاس ہی پناہ لینا چاہیئے۔

جوشناہ۔ بلاشک اب ہمیں مسلمانوں ہی میں پناہ مل سکتی ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ مسلمان ضرور تمام ایران پر قابض ہو جائیں گے۔ ان کی پناہ لینے سے ہم نقصان میں نہیں رہیں گے۔

ہرمزان۔ خدا کرے مسلمان عاصم کی بات مان لیں۔

جوشناہ۔ ضرور مان لیں گے۔ عاصم معمولی آدمی نہیں معلوم ہوتا ہے ضرور کسی ایسے قبیلہ سے ہے جس کا تمام مسلمان احترام کرتے ہیں کیا تم بھول گئے تھے کہ وہ سفارت پر جا رہا تھا۔ سفیر معمولی آدمی نہیں ہو سکتا۔

پروین کو جوشناہ کے اس اظہارِ خیال سے خوشی ہوئی۔ جوشناہ نے پھر کہا۔ جو باتیں اس وقت میں نے کہی ہیں۔ انہیں دل میں رکھو۔ رات کو جب عاصم آجاتے تو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

Marfat.com

ابھی جوشناہ کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ کچھ شور و غل کی آواز بلند ہوئی یہ سب حیران ہوکر دیکھنے لگے۔ انہیں خیال ہوا کہ شاید مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔
ابھی وہ حیرت و استعجاب سے دیکھ ہی رہے تھے کہ دو معزز ایرانی فوجی لباس پہنے تیزی سے ان کی طرف آتے نظر آئے۔ جوشناہ نے ان کو پہچان لیا۔ وہ دونوں امپیریل گارڈ کے افسر تھے اب جوشناہ کو بالکل یقین ہوگیا کہ مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور وہ افسر اُسے حملہ کی اطلاع دینے کے لیے آئے ہیں۔ دونوں افسروں نے قریب آکر سلام کیا۔ افسروں کی شان کہہ رہی تھی کہ وہ سخت متفکر اور مخوّف ہیں۔ جوشناہ نے اُن سے دریافت کیا۔
کیا بات ہے تم دونوں کیوں گھبرائے ہوئے آرہے ہو؟ کیا مسلمانوں نے حملہ کر دیا؟ ایک افسر نے کہا۔ حضور والا مسلمانوں نے حملہ نہیں کیا بلکہ مہران کے لشکریوں نے ہمارے دو آدمی پکڑ لیے۔ یہ سُن کر جوشناہ کو حیرت ہوئی اس نے استعجاب بھرے لہجہ میں دریافت کیا کیوں؟
وہی افسر۔ یزدان ہی کو خبر ہے۔ صرف اتنا ہی سُنا ہے کہ وہ دونوں عبید اور عاصم کا تذکرہ کر رہے تھے۔ مہران کے کسی آدمی نے سُن لیا۔ اُس نے جا کر مہران کو مطلع کر دیا۔ مہران نے کئی آدمی بھیجکر ان کو گرفتار کرا کر منگوا لیا۔ اس بری خبر سُن کر جوشناہ کا چہرہ فق پڑ گیا۔ ہرمزان بھی گھبرا گیا۔ سیم عذرا لڑکیاں بھی سہم گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد جوشناہ نے کہا یہ کتنی دیر کا واقعہ ہے۔
وہی افسر۔ ابھی ابھی کا۔ زیادہ سے زیادہ دس منٹ گذرے ہوں گے۔
جوشناہ۔ یہ تو بُرا ہوا اگر ان دونوں نے صحیح صحیح بات مہران سے کہہ سنائی تو ہم سب مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے!
وہی افسر۔ مجھے ان دونوں پر پورا اطمینان ہے اگر ان کے ٹکڑے بھی اڑا دیتے جائیں تو وہ ہرگز ہرگز نہ بتائیں گے۔
جوشناہ۔ ہمیں چل کر دیکھنا چاہیئے کیا ہوتا ہے۔
ہرمزان۔ نہیں اے محترم بزرگ وہاں نہیں جانا چاہیئے اگر انہوں نے غداری کی۔ تمام واقعہ کہہ دیا تو وہیں گرفتار کر لیے جاؤ گے!

Marfat.com

جوشناہ۔ ہر چہ بادا باد میں ضرور جاؤں گا۔

وہی افسر۔ چلئے ہم دونوں بھی آپ کے ساتھ چلیں۔

جوشناہ چلئے! ہرمزان تم ان دونوں لڑکیوں کو لے کر قصر میں چلے جاؤ۔

یہ کہتے ہی جوشناہ دونوں افسروں کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ ہرمزان پروین اور نخیزران کے ساتھ قصر کی طرف چل دیا۔

جوشناہ پارک سے باہر نکل کر ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ یہ گھوڑا جوشناہ ہی کا تھا۔ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر وہ مہران سے ملنے گیا تھا۔ دونوں افسروں کے گھوڑے بھی اسی جگہ کھڑے تھے وہ بھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ یہ تینوں اس عالیشان قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ جس میں مہران نے قیام کیا تھا۔ یہ قصر اس جگہ واقع تھا جہاں دریائے دجلہ بہتا تھا۔ ناظرین یہ بات لکھے ہوئے نوٹ میں پڑھ چکے ہیں کہ بابل کے عین وسط میں دریائے دجلہ لایا گیا تھا۔ اس شہر کے بانیوں نے یہ دانشمندی اس لیے کی تھی کہ اگر کسی وقت اہل شہر محصور ہو جائیں تو پانی کی قلت سے تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ دریا شہر کے بیچ میں ہونے سے کھیتی بھی خوب ہو سکے گی اور اہل شہر کو پانی بھی بافراط مل سکے گا۔ جس جگہ دریا شہر میں داخل ہوتا تھا اور جس جگہ باہر نکلتا تھا۔ دونوں طرف لوہے کی سلاخیں اور اسپات کی چادریں لگا کر گھاٹوں کو بند کر دیا تھا۔ لوہے کے مضبوط ایسے جھرنے دونوں طرف لگائے گئے تھے کہ سوائے پانی کے اور کوئی چیز نہ نکل سکتی تھی اور وہ آسانی سے توڑے بھی نہ جا سکتے تھے۔ جوشناہ اور دونوں افسر نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے چلے جا رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح ان آدمیوں سے پہلے مہران کے پاس پہنچ جائیں جو گرفتار کر کے لے جائے گئے ہیں۔ وہ بہت تیز دوڑے۔ گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیتے لیکن وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوئے ان کو راستہ میں وہ آدمی یا انہیں گرفتار کرنے والے نہ ملے۔ آخر دوڑتے دوڑتے وہ قصر کے سامنے پہنچے۔ دروازہ پر سنتریوں کا پہرہ تھا نہ صرف دروازہ

Marfat.com

پر بلکہ قصر کے چاروں طرف تقریباً سو سوار پہرہ پر متعین تھے۔

دروازہ پر پہنچتے ہی جوشناہ اور دونوں افسر اُتر ے سنتریوں نے ان کو سلام کر کے ان کے گھوڑے پکڑ لیے۔ تینوں قصر میں داخل ہوتے ۔۔۔

جوشناہ اور اس کے ساتھ والے اس عجلت سے گذرے چلے گئے کہ انہوں نے سنتریوں سے بھی گرفتار شدہ آدمیوں کے متعلق کچھ نہ پوچھا۔ قصر میں پہنچتے ہی وہ اس کمرہ میں گئے جس میں مہران کی نشست تھی۔ یہ کمرہ نہایت وسیع تھا۔ بہترین شاہانہ سامان سے آراستہ تھا۔ مہربان کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے دو آدمی بندھے کھڑے تھے۔ کئی سپاہی ان کو حراست میں لیے کھڑے تھے۔ یہ دونوں امپریل گارڈ کے سوار تھے۔

مہران نے جوشناہ کو دیکھا اُس کے بُشرہ سے معلوم ہوا کہ اُسے اس وقت جوشناہ کا آنا سخت ناگوار گذرا۔ وہ زیرلب کچھ بڑبڑایا بھی لیکن جوشناہ بھی معمولی آدمی نہ تھا۔ تمام ایرانی سارے ارکین سلطنت خود یزدگرد اس کی عزّت کرتے تھے۔ مہران نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جوشناہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے ساتھ آنے والے افسر مہران کی پشت کی طرف کھڑے ہو گئے۔

اور نہ ہی ان کا تذکرہ کیا۔ اس جواب سے جوشناہ کا فکر دُور ہو گیا اُس نے فاتحانہ انداز سے مہران کو دیکھا۔ مہران جوشِ غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اس نے غضبناک لہجہ میں کہا۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم ان کو جانتے ہو۔ وہ جوشناہ کے پاس ہیں یا تھے۔ لیکن تم جوشناہ سے ڈرتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ وہ کہاں ہیں۔ تم کو کوئی آزاد نہ آتے گا۔ تم بچا لیے جاؤ گے بلکہ شہنشاہ تم کو انعام دیں گے۔ اب جوشناہ کو سخت طیش آگیا۔ اُس نے بگڑ کر کہا بس مہران بہت ہو چکا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اسی کمرہ میں خون کی ندیاں بہ جائیں۔

Marfat.com

مہران بزدل تھا۔ سفاک اور ظالم انسان ہمیشہ بزدل ہوتا ہے وہ کمزوروں۔ بیکسوں ۔ بے وارثوں پر غرّایا کرتا ہے۔ مہران بھی بے بس۔ مظلوموں فلک کے ستائے ہوئے ستم زدوں پر شیر غرّایا کرتا ہے مگر آج جوشنماہ سے معاملہ آپڑا تھا۔ جوشنماہ بہت کچھ ڈرا۔ دبا۔ لیکن کب تک اور دبا دینے سے تو چیونٹی بھی کاٹ لیتی ہے۔ وہ تو انسان تھا۔ ذی عزت انسان وہ سیدھا ہو گیا۔

یہ قاعدہ کلیّہ ہے کہ جو ڈرتا اور دبتا ہے۔ اُسے اور ڈرایا۔ دبایا جاتا ہے۔ مگر جو نہیں ڈرتا کوئی اسے ڈرانے کا بھی حوصلہ نہیں کرتا۔

جوشنماہ کے سیدھا ہونے سے مہران دب گیا۔ اُس نے کہا۔ میرے بزرگ آپ فضول ناراض ہو گئے۔ جو بات میرے کانوں میں پڑی تھی۔ سالارِ اعظم ہونے کی وجہ سے مجھے اس کی تصدیق کر کے اپنا اطمینان کرنا ضروری اور لازمی قرار پاتا تھا۔

جوشنماہ نے دیکھ لیا کہ مہران دب گیا۔ اب وہ شیر ہو گیا۔ اس نے گرجکر کہا۔ پھونکو ایسے اطمینان کو آگ لگا دو ایسی تصدیق کو۔ تم کو معلوم ہو گیا کہ شاہی سواروں پر الزام لگایا گیا ہے اب الزام لگانے والوں کو سامنے بلاؤ اور انہیں سزا دو۔ مہران کو خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ جوشنماہ ایسا سخت مطالبہ کرے گا۔ وہ گھبرا کر بغلیں جھانکنے لگا۔ جن لوگوں نے مہران سے یہ بات کہی تھی۔ کہ فلاں فلاں شاہی سوار کہہ رہے تھے کہ عبید اور عاصم جوشنماہ کے ساتھ ہے۔ وہ مہران کے خاص آدمی تھے۔ مہران ان کو سزا کیسے دے سکتا تھا اس نے معاملہ رفع دفع کرنے کے لیے کہا۔

محترم بزرگ۔ شاید قدرے غلط فہمی سے کام لیا گیا۔ مجھے موقعہ دیجئے کہ میں تحقیقات کر لوں۔ اگر شاہی سواروں پر الزام لگانے والے جھوٹے ثابت ہوئے تو ان کو سزا دی جائے گی۔

جوشنماہ نے تیز نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا کیا اب بھی آپ کو

Marfat.com

شبہ رہ گیا۔ مہران جوشنماہ سے بہت کچھ دب گیا تھا۔ اس نے جلدی سے کہا۔ نہیں شبہ نہیں۔ بلکہ ممکن ہے۔ مجھے ہی مغالطہ ہوا ہو یعنی کہا کچھ گیا اور میں نے سمجھ کچھ لیا ہو۔

جوشنماہ۔ مگر اس غلطی سے شاہی رسالہ کے سواروں کی جو توہین ہوئی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟

مہران۔ یہ غلطی میری ہے اور میں ہی معافی چاہتا ہوں اور ساتھ عزت کے ان ہر دو سواروں کو رہا کرتا ہوں۔

یہ کہتے ہی مہران نے اپنے ان آدمیوں کو جو شاہی سواروں کو حراست میں لیے کھڑے تھے اشارہ کیا۔ فوراً سواروں کی بندشیں کھول دی گئیں۔ جو لوگ ان کو حراست میں لیے کھڑے تھے انہوں نے دو زانو ہو کر تلواریں اٹھا کر سواروں کو سلام کیا۔ مہران کھڑا ہوا۔ اس نے دونوں ہاتھوں کو ملا کر چھت کی طرف بلند کیا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ سوار باعزت رہا کر دیتے گئے۔

جوشنماہ کو سواروں کی رہائی سے بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے اٹھتے ہوئے دریافت کیا۔ جھوٹا الزام لگانے والوں کو کب تک سزا دے دی جائے گی۔

مہران نے جواب دیا۔ کل تحقیقات کے بعد

جوشنماہ کمرہ سے باہر نکل آیا۔ اس کے ساتھ ہی دونوں افسر اور دونوں سوار بھی نکل آئے۔ یہ سب کے سب اپنی کامیابی پر نہایت خوش ہوئے تھے۔ مگر جوشنماہ سمجھتا تھا کہ یہ کامیابی کی مسرت عارضی ہے۔ بھانڈا پھوٹے گا اور پھر پھوٹے گا۔ اصلیت ظاہر ہو کر رہے گی۔ ناممکن ہے کہ عاصم اور عبید کی موجودگی کا راز نہ کھلے۔ اس خیال سے جوشنماہ پھر افسردہ خاطر ہو گیا۔

جب وہ قصر سے باہر نکلے تو جوشنماہ نے افسروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس وقت تو ہم کو کامیابی ہو گئی۔ مگر یہ کامیابی عارضی معلوم

Marfat.com

ہوتی ہے۔

ایک افسر نے کہا۔ بے شک آپ کا خیال صحیح ہے۔ مہران پورا شیطان ہے۔ وہ پھر تحقیقات کرے گا اور یقیناً اصلیت اس پر منکشف ہو جائے گی!!

جوشناہ۔ یہی مجھے بھی اندیشہ ہے اس وقت تو مہران دب گیا ہے۔ مگر جب اُسے اصلی حال معلوم ہو جائے گا تو وہ ہماری سبکی تباہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے گا۔

وہی افسر۔ یہ ٹھیک لیکن پھر ہم کیا کریں۔

جوشناہ۔ کیوں نہ ہم مسلمانوں کی پناہ لے لیں۔

افسر نے حیرت سے جوشناہ کو دیکھ کر کہا۔ مسلمانوں کی پناہ ۔۔ ۔۔ ۔۔

جوشناہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ ہاں اس میں ہرج کیا ہے؟

وہی افسر۔ لیکن مُسلمان پناہ کیوں دیں گے۔

جوشناہ۔ عاصم نے اس کا اقرار کر لیا ہے۔

وہی افسر۔ لیکن اگر مسلمانوں کو شکست ہو گئی تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔

جوشناہ۔ جس رفتار سے مُسلمان بڑھ رہے ہیں جس تیزی سے انہیں فتوحات مل رہی ہیں۔ جس جوش سے وہ لڑ رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے اوّل تو امکان ہزیمت ہی مشکل ہے اور بالفرض اگر شکست ہو بھی تو جو اُن کا حشر ہوگا۔ وہی ہمارا۔ اپنے ملک اور اپنی قوم میں رہتے ہوئے جو ذِلت ہماری ہو رہی ہے۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ ہم غیر قوم میں عزت سے رہیں۔ اگر عرب واپس لوٹیں تو ہم بھی ان کے ساتھ حجاز چلے جائیں گے۔

وہی افسر۔ ممکن ہے کہ مسلمان ہماری عزت نہ کریں۔

جوشناہ۔ کبھی نہیں۔ وہ سب کو اپنے سے زیادہ اچھا جانتے ہیں۔

وہی افسر۔ اگر آپ نے سب کچھ سوچ لیا ہے تو پھر بحث وتمحیص بیکار ہے۔ جو آپ کی سمجھ میں آئے کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جوشناہ۔ آپ تمام افسروں اور سپاہیوں کو اس پر آمادہ کر لیں۔

Marfat.com

وہی افسر۔ تمام سپاہی۔ سب افسر آپ سے محبّت کرتے ہیں۔ سب کے سب فوراً آمادہ ہو جائیں گے!!

جوشناہ۔ خفیہ خفیہ تم سب کو تیار کر لو۔

وہی افسر۔ بہتر ہے۔

جوشناہ۔ مجھے آج دن چھُپے ہی اطلاع کر دینا۔

اس افسر نے حیرت سے جوشناہ کو دیکھ کر کہا آج ہی؟

جوشناہ۔ ہاں آج ہی ممکن ہے کہ ہمیں رات ہی کو مسلمانوں کے لشکر میں جانا پڑے۔

وہی افسر۔ بہتر ہے میں آج ہی دِن چھپے کے بعد آؤں گا۔

اب یہ سب جوشناہ کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

باب ۵
فتح کے اسباب

ہرمزان حور نژاد پروین اور پری زاد خیزران کو ساتھ لے کر قصر میں پہنچا۔ یہ تینوں ایک وسیع کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تینوں متفکر تینوں پریشان اور افسردہ خاطر تھے۔ چپ چاپ بیٹھ گئے۔ واقعات کچھ ایسے پیش آ رہے تھے کہ ان کے فکر و آلام میں اضافہ ہی ہوتا جاتا تھا کمی نہ ہوتی تھی۔ کافرادا پروین نت نئے آلام کا مقابلہ کرتے کرتے گھُلی جا رہی تھی۔ لیکن یہ بات عجیب تر تھی کہ اُس کی خوبصورتی۔ اُس کی رعنائی۔ اس کی دلرُبائی بڑھتی جاتی تھی۔

ان تینوں کو فکر تھا۔ خوف تھا۔ وہ جوشنماہ کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ انتظار کرتے کرتے انہیں دوپہر ہوگئی۔ دوپہر کے وقت ان کی بیقراری بڑھ گئی۔ ان کو طرح طرح کے اوہام۔ قسم قسم کے خیالات آ آ کر ستانے لگے۔ کبھی خیال ہوتا تھا کہ جوشنماہ گرفتار ہوگیا کبھی خیال ہوتا کہ جوشنماہ غضبناک ہو کر گیا ہے۔ کہیں لڑ نہ پڑا ہو۔ غرض انہی اور اسی قسم کے تخیلات میں وہ غلطاں تھے کہ جوشنماہ آگیا۔ اُسے دیکھتے ہی سب کے سب خوش ہوتے۔

جوشنماہ آکر اُن کے پاس بیٹھ گیا۔ پروین نے بیٹھتے ہی دریافت کیا۔ کیا ہُوا ابا جان! مہران کس طرح پیش آیا۔

جوشنماہ نے تمام حال مفصل طریقہ پر سُنا کر کہا۔ اب ہمارے لیے

Marfat.com

خطرات بڑھ گئے ہیں۔ اس وقت تو مہران اپنی بزدلی کی وجہ سے مرعوب ہو گیا۔ بات بن گئی۔ مگر مجھے خدشہ ہے کہ یہ بات زیادہ عرصے تک چھپی نہ رہے گی۔ ہم کو یہاں سے نکل ہی جانا چاہیئے۔ رات تک تیاری کر لو۔ رات کو عاصم آئے گا۔ اُس کے آتے ہی اس کے ہمراہ چل دیں گے۔

اس کے بعد ان سب نے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر چکے ہی چپکے تیاریاں کرنے لگے۔ قیمتی سامان باندھا جانے لگا۔ تیاریوں میں وقت گذرتا نہ معلوم ہوا۔ دوپہر سے تیسرا پہر۔ پھر شام۔ پھر رات ہو گئی۔ رات ہوتے وقت تمام قصر میں شمعیں روشن کر دی گئیں۔ روشنی نے قصر کو بقعۂ نُور بنا دیا۔ اس وقت جوشنماہ تنہا بیٹھا تھا کہ شاہی رسالہ کے دونوں افسر جو صبح اس کے ساتھ مہران کے پاس گئے تھے آ گئے۔ دونوں کرسیوں پہ بیٹھ گئے۔ جوشنماہ نے دریافت کیا کہیئے آپ نے اور لوگوں سے تذکرہ کیا تھا؟

ایک افسر نے جواب دیا۔ جی ہاں کیا تھا۔ تمام افسر اور سارے سپاہی تیار ہیں۔ تمام شاہی رسالہ میں جوش پھیلا ہوا ہے۔ ہر شخص کو مہران سے نفرت ہو گئی ہے۔ سب کا خیال ہے کہ مہران نے شاہی رسالہ کو ذلیل کرنے کے لیے دو سواروں پر بے جا الزام لگا کر گرفتار کیا تھا۔

جوشنماہ اس بات کو سُن کر بہت خوش ہُوا اُس نے کہا۔ لوگوں کا خیال صحیح ہے۔ بدسرشت شیطان سب کو ذلیل کرنا چاہتا ہے۔

وہی افسر۔ یہی بات ہے۔ تمام رسالہ آپ کے ساتھ ہے جو آپ کہیں گے کرے گا۔ جہاں آپ جائیں گے آپ کے ساتھ جائے گا۔

جوشنماہ۔ اب رات زیادہ آ گئی ہے عاصم واپس آ رہا ہو گا۔ آؤ اسے لے آئیں۔

وہی افسر۔ چلیئے۔

یہ تینوں اُٹھ کھڑے ہوتے قصر سے باہر آئے۔ دونوں افسروں کے گھوڑے تیار کھڑے تھے۔ جوشنماہ نے اپنا گھوڑا منگایا۔ تینوں سوار ہو کر پھاٹک کیطرف چلے۔ چونکہ پھاٹک فاصلے پر تھا۔ اس لیے تینوں نے گھوڑے سرپٹ دوڑائے

Marfat.com

گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پھاٹک پر پہنچ گئے۔
جوشماہ نے سنتریوں کو پھاٹک کھولنے کا حکم دیا۔ پھاٹک کھلا اور یہ تینوں باہر نکلے۔ اس وقت رات زیادہ آگئی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ایسا اندھیرا کہ چند قدم کی چیز بھی اچھی طرح نظر نہ آتی تھی۔ نیلگوں آسمان کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ ستارے سیاہ آسمان میں تیر رہے تھے۔ فضا خاموش تھی۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ پُرسکون تھا۔ جوشماہ نے بابل سے باہر نکل کر اسلامی لشکر کیطرف دیکھا۔ اسلامی لشکر میں جگہ جگہ آگ روشن ہو رہی تھی۔ دُور سے آگ کی روشنی کے عکس میں خیمے مٹے مٹے نظر آرہے تھے۔ جوشماہ اور اس کے دونوں ہمراہی اسلامی لشکر کی طرف بڑھے۔
ابھی وہ تھوڑے ہی دُور چلے تھے کہ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آئی۔ وہ ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے۔ آواز قریب آتی جا رہی تھی۔ جوشماہ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ چند سوار اس طرف آرہے ہیں۔ دونوں افسر آواز کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔ ایک افسر نے کہا میرے خیال میں تین سوار ہیں۔
جوشماہ نے کہا۔ ہاں تین ہی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ہم تو عاصم و علید دو ہی آدمیوں کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ ان کے ہمراہ تیسرا کون ہے؟
دُوسرے افسر نے کہا۔ ایسا نہ ہو کہ یہ علید اور عاصم نہ ہوں بلکہ کوئی اور ہوں۔
جوشماہ۔ یہ بھی ممکن ہے۔
پہلا افسر۔ ہم کو احتراز و احتیاط کرنا لازمی ہے۔ یہ مسلمان بڑے نڈر اور بہادر ہوتے ہیں کہیں ہم پر ہی نہ آٹوٹیں!!
جوشماہ۔ بے شک احتیاط کرو۔ دیکھو آنے والوں میں سے کوئی بول رہا ہے۔
جوشماہ نے سچ کہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ جعفر بابل کا قلعہ آگیا ہے اب آہستہ آہستہ چلو۔ ساتھ ہی گھوڑوں کے آہستہ آہستہ آنے کی آواز آنے لگی۔
جوشماہ نے کہا۔ کچھ خوف نہ کرو۔ میں نے پہچان لیا ہے۔ یہ آواز عاصم کی جنگ میں شریک نہ ہوں کوئی سپاہی ہتھیار نہ باندھے۔ کیوں کہ مسلمان لڑائی کے

Marfat.com

وقت یہ کیسے سمجھ سکیں گے کہ آپ کے ہمراہی کون ہیں اور مہران کے کون۔
جوشنماہ۔ میں ان کو ہدایت کر دوں گا۔ میرے ہمراہیوں میں سے ایک فرد تک بارک سے باہر نہ نکلے گا۔
عاصم۔ ٹھیک ہے۔
عاصم۔ عبید اور جعفر تینوں چلے گئے جوشنماہ اور اس کے دونوں ساتھی کھڑے رہ گئے۔ کچھ دیر کے بعد جوشنماہ نے کہا میرے خیال میں تم دونوں واپس چلے جاؤ اور اپنے تمام لشکر کو ہدایت کر دو کہ بغیر میرے حکم کے کوئی بارک سے باہر نہ نکلے نہ ہتھیار لگائے۔
ایک افسر نے بہت خوب کہا۔ اور دونوں چلے گئے اب جوشنماہ تنہا رہ گیا۔ وہ گھوڑے کو ادھر اُدھر چکر دینے لگا۔ رات خاموشی سے بڑھتی رہی کائنات کا ذرّہ ذرّہ خاموش رہا۔ سیاہ آسمان میں تیرنے والے ستارے ساکنان ارض کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ دو ثلث رات گذر کر صرف ایک ثلث باقی رہ گئی۔ جوشنماہ اس وقت بابل کی فصیل سے آگے بڑھا کھڑا تھا۔ وہ مسلمانوں کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ اُسے دور پر کچھ آواز محسوس ہوئی۔ اُس نے کان لگا کر سُنا اسے معلوم ہوا کہ بہت سے گھوڑے آہستہ آہستہ آ رہے ہیں۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہیں۔
وہ بدستور کھڑا رہا یہاں تک کہ آنے والے قریب آ گئے جوشنماہ نے ان کو دیکھا اُس نے اندازہ کر لیا کہ وہ ایک ہزار سوار تھے۔ سب سے آگے عاصم تھا۔ عاصم بڑھ کر جوشنماہ کے پاس آیا۔ جوشنماہ نے کہا کیا صرف اتنے ہی لشکر سے تم بابل فتح کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟
عاصم نے کہا آپ ان کی قلّت کا خیال نہ کریں ان میں سے ہر ایک وہ شخص ہے جو ایک ہزار سے لڑ سکتا ہے آپ دیکھیں گے کہ یہ کس طرح ایرانیوں کا تختہ الٹ دیں گے!!
جوشنماہ۔ عاصم تم نے غلطی کی تمہیں تمام لشکر لانا چاہیئے تھا۔
عاصم۔ تمام لشکر بھی آنے والا ہے۔ یہ تھوڑے سے آدمی اس لیے

Marfat.com

لے آیا ہوں کہ فصیل والے ہماری آمد سے خبردار نہ ہوں اور ہم آسانی سے پھاٹک پر قابض ہو جاویں۔ ہمارے پیچھے تمام لشکر آرہا ہے۔

جوشماہ۔ اچھا میرے ہمراہ صرف دس آدمی چلو پھاٹک پر جو سنتری ہیں پہلے ان کو قبضہ میں کرلو۔

عاصم نے بہتر ہے کہا اور دس آدمیوں کو منتخب کر لیا۔

جوشماہ ان کو ہمراہ لے کر بابل کے پھاٹک کی طرف بڑھا۔ باقی لشکر چپ چاپ کھڑا ہو گیا۔ اس طرح خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے جس سے یقین ہونے لگا تھا کہ مسلمان بابل کو فتح کر لیں گے۔

جوشماہ اُن دس انتخاب شدہ مسلمانوں کو ساتھ لے کر پھاٹک کے قریب پہنچا۔ عاصم نے فصیل کے اُوپر والے سپاہیوں کی "بیدار باش" اور "ہوشیار باش" کی آواز سنی۔ جوشماہ نے آہستہ سے کہا۔ دیکھو پھاٹک میں داخل ہوتے ہی سنتریوں پر جھپٹ پڑنا۔ عاصم نے کہا آپ چلیں تو سہی۔ دیکھئے کس آسانی سے ہم سنتریوں کو قابو میں کرتے ہیں۔

اب یہ سب آہستہ آہستہ چلے اور پھاٹک میں داخل ہوتے سنتری پھاٹک کے دوسری طرف بیٹھے تھے اور اُونگھ رہے تھے۔ عاصم اور اُس کے ساتھیوں نے تلواریں نکال کر ایک ساتھ ان پر حملہ کر دیا۔ وہ کھٹکے کی آواز سُن کر ہوشیار ہُوئے۔ انہوں نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔ ننگی تلواریں دیکھ دیکھ کر سہم گئے۔ ان میں سے ایک بھی نہ اُٹھ سکا نہ کچھ بول سکا۔ تلواریں ان کے سروں پر پڑیں اور ان کا کام تمام ہو گیا۔

پھاٹک پر دس ہی سنتریوں کا پہرہ تھا۔ دسوں کام آئے۔ پھاٹک کے دونوں طرف بارکیں تھیں۔ بارکوں میں ایرانی سپاہ پڑی میٹھی نیند کے مزے لے رہی تھی۔ ان کو خبر تک نہ ہوئی کہ سنتری مار ڈالے گئے!

سنتریوں کا صفایا ہوتے ہی جوشماہ نے آہستہ سے کہا۔ جب تم فتح پالو۔ تم میرے پاس قصر میں آنا۔

Marfat.com

یہ کہتے ہی جوشنماہ چلا گیا۔ عاصم اپنے ہمراہیوں کو پھاٹک پر کھڑا کر کے باہر نکلا۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر مجاہدین کے پاس پہنچا اور ان کو خاموشی سے چلنے کی ہدایت کی۔

اسلامی لشکر نہایت احتیاط اور خاموشی سے بڑھا۔ بڑی آہستگی سے چل کر پھاٹک کے اندر داخل ہوا۔ اگرچہ مسلمانوں نے بہت زیادہ احتیاط کی۔ مگر احتیاط وہاں کام آتی ہے۔ جہاں دو چار۔ دس بیس آدمی ہوں اور جہاں ایک ہزار ہوں وہاں کیا احتیاط ہوتی۔ پھر پیادے نہیں بلکہ سوار تھے۔ چنانچہ جب مسلمان پھاٹک عبور کر کے بابل میں داخل ہوتے تو ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے ان ایرانیوں کی آنکھ کھل گئی۔ جو کہ پھاٹک کے قریب بارکوں میں پڑے سو رہے تھے۔

بہت سے ایرانی بیدار ہوتے ہی آنکھیں ملتے ہوئے بارکوں سے باہر نکل آئے۔ اگرچہ اندھیرا ہو رہا تھا۔ لیکن ایک تو فاصلہ کم تھا۔ دوسرے کھلا ہوا میدان تھا۔ تیسرے مسلمانوں کی جداگانہ پوشاک تھی۔ ایرانیوں نے پہچان لیا۔ وہ فوراً بارکوں کی طرف پلٹے اور انہوں نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔ مسلمان آگئے! بابل کے اندر مسلمان آگئے۔

ان متواتر آوازوں کو سن سن کر تمام بارکوں میں ہلچل شروع ہو گئی۔ ہر بارک سے سپاہی اٹھ اٹھ کر باہر نکلنے اور مسلمان آگئے۔ بابل کے اندر مسلمان آگئے کے نعرے مارنے لگے۔ بارکوں سے کسی قدر فاصلے پر نصب تھے۔ خیموں کے اندر بھی ایرانی لشکر مقیم تھا۔ وہ بھی گھبرا کر اٹھے اور خیموں سے باہر نکل نکل کر چلانے لگے۔ مسلمان آگئے۔ بابل کے اندر مسلمان آگئے!

بارکوں اور خیموں والے ایرانیوں کی آوازیں فصیل سے ٹکرائیں فصیل کے اوپر سونے والے ایرانی بھی جاگ پڑے۔ وہ بھی اس افراتفری میں اٹھے اور چلا چلا کر کہنے لگے۔ مسلمان آگئے۔ بابل کے اندر مسلمان آگئے!!

ان پیہم آوازوں کو مسلمانوں نے سنا۔ انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ عاصم نے کہا یہ وقت دیکھنے اور سوچنے کا نہیں ہے۔ چاروں طرف بکھر جاؤ۔

Marfat.com

اور ایرانیوں کو تہ تیغ کرنا شروع کر دو۔

یہ لشکر عاصم ہی کی ماتحتی میں آیا تھا۔ عاصم سے اتنا سُنتے ہی مسلمان پھیل گئے۔ وہ بارک والوں پر جا پڑے۔ انہوں نے تلواریں سُونت لیں اور نہایت تیزی سے ایرانیوں کے سروں پر چلانی شروع کر دیں۔

ایرانی نہتے تھے غیر مُسلح تھے ابھی سو کر اُٹھے تھے اکثر ابھی تک آنکھیں ہی مل رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ان کے سامنے سے بھاگے۔ شور مچاتے ہوئے بھاگے اپنی پوری طاقت سے چلاتے گلا پھاڑتے ہوتے بھاگے۔ لیکن وہ پیدل تھے۔

مسلمان سوار بھاگ کر کہاں جاتے۔ چند ہی قدم دوڑتے جاتے۔ تھوڑا ہی چلاتے کہ کسی نہ کسی مُسلمان کی تلوار سر پر پڑتی اور ہمیشہ کے لیئے خاموش ہو کر ملبے لیٹ جاتے۔ چشم زدن میں مسلمانوں نے ہزاروں ایرانیوں کو کھیرے ککھڑی کی طرح کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ مگر ایرانیوں کے چلانے سے اُن کو یہ فائدہ ضرور ہوا کہ تمام قلعے میں ہنگامہ مچ گیا۔ غُلغلہ مچ گیا۔ سارے ایرانی جلد جلد اُٹھ کر مسلح ہو ہو کر اسی طرف آنے لگے۔ جس طرف موت کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ مسلمان ایرانیوں کو کاٹ رہے تھے۔

سب سے پہلے تخیز جان اپنا لشکر لے کر پہنچا۔ عجلت کی وجہ سے سارا لشکر تو وہ بھی نہ لا سکا۔ لیکن پانچ ہزار سوار دل کو مسلح کر لایا۔ باقیوں کو جلد سے جلد مسلح ہو کر آنے کی ہدایت کر آیا۔ اس نے آتے ہی مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مُسلمان چاروں طرف بکھرے ہوتے ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ جب انہوں نے تخیز جان کے ہمراہیوں کو صفیں باندھے آتے اور حملہ کرتے دیکھا تو وہ بھی سمٹ کر ایک جگہ جمع ہو گئے اور نہایت دلیری سے لڑنے لگے۔

جب تخیز جان اور اُس کے ہمراہیوں نے مُسلمانوں کی تھوڑی سی تعداد دیکھی تو اُن کے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

مسلمان سنگی چٹان کی طرح پھاٹک کے سامنے جم گئے۔ انہوں نے جلدی سے اپنی دو صفیں قائم کر لیں اور بڑی بے جگری سے لڑائی میں مصروف

Marfat.com

ہو گئے۔ ایرانی چلاّ چلاّ کر نعرے لگا رہے تھے۔ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ تمام بابل نعروں کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ سارا لشکر اور تمام اہل شہر بیدار ہو گئے تھے۔ ہر طرف سے لشکر مسلح ہو ہو کر محاذ جنگ کی طرف روانہ ہوا۔ شہر کے باشندے گھروں میں چھپے خوف سے کانپ رہے تھے۔ عاصم کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ علم کا پھریرا ہوا میں لہرا رہا تھا۔ عاصم نہایت جوش۔ بڑی دلیری اور نہایت بے خوفی سے لڑ رہا تھا۔

وہ جس طرف حملہ کرتا تھا۔ صف کی صف الٹ دیتا تھا۔ جس ایرانی پر اُسکی تلوار پڑتی تھی۔ وہی مردہ ہو کر گر جاتا تھا۔

ایرانی جوش میں آ کر پیچ و تاب کھا کھا کر بڑھتے تھے۔ عاصم پر حملہ کرتے تھے لیکن جب وہ عاصم کے قریب پہنچتے عاصم ان پر جھپٹتا۔ پانچ سات ایرانی مارے جاتے بقیۃ السیف ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے!!

عاصم کے برابر ہی علید تھا۔ علید بھی نہایت دلیری سے لڑ رہا تھا۔ وہ بھی جس پر جھپٹتا جس پر حملہ کرتا اُسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ اس کی خلائشگاف تلوار خود اور زرہ کاٹ کر سر و تن کا فیصلہ کر دیتی!!

علید کے قریب جعفر تھا وہ بھی کمال بہادر اور جنگجو تھا۔ نہایت پھرتی سے گھوڑا دوڑا کر حملے کر رہا تھا۔ اُس نے بھی بہت سے ایرانیوں کو تہ تیغ کر دیا تھا۔ صرف یہ تینوں ہی نہیں بلکہ ہر مسلمان خونخوار شیر بنا ہوا تھا۔ اور ایرانیوں کو چیرنے پھاڑنے میں ایک دوسرے سے زیادہ حریص بن رہا تھا۔

چاروں طرف سے ایرانیوں کے دستوں پر دستے آ رہے تھے۔ بڑے جوش سے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ غصہ میں آ آ کر آگے آ رہے تھے۔ اور صفیں باندھ باندھ کر سمٹ سمٹ کر حملے کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو کچل ڈالنا چاہتے تھے۔ بڑے جوش سے حملے کرتے تھے۔ مگر مسلمان گویا لوہے کے تھے نہ ڈرنا جانتے تھے نہ پیچھے ہٹنا نہ مرنا برابر کھڑے ہوئے لڑ رہے تھے ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ ایرانیوں کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی۔ نہایت زور دشوار سے ہو رہی تھی۔ اگرچہ برابر کا مقابلہ نہ تھا مسلمان صرف ایک ہزار

Marfat.com

تھے اور ایرانی ایک لاکھ سے بھی زیادہ لیکن مسلمانوں کے پشت کیجانب فصیل تھی۔ سامنے ایرانی لشکر تھا۔ پیچھے کی طرف سے حملہ کا ڈر نہ تھا اور سامنے والوں سے وہ لڑ ہی رہے تھے۔

اگر ایرانی دو لاکھ بھی ہوتے تو کچھ فائدہ نہ تھا کیونکہ مسلمانوں کو جو کمین گاہ ملی ہوئی تھی وہ ایسی تھی کہ ایرانیوں کی کثرت ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکتی تھی۔ اسلئے مسلمان نہایت اطمینان سے لڑ رہے تھے۔

اب صبح صادق کے آثار ظاہر ہوگئے تھے۔ اندھیرا مغرب کی طرف سمٹنے لگا تھا۔ شرقی جانب سے روشنی کی سفید چادر اُٹھنے لگی تھی۔ اجالا پھیلنے لگا تھا۔ ایرانیوں کو مسلمانوں کی اور مسلمانوں کو ایرانیوں کی صورتیں نظر آنے لگی تھیں۔ اب تک تو مسلمان اندھیرے میں سر جھکائے لڑتے رہے۔ لیکن جب روشنی پھیلی اور انہوں نے سر اٹھا اٹھا کر سامنے نظر کی تو ایرانی سواروں کا سمندر نظر آیا۔ جو حد نگاہ تک ہچکولے کھا رہا تھا۔

مسلمان اس قدر لشکر دیکھ کر کسی قدر متفکر ہوئے۔ فکر وجہ معقول سے تھا ایرانی اس قدر زیادہ تھے کہ اگر وہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے مسلمانوں کے سامنے قتل ہونے کے لیے بیٹھ جاتے تو یہ ایک ہزار مسلمان کئی دن میں ان کو قتل کر سکتے۔

مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ ایرانی ان کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ بابل میں ان کے مزار بنیں گے۔ دیار غیر میں شہید ہوں گے۔ شہید ہونا ان کی عین تمنا تھی۔ سب کے دلوں میں ایک ساتھ یہ خیال پیدا ہوا کہ مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے بچنے کی کوئی سبیل نہیں کیوں نہ ایرانیوں کو اچھی طرح قتل کر کے مریں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بے خوفی سے حملے کرنے لگے۔ ایک دم گھوڑوں کی کنوتیاں ملا کر جھپٹتے۔ ایرانی صفوں پر گرتے۔ جلد جلد جلد حملہ کرتے اور تمام صفوں کو الٹ کر یا قتل کر کے پیچھے ہٹتے۔

ایرانی حیران تھے۔ ان کو غصہ بھی آتا۔ جوش بھی آتا۔ مگر نہ غصہ سے کچھ ہوتا نہ جوش سے۔ جو غصہ میں آکر بڑھتے۔ جوش میں آکر حملہ کرتے وہی مسلمانوں کی تلواروں کی نذر ہو جاتے۔

Marfat.com

اب آفتاب اُفق مشرق سے جھانکنے لگا تھا۔ تمام بابل میں کافی روشنی پھیل گئی تھی۔ عام طور پر اس وقت بابل کے بازار کھل جاتے اور لوگ کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔ مگر آج مسلمان بابل کے اندر آ کر لڑ رہے تھے۔ نہ کوئی باہر نکلا۔ نہ بازار کھلے اور نہ کاروبار شروع ہوا۔ تخیر جان کی صفوں کے پیچھے کھڑا ایرانیوں کو جوش میں لا لا کر بڑھتے تھے۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔ مگر جب مسلمان ان پر ٹوٹ پڑتے تھے تو وہ یا تو موت کا شکار ہو کر ڈھیر ہو جاتے یا گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے۔

یہ بات نہیں ہے کہ مسلمان شہید نہ ہو رہے تھے وہ بھی مر رہے تھے۔ لیکن بہت کم البتہ قتل کرتے کرتے وہ تھک گئے تھے۔ ان کے بازو سُست پڑ گئے تھے۔ اب وہ اس جوش سے نہ لڑ رہے تھے جس جوش سے آفتاب طلوع ہونے سے قبل حملے کرتے رہے تھے۔ ایرانیوں نے دیکھ لیا کہ مسلمانوں کے قویٰ سُست پڑ گئے تھے اور اُن کے بازو جواب دینے لگے ہیں۔ تلواریں پوری کاٹ نہیں کر رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کے دل بڑھ گئے۔ انہوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے اس حملہ کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر وہ ایرانیوں کو نہ روک سکے کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ عاصم نے مسلمانوں کی یہ کیفیت دیکھی اُسے افسوس بھی ہوا۔ جوش بھی آیا۔ اس نے للکار کر کہا مسلمانو! یہ کیا بزدلی ہے۔ پیچھے ہٹتے ہو۔ لڑنے سے جی چراتے ہو۔ بہشت سے بھاگتے ہو۔ خدا کی نافرمانی کرتے ہو۔ خدا کی قسم قیامت کے دن رسُول خدا تم سے ناخوش ہوں گے۔ بڑھو حملہ کرو۔ مار دو یا شہید ہو جاؤ۔

عاصم کی اس مختصر تقریر نے مسلمانوں میں جوش و غیرت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ وہ اللہ اکبر کا پُرزور نعرہ لگا کر بڑھے۔ ایرانیوں پر ٹوٹے ان کو قتل کرنے لگے۔ مگر بہت جلد یہ جوش ٹھنڈا پڑ گیا۔ طاقت جواب دے گئی۔ جس قدر بڑھے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔

Marfat.com

اب ایرانی کمال جوش میں آ کر بڑھے۔ انہوں نے تلواروں کی باڑھ پر مسلمانوں کو رکھ لیا۔ مسلمان شہید ہونے لگے۔ عاصم نے دیکھا۔ وہ تڑپ گئے۔ وہ عبید جعفر تینوں اب بھی کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ لیکن صرف تین آدمی ڈیڑھ دو لاکھ لشکر کب تک لڑ سکتے تھے۔

عاصم نے خلوص دل سے دعا مانگی۔ اے اللہ العالمین مسلمانوں کی غیب سے امداد کر۔ انہیں بچا لے۔ یہ تیرے اور صرف تیرے پرستار اور نام لیوا ہیں۔ تیرے بھروسہ پر لڑنے آئے ہیں۔ تو نے ہمیشہ مسلمانوں کی مدد کی ہے۔ البتہ اب ان کی بھی امداد و اعانت فرما۔

ابھی یہ الفاظ ان کی زبان سے ادا ہو ہی رہے تھے کہ اللہ اکبر کے پرہیبت نعرہ کی آواز آئی۔ آواز کے ساتھ ہی مسلمان بابل کے اندر آنے شروع ہو گئے۔ ان کا تانتا لگ گیا۔ عاصم اور اس کے ہمراہی ایک طرف ہٹ گئے۔ تازہ دم مسلمانوں نے آتے ہی ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ ایرانی بھی ان پر جھک گئے۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان نہایت غیظ و غضب بھرے ہوئے تھے۔ نہایت پھرتی اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ مارتے کاٹتے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ایرانی قدم قدم پر الجھ رہے تھے۔ ایک ایک انچ زمین پر لڑ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو روکنا چاہتے تھے۔ مگر مسلمان کسی طرح سے نہ رکتے تھے۔ برابر قتل اور خونریزی کا بازار گرم کرتے کشتوں کے پشتے لگاتے بڑھ رہے تھے۔ اگرچہ ہزاروں مسلمان اندر آ گئے تھے۔ مگر ان کے داخلہ کا تانتا بدستور لگا ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ مسلمانوں کا وہ تمام لشکر جو حضرت سعد کی سرکردگی میں تھا۔ رات ہی کو آ گیا تھا۔ گویا تمام اسلامی لشکر بابل کے سامنے اکٹھا ہو گیا تھا۔ اور اس وقت سارا ہی لشکر بابل کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس وقت اسلامی لشکر بابل میں داخل ہو رہا تھا۔ اس وقت مہران بھی تمام لشکر لے کر آ گیا تھا۔ سارا بابل سواروں اور سپاہیوں سے بھر گیا۔

زہرہ نے قلعہ میں داخل ہوتے ہی تخجر جان کو دیکھا۔ وہ صفیں چیرتا ہوا بڑھا۔ اس کے ساتھ ہی کئی سو مسلمان بڑھے۔ ایرانی سد راہ

Marfat.com

ہو گئے اور جنگ نہایت زور و شور سے ہونے لگی۔ قدم قدم پر لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔

چونکہ مرنے والے ایرانیوں کی جگہ تازہ دم ایرانی آتے جاتے تھے۔ اس لیے مسلمان تیزی سے نہ بڑھ سکتے تھے۔ ایرانیوں کو قتل کرتے سامنے سے ہٹاتے ہوتے بڑھ رہے تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ کی جدوجہد کے بعد زہرہ تخیرجان تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ تخیرجان نے زہرہ کو دیکھا اس نے تلوار سے ان پر حملہ کیا۔ زہرہ نے نہایت پھرتی سے اس کا حملہ روکا اور پھر خود حملہ کیا۔ تخیرجان نے ڈھال سامنے کر دی۔ زہرہ کی تلوار ڈھال کاٹ کر اس کے شانہ پر پڑی۔ اگرچہ شانہ میں چاندی کی زنجیر کا جال تھا۔ مگر زہرہ کی تلوار اس بلا کی تھی کہ زنجیریں کاٹ کر کسی قدر شانہ کو زخمی کر گئی۔

زخمی ہوتے ہی تخیرجان واپس لوٹا۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگا جس وقت وہ بھاگا ہے۔ اسی وقت مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر ایرانیوں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ ایسا سخت ہوا کہ ایرانیوں نے ہر چند زور لگایا۔ بہت کچھ جمنا چاہا لیکن نہ جم سکے پیر اکھڑ ہی گئے۔ وہ ایک قدم گھبرا کر بدحواس ہو کر پیچھے لوٹ کر بھاگے۔ ان کے بھاگتے ہی مسلمان ان کے پیچھے دوڑے انہوں نے ایک اور حملہ کیا۔ نہایت سخت حملہ۔ ہزاروں ایرانیوں کو دم کے دم میں کاٹ کر ڈال دیا۔ ایرانی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ ایرانی دور تک پھیلے ہوتے تھے۔ اگلے ایرانیوں کو بھاگتے ہوتے دیکھ کر پچھلے اُن سے بھی پہلے بھاگ کھڑے ہوتے مہران نے ہر چند ان کو روکنا چاہا۔ بہت غیرت دلائی۔ دھمکایا۔ ڈرایا۔ لیکن کسی نے بھی اس کی ایک نہ سُنی۔ وہ بھاگے چلے گئے۔ مجبوراً مہران بھی ہوگا۔ مسلمان بھی ایرانیوں کے پیچھے ہی پیچھے مارتے کاٹتے لگے چلے گئے۔ انہوں نے قدم قدم پر ایرانیوں کی لاشیں بچھا دیں۔

Marfat.com

راستے۔ بازار۔ کوچے اور گلیاں خون سے سرخ ہو گئے۔ لاشوں سے پٹ گئے۔ اگر ایرانی بدحواس نہ ہو جاتے۔ صرف ایک تخیر جان کے بھاگنے سے سب کے سب گھبرا کر نہ بھاگ پڑتے تو فتح یقیناً ان کی ہی ہوتی مسلمان اُن کے مقابلہ میں بہت تھوڑے تھے۔ پھر سارے مسلمان قلعہ کے اندر بھی نہ آئے تھے۔ ایرانی اگر جم کر لڑتے تو مسلمانوں کو پسپا کر دیتے۔ مگر ملک خدا کا ہے زمین خدا کی ملکیت ہے جس قوم کو چاہتا ہے دے دیتا ہے ایرانیوں کو بابل پر حکومت کرتے مدت گذر گئی تھی۔ زعم حکومت سے وہ مغرور ہو کر ظلم اور کرنے لگے تھے۔ خدا کو نہ غرور پسند ہے نہ ظلم و ستم اس نے حکومت ایران کا بابل سے جنازہ نکال دیا۔ اوّل اوّل تو ایرانی گھبرا گئے۔ بابل کی گلیوں بازاروں اور راستوں میں پھرتے رہے۔ لیکن جب ہر جگہ مسلمان ملک الموت کی طرح ان کے پیچھے لگے رہے۔ انہیں قتل کرتے رہے تو وہ دوسری طرف کا پھاٹک کھول کر باہر نکلے اور مدائن کی طرف بھاگنے لگے۔ اس طرح بابل کے پچیس ۲۵ دروازے تھے۔ سب دروازے کھول دیتے گئے۔ ایرانیوں کا سیلاب ہر دروازہ سے نکلا اور مدائن کی طرف بہنے لگا۔ دوپہر ہونے سے پہلے ہی مہران کے تمام ساتھی بابل اور اہل بابل کو ان کی قسمت پر چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے بابل پر قبضہ کر لیا۔ لیکن حضرت سعدؓ نے منادی کرا دی کہ چونکہ اہل شہر نے لڑائی کے وقت ایرانی فوج کا ساتھ نہ دیا۔ اس لیے نہ ان کو لوٹا جائے اور نہ قتل کیا جائے۔

مسلمان اس منادی کو سنتے ہی محتاط ہو گئے۔ انہوں نے بابل پر تسلط کرتے ہی بابل کے باہر سے اپنے خیمے اور سب سامان منگا لیا۔ مجاہدین ان بارکوں میں فروکش ہو گئے۔ جن میں رات کو ایرانی سوئے ہوئے تھے حضرت سعدؓ نے اس قصر میں قیام کیا جس میں مہران ٹھہرا ہوا تھا۔ زہرا۔ خالد۔ شرجیل اور دوسرے سرداران محلوں میں ٹھہرے جن میں تخیر جان وغیرہ ٹھہرے ہوئے تھے۔

Marfat.com

حضرت سعدؓ نے مجروح مسلمانوں کو عورتوں اور اُن ڈاکٹروں (جرّاحوں) کے سپرد کر دیا جن کو حضرت عمرؓ نے اس لشکر کے ساتھ بھیجا تھا۔ شہداء کو اکٹھا کر کے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دفن کر دیا گیا۔ ایرانیوں کی لاشیں سڑکوں۔ گلیوں اور کوچوں میں سے اٹھوا کر دفن کرا دیں۔ اس جنگ میں ۳۰۵ مسلمان شہید ہوئے اور ایرانی گیارہ ہزار مارے گئے۔ جب جملہ انتظامات سے فراغت ہو گئی تو عاصم۔ عبید اور جعفر جوشنماہ کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

باب ٦
ایک اور اسیرِ گیسو

جس وقت عاصم۔ عبید اور جعفر جوشناہ کے قصر میں پہنچے اس وقت چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ آفتاب کی طلائی کرنیں قصر کی بلند دیواروں پر رقص کر رہی تھیں۔ یہ تینوں اس کمرہ میں پہنچے جس میں پروین کی نشست تھی۔ اسوقت کمرہ کے اندر پروین اور خیزران بیٹھی تھیں۔ دونوں ریشمین پوشاک پہنے تھیں۔ کمال حسین معلوم ہو رہی تھیں۔ تنویرِ حسن سے کمرہ جگمگا رہا تھا۔ عاصم کو دیکھتے ہی پروین کا چہرہ اور بھی چمک گیا۔ ہلکے گلابی گال تمتما اُٹھے۔ آنکھیں برق تپاں کا مظہر بن گئیں اُس نے برقبار نظروں سے عاصم کو دیکھا۔ عاصم اس کی ان ہوشربا نگاہوں کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کی نظریں لڑکھڑا کر جھک گئیں۔

جعفر نے کمرہ میں داخل ہوتے ہی پہلے پروین کو پھر خیزران کو دیکھا۔ وہ ان نور کی پتلیوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کی نگاہیں۔ خیزران کے پھول سے رخساروں پر آکر رک گئیں!

خیزران کے مسیحا صفت لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔ وہ عاصم کو دیکھ کر شوخی سے مسکرا رہی تھی۔ اتفاق سے اس کی نظر عاصم سے ہٹ کر جعفر پر پڑی۔ جعفر پہلے ہی اُسے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ نگاہوں کے ملتے ہی ادھر تو جعفر کچھ کھویا سا گیا۔ ادھر خیزران کی شوخی کوچ کر گئی۔ اس کی بجلیاں

Marfat.com

گرانے والی آنکھیں جھک گئیں۔

چند لمحہ کے بعد عاصم سنبھلا۔ اس نے جعفر کی طرف اس سے سیم تن لڑکیوں کا تعارف کرانے کے لیے دیکھا۔ جعفر ہمہ تن دید بنا حورِ دشِ خیزران کو دیکھ رہا تھا۔ خیزران شرمائی ہوئی نظریں نیچے کیے بیٹھی تھی۔ عاصم یہ دیکھ کر مسکرایا۔ اُس نے جعفر سے مخاطب ہو کر کہا۔ جعفر! یہ پروین جو شہنشاہ کی دختر ہے اور یہ تمہارے سامنے جو نظریں جھکائے بھولی صورت بنائے بیٹھی ہیں۔ ہرمزان کی ہمشیرہ خیزران ہیں۔

جعفر حُسن کی گہرائیوں۔ نورکی وادیوں سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا خیزران نے اپنا چاند سا شرمیلہ چہرہ اٹھا کر عاصم کو شرمیلی نظروں سے دیکھا۔ عاصم مسکرا رہا تھا۔ خیزران کے لبوں پر بھی شرمیلہ تبسم نمودار ہوا۔

عاصم نے کہا۔ جعفر یہ خیزران بڑی شوخ ہے تم ان کو کیا دیکھ رہے ہو۔ یہ تم سے ذرا شرما رہی ہیں جس وقت کھل جائیں گی۔ تم کو پریشان کر دیں گی۔ جعفر بہت ہوشیار ہو چکا تھا۔ اس نے کہا۔ عاصم تم غلطی پر ہو یہ تو نہایت بھولی معلوم ہوتی ہیں۔ کیا ان کو پریشان کرنا بھی آتا ہے۔

عاصم ہنس پڑا۔ اُس نے کہا۔ اس بھولے پن کے بھروسہ پر نہ رہنا۔ صُورت سے تو یہ بھولی سی معلوم ہوتی ہیں لیکن بڑی شوخ اور طرّارہ ہیں۔

جعفر کی نظریں حور دش خیزران کے شاداب رخساروں پر لوٹ رہی تھیں اُس نے کہا۔ شوخی تو حسن کا تقاضا ہے۔ لیکن بے درد۔ بڑی بے رحم کیا تم نے نہیں سُنا ؎ بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہیں۔ جلاد بھی

خیزران آنکھیں جھکائے۔ چپکے چپکے مسکرا رہی تھی۔ پروین بھی ہلکے تبسم سے مسکرا کر کبھی خیزران اور کبھی عاصم اور گاہ جعفر کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے حیاء بار آنکھوں سے عاصم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ واہ صاحب واہ آپ نے تو بہن خیزران کو بالکل ہی کھسیانا نہ کر دیا۔

خیزران نے ایسی نظروں سے جو فرط حیاء سے اوپر نہ اٹھتی تھیں پہلے عاصم اور پھر پروین کو دیکھ کر کہا اچھا اب میں سمجھی کہ تم دونوں نے آج

Marfat.com

سازش کی ہے۔ جعفر کو اس کی ترنم خیز آواز نہایت ہی بھلی معلوم ہوئی۔ اُسے ایسا معلوم ہوا جیسے اُس نے کسی فردوسی حور کا نغمہ سنا ہو۔

عاصم نے خیزران سے دریافت کیا۔ ہم دونوں نے کیا۔ سازش کی ہے۔

حضور۔ خیزران نے مسکرا کر کہا۔ ٹھہریئے میں پروین سے دریافت کرتی ہوں۔ مگر خدشہ ہے کہ یہ تمہاری بات بتلانے کی ہی نہیں ہے۔

عاصم۔ پھر دریافت کرنا ہی بے سُود ہے۔

خیزران۔ بالکل بے سُود تم نے اس پر جادُو کر دیا!

عاصم۔ اور تم نے جعفر پر جادُو کر دیا!

جعفر ہمہ تن دید اور ہمہ تن گوش بنا خورد شس خیزران کو دیکھ اور اسکی باتیں سُن رہا تھا۔ جب عاصم نے اس کا نام لیا تو وہ چونکا اس نے کہا میرا تذکرہ کیوں کرنے لگے ؟

عاصم۔ اس لیے کہ تم اس خوبصُورت ساحرہ کو دیکھنے میں ایسے محو ہوتے کہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گئے۔!

پروین نے کہا۔ اب کھڑے ہی کھڑے باتیں ہوں گی بیٹھ جایئے۔

خیزران نے ہنس کر کہا۔ اللہ رے محبّت کسی کا کھڑا رہنا بھی گوارا نہیں بیٹھ جایئے صاحب۔

ہنسنے سے اُس کے گلابی لب کھل کر سفید موتیوں سے زیادہ آبدار دانتوں کی لڑیاں نظر آنے لگیں۔ جعفر کی آنکھوں میں بجلی سی کوند گئی وہ اس کے حسین چہرہ کو دیکھنے لگا۔ عاصم نے کہا۔ بُت بے درد یہ بھی گوارا نہیں کہ ہم بیٹھ ہی جائیں۔ خیزران نے مسکرا کر کہا۔ آج تمہاری چڑھ بنی ہے جو چاہے کہہ لو۔ عاصم کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جوشناہ اور ہرمزان آ گئے۔ ان تینوں نے جوشناہ کو سلام کیا۔ جوشناہ نے کہا۔ عاصم خوب آئے عاصم میں مسلمانوں کا مشکور ہوں کہ انہوں نے اہل شہر کو کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا۔

عاصم۔ مسلمان آپ کے مشکور ہیں کہ آپ کی بدولت آسانی سے بابل پر قبضہ ہو گیا۔ سالار اعظم آج ہی آپ سے کسی وقت ملیں گے۔

Marfat.com

اب جوشنماہ بیٹھ گیا۔ عاصم۔ عبید۔ جعفر اور ہرمزان بھی بیٹھ گئے جوشنماہ نے کہا۔ میں خود اُن سے ملنے کا متمنی ہوں جس وقت ایرانی ہزیمت اٹھا کر بھاگے اور مسلمان سارے شہر میں بکھر گئے تو مجھے خوف ہُوا تھا کہ کہیں جوش میں آ کر ایرانیوں کو لوٹنا اور قتل کرنا شروع نہ کر دیں مگر ان کی طرف سے کمال رواداری اور ضبط و ارتباط کا ثبوت ملا۔

عاصم سالارِ اعظم نے سب سے پہلے یہی کام کیا تھا کہ انہوں نے مُنادی کے ذریعہ سے شہریوں کو لُوٹنے اور قتل کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔

جوشنماہ۔ سالارِ اعظم کی اس شرافت نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے تمام شہر والے مسلمانوں کے مشکور ہیں۔ کوئی قوم کسی مفتوحہ شہر کو بغیر لُوٹے نہیں چھوڑتی۔ مگر مسلمانوں نے نہایت سیر چشمی اور شرافت سے کام لیا ہے۔

ہرمزان۔ بلاشبہ یہی بات ہے۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ عرب افلاس اور غربت سے تنگ آ کر ایران کو مالدار ملک سمجھ کر حملہ آور ہُوئے ہیں۔ لیکن آج اس خیال کی تردید ہو گئی۔ اگر آپ دولت کے بھُوکے ہوتے تو دوسری اقوام کی طرح شہر فتح کرتے ہی شہریوں کو لوٹنا شروع کر دیتے۔ بابل کے لوگ اس وجہ سے سہم رہے تھے۔ دولت لٹ جانے کے خوف سے اہلِ دِل کانپ رہے تھے۔ مگر مسلمانوں کی سیر چشمی نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ جعفر خاموش بیٹھا تھا۔ وہ نظریں چرا کر گاہے بگاہے پری جمال خیزران کو دیکھنے لگتا تھا۔ خیزران بھی دزدیدہ نظروں سے اُسے دیکھ لیتی تھی۔ خیزران شوخ تھی چنچل تھی اُس کو خاموش بیٹھنا ہی نہ آتا تھا۔ لیکن آج نہیں اس وقت خاموش تھی۔ ساری شوخی سارا چنچل پن رُخصت ہو چکا تھا وہ جب موقعہ پاتی دزدیدہ نظروں سے جعفر کو دیکھ لیتی۔ جعفر نوجوان تھا۔ خوبرُد تھا۔ ایک حسین مرد میں جو خصوصیتیں ہونی چاہئیں۔ وہ اس میں سب موجود تھیں۔ اس نے پری جمال خیزران کا دل موہ لیا تھا۔ جوشنماہ عاصم کو دیکھ رہا تھا۔ عاصم سر جھکائے بیٹھا تھا۔ جوشنماہ نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمان بہادر قوم ہے میں تمہاری تھوڑی تعداد دیکھ کر تذبذب میں تھا مجھے ہی

Marfat.com

کیا کسی کو بھی یہ اعتماد نہ تھا کہ مسلمان اتنے بڑے لشکر کو ہزیمت دے کر بابل پر قابض ہو جائیں گے۔ تعجّب پر تعجّب یہ ہے کہ بہت ہی تھوڑے عرصے میں عظیم الشان ایرانی لشکر کو شکست دے کر بابل پر قبضہ و تسلط جمالیا۔

عاصم نے جوشناہ کو دیکھ کر کہا۔ یہ سب آپ کی مہربانی سے ہُوا۔

جوشناہ۔ میری کچھ مہربانی نہ تھی۔ میں نے آپ کے لیے دروازہ ضرور کھلوا دیا۔ لیکن اس سے کیا ہوتا۔ تمہاری تعداد تھوڑی تھی۔ اغلب تھا کہ تم شکست کھا کر بھاگ جاتے۔ لیکن نہیں تم بہادر تھے۔ بہادر قوم کے چشم و چراغ تھے۔ کامران و مظفر ہوتے۔

عاصم۔ یہ تو ہم کو مسّرت ہے کہ ہم نے ایرانیوں کے عظیم الشان لشکر کو شکست دی۔ لیکن یہ افسوس ہے کہ مہران ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گیا۔

جوشناہ۔ اس کا مجھے بھی ملال ہے۔ کاش وہ شیطان مارا جاتا۔

عاصم۔ ابھی اس کی زندگی باقی تھی۔ لیکن کہاں جاتا ہے۔

اب آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ کمرہ میں اندھیر اپھیلنے لگا تھا۔ عبید نے جو اب تک خاموش بیٹھا تھا۔ عاصم سے کہا۔ دن چھپنے والا ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب آگیا۔ اب چلنا چاہیئے!!

عاصم۔ ہاں چلیئے (جوشناہ سے) اب اجازت دیجئے۔ کیونکہ نماز کا وقت قریب آگیا ہے۔

جوشناہ۔ میں تم کو روک نہیں سکتا۔ تم نے کہا تھا۔ سالار اعظم مجھ سے ملاقات کرنے کے لیے تشریف لائیں گے!!

عاصم۔ جی ہاں وہ آنے والے تھے۔ شائد کثرت کار کی وجہ سے اس وقت نہ آسکے۔ میرے خیال میں دن چھُپنے کے بعد تشریف لاویں گے۔

جوشناہ۔ ان کی خدمت میں میری طرف سے عرض کر دیجئے کہ وہ رات کو آنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ صبح میں خود حاضر ہوں گا۔

عاصم۔ بہتر ہے۔

اب عاصم۔ عبید اور جعفر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے جوشناہ کو سلام

Marfat.com

کیا۔ اور کمرہ سے باہر آکر صحن طے کرنے لگے۔ راستہ میں جعفر نے کہا جوشماہ نہایت نیک آدمی ہے۔

عاصم نے قطع کلام کر کے کہا۔ نہایت نیک ہے اگر تمام ایرانی اس جیسے نیک ہوتے تو مسلمانوں کو نہ ستاتے نہ ہم اس ملک پر چڑھ کر آتے۔

جعفر نے مسکرا کر کہا۔ لیکن یہاں آنا اچھا ہوا۔ عاصم نے مسکراتے ہوئے غور سے جعفر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس لیے کہ تم اسیر گیسو ہو گئے۔

جعفر۔ کاش عاصم تم مجھے یہاں نہ لاتے۔

اب یہ قصر سے باہر نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوتے اور اس قصر کی طرف چلے جس میں سعدؓ نے قیام کیا تھا۔ ابھی یہ راستہ ہی میں تھے کہ مغرب کی اذان ہوئی۔ انہوں نے گھوڑے تیز کر دیئے۔ تیزی سے چل کر قصر کے سامنے پہنچے۔ قصر کے سامنے نہایت وسیع میدان تھا۔ مسلمان اس میدان میں نماز پڑھنے کیلئے جمع ہو رہے تھے۔ ان تینوں نے گھوڑے ایک طرف کر دیئے اور نماز میں شامل ہو گئے۔ نماز پڑھ کر عاصم سعدؓ کے پاس پہنچا۔

سعدؓ کو اب آرام ہو گیا تھا۔ صرف ضُعف باقی تھا۔ عاصم نے سعدؓ سے کہا۔ جوشماہ نے کہا کہ صبح وہ خود ہی حاضر خدمت ہوں گے۔ سعدؓ نے کہا۔ میں اس نیک انسان سے اس کے مکان پر ملنا چاہتا تھا۔ لیکن مصروفیت کام سے فرصت نہ ملی۔ عاصم تم بھی سارا دن مصروف رہے ہو۔ تھک گئے ہو گے اب جا کر آرام کرو۔ عاصم سلام کر کے لوٹا۔

جعفر اور علید کو ہمراہ لے کر گھوڑوں پر سوار ہوا اور اپنے جائے قیام کی طرف چلا۔ ان تینوں نے اپنے لیے ایک ہی قصر منتخب کیا تھا۔ وہ قصر یہاں سے قریب تھا بہت جلد اس قصر میں پہنچ گئے۔ گھوڑے غلاموں کے حوالے کیے اور ایک وسیع کمرہ میں جا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھی اور سو گئے۔ صبح سویرے بیدار ہو کر نماز پڑھی اور تینوں سعد کے پاس پہنچے۔ سعدؓ ایک وسیع کمرہ میں بیٹھے تھے۔ زہرہ۔ خالد۔ شرجیل اور چند دیگر افسر بیٹھے تھے۔ یہ بھی سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اسوقت،

Marfat.com

یہ تذکرہ تھا کہ کب اور کس طرف کوچ کیا جائے۔ سعدؓ کہہ رہے تھے۔ دربارِ خلافت سے مدائن تک یورش کی اجازت آچکی ہے۔ بابل خدا نے فتح کرا ہی دیا اب مدائن تک صرف دو مقام اور بھیرہ شیر اور رہ گئے ہیں۔ خدا انہیں بھی فتح کرائے تو پھر مدائن کا نمبر ہے۔

شرجیل نے کہا کوئی تو نہیں البتہ بھیرہ شیر کا قلعہ مستحکم اور رفیع الشان بتایا جاتا ہے۔ اس کے فتح کرنے میں شائد کچھ عرصہ لگے۔

سعدؓ۔ یہی میرا خیال ہے چونکہ بھیرہ شیر مدائن کے قریب ہے۔ اسلیئے یزدگرد ایڑی چوٹی کا زور لگا دے گا۔ اپنی تمام طاقت اُسے بچانے میں صرف کر دے گا۔

خالدؓ۔ بلاشک تمام ایرانی بھیرہ شیر اور مدائن کو بچانے کے لیے اُمڈ آئیں تو تعجب نہیں۔

عاصم نے کہا۔ جس قدر ایرانی بابل میں اپنا لشکر لا چکے ہیں۔ اس قدر اب کسی مقام پر نہیں لا سکتے اگر لائیں بھی تو خوف کس بات کا ہے!!

سعدؓ۔ کچھ خوف نہیں جو سر بہ کف ہوں۔ شہادت کے تمنائی ہوں۔ خدا کی خوشنودی چاہتے ہوں۔ انہیں کیا خوف۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

ابھی سعدؓ کی گفتگو نا تمام ہی تھی کہ جوشناہ اور ہرمزان آگئے۔ سعد نے کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ تمام مسلمان سعدؓ کے اُٹھتے ہی تعظیماً کھڑے ہو گئے جوشناہ اور ہرمزان نے نہایت ادب سے جھک کر سعدؓ کو سلام کیا۔ سعدؓ نے سلام کا جواب دے کر انہیں اپنے پاس بٹھایا۔ خود بھی بیٹھے۔ تمام مسلمان بھی بیٹھ گئے۔ سعد نے جوشناہ سے کہا۔ محترم ایرانی میں اور تمام مسلمان آپ کے بیحد مشکور ہیں۔ عزیز عاصم نے مجھے اور اکثر مسلمانوں سے تمہاری ان عنایات کا ذکر کیا ہے جو تم نے ان کے ساتھ کی ہیں۔ مدائن سے اُن کو نکال کر لانا اپنے ساتھ رکھنا۔ ہر طرح کا آرام پہنچانا۔ بابل فتح کرانا یہ تمام باتیں ایسی ہیں کہ ہم آپ کا جس قدر بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔

جوشناہ نے کہا۔ مجھے فخر ہے کہ اس قوم کا سپہ سالار جس کی دھاک

Marfat.com

آج تمام دُنیا میں ہے۔ میری خدمات کو سراہ رہا ہے۔ مگر آپ نے مجھے میری قوم میری خدمات کا نعم البدل دے دیا۔ بابل جیسا شہر آپ نے فتح کیا اور ایک مکان کو بھی نہ لُوٹا۔ ایک گھر کو بھی آگ نہ لگائی۔ ایک شہری کو بھی نہ ستایا۔ یہ کچھ کم احسان نہیں ہے۔

سعدؓ۔ تمہارے احسانات کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سُنیئے آپ جس کے لیے جو سفارش کریں گے ناممکن ہے کہ وہ نامنظور ہو۔ میں نے دربارِ خلافت کو تمہاری کارگذاریوں کی رپورٹ کردی ہے۔

جوشناہ۔ آپ نے میری کمال عزّت افزائی کی۔ میں نے مسلمانوں کے خُلق کی۔ ایثار کی مروّت کی جیسی شہرت سُنی تھی۔ اس سے زیادہ پایا۔

سعدؓ۔ ابھی تو آپنے ہمارے ساتھ احسان کیے ہیں ہم نے آپ کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔ البتہ ہم آپ کے احسانات کا عوض ضرور دینا چاہتے ہیں۔

جوشناہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا میں کوئی معاوضہ نہیں چاہتا نہ میں نے کسی معاوضہ کے خیال سے کوئی خدمت کی ہے۔

سعدؓ۔ مجھے یقین ہے امیر المومنین حضرت عُمر فاروق آپ کو دربارِ خلافت میں طلب فرمائیں گے۔ کیا آپ کو تشریف لیجانے میں کوئی عذر تو نہ ہوگا؟

جوشناہ۔ کیوں نہ جاؤں گا۔ جس ہستی کے رعب و دبدبہ نے سلاطین عالم کو لرزہ براندام کر رکھا ہے۔ دُنیا جس کے نام سے تھرا رہی ہے۔ ضرور اُس سے شرف ملاقات حاصل کروں گا۔

سعدؓ۔ آپ کو جب اور جو کچھ کہنا ہو بے تکلّف فرما دیجئے گا۔

جوشناہ۔ بہت خُوب

تھوڑی دیر گفتگو کر کے جوشناہ اور ہرمزان چلے گئے وہ دونوں بہت خوش تھے۔ مُسلمانوں کے خلق کی۔ شرافت کی۔ تہذیب کی مروّت کی سارے راستہ تعریف کرتے چلے گئے۔ تقریباً ایک ہفتہ سعدؓ نے بابل میں قیام کیا۔ جوشناہ قریب قریب روزانہ ان کے پاس آتا رہا۔ گاہ بگاہ شاہی رسالہ کے افسر بھی ان کے ہمراہ آتے رہے۔ تمام ایرانی مسلمانوں کے بیحد شکرگذار

Marfat.com

تھے ایک ہفتہ کے بعد عساکر اسلامیہ نے کوٹی کی طرف کوچ کیا۔ جو شنما ہ بھی معہ شاہی رسالہ کے ان کے جلو میں روانہ ہوا۔

بیرحم و سفّاک مہران نے حور دشں لیلےٰ اور نیم مردہ آسیہ کو لیجا کر قید خانہ میں بند کر دیا۔ ابیلا نے تالا لگا یا اور دونوں اس اطمینان سے واپس لوٹے گویا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ جب وہ چلے گئے تو غمزدہ لیلےٰ نے ستم زدہ آسیہ کو دیکھا آسیہ پر اب بھی غشی طاری تھی۔ اس کی خوبصورت آنکھیں بند تھیں۔ چاند جیسا چہرہ پھیکا پڑا ہوا تھا۔ نازک اور مسیحا صفت لب جو گلابی رہتے تھے۔ سفید ہو رہے تھے۔ سیاہ مشکبو زلفیں گداز سینہ پر بکھری پڑی تھیں۔ لیلےٰ نے اس غمزدہ حور کا نازک سر اپنے گداز زانو پر رکھ لیا اور انتہائی غم آلود نظروں سے اس پیکر وفا کو دیکھنے لگی۔ آسیہ بالکل بے ہوش تھی۔ اُسے سر و پا کی خبر تک کی خبر نہ تھی۔ لیلےٰ کو یاد آیا کہ آسیہ نے کئی مرتبہ پانی مانگا تھا۔ اُس نے اپنا آنچل دیکھا۔ آنچل ابھی تک تر تھا۔ اس نے جلدی سے آسیہ کا مُنہ کھول کر اس کے منُہ میں آنچل نچوڑ دیا۔ پانی کے چند قطرے ٹپکے۔ آسیہ کا خشک گلا تر ہو گیا۔

غمزدہ عرب دوشیزہ ٹکٹکی لگائے اُسے دیکھنے لگی وہ اسے دیکھ کر اس قدر غمزدہ ہو رہی تھی کہ اس کی پریشان سے اضطرار ہو یدا تھا۔ وہ اس طرح آسیہ کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس کی تکلیف کو خود لینا چاہتی ہے۔ پانی کے قطروں نے رفتہ رفتہ اثر کیا۔ چند ہی منٹ میں آسیہ کو ہوش آ گیا۔ ہوش آتے ہی تکلیف کا احساس ہوا۔ زخموں میں چُھبک پیدا ہو گئی۔ مظلوم آسیہ نے آہ کی غمزدہ لیلےٰ کی آواز سنتے ہی بے قرار ہو گئی۔ تڑپ گئی۔ وہ اس کے اُوپر جھک گئی اُس نے غم بھرے لہجہ میں کہا۔ مظلوم آسیہ !!

آسیہ نے اپنی ان دلفریب آنکھوں سے جن میں بجلیاں کوندا کرتی تھیں اور اب جن میں غم اور حسرت چھائے ہوئے تھے لیلےٰ کو دیکھا اس نے بولنا چاہا لیکن ضعف اور تکلیف نے آواز نہ نکلنے دی۔ وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔ لیلےٰ نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ آسیہ میں بات

Marfat.com

کرنے کی بھی طاقت نہیں رہی۔ اُسے کمال صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ سفید ہوگیا وہ اُس کے اُوپر جھک گئی۔ اس نے کہا آسیہ

لیلےٰ بھی اس قدر غمزدہ تھی کہ وہ بھی بات نہ کر سکتی۔ بولنا چاہتی تھی لیکن دل امڈا چلا آرہا تھا۔ بولا نہ جاتا تھا۔ رونے کو جی چاہتا تھا۔ ہوشربا آنکھوں میں آنسو بھر رہے تھے۔ وہ یہ بھی نہ چاہتی کہ اُسے روتا دیکھ کر آسیہ اور بے چین ہو جاتے۔ اس لیے وہ ضبط کر رہی تھی۔ آنسوؤں کے سیلاب کو روکے ہُوئے تھی۔ آسیہ خاموش پڑی لیلےٰ کو اُس کی حالت کو دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ لیلےٰ اس سے ہمدردی کر رہی ہے اس کے غم کو تکلیف کو، بیقراری کو خود انگیز کرنا چاہتی تھی کہ عرب کی حُور۔ حجازی دوشیزہ حُسن کی پتلی ذرا بھی غمگین ہو۔ اسلئے وہ اپنے کرب اپنی بے چینی اپنی تکلیف کو چھپا رہی تھی۔

یہ عجیب بات ہے کہ جن دلو دلوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان دلوں میں خلوص اور ہمدردی کا دریا موجزن ہو جاتا ہے۔ خود ہر قسم کی تکلیف برداشت کرنے پر تیار ہے۔ لیکن جس سے محبت کرتا ہے۔ اس کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا۔

آسیہ لیلےٰ سے اپنی تکلیف چھپانا چاہتی تھی اور لیلےٰ اپنے بڑھتے ہوئے غم کو آسیہ سے پوشیدہ رکھنے پر تلی ہوئی تھی۔ حالانکہ ایک کو سخت تکلیف تھی اور دوسری کو سخت غم تھا۔

لیلےٰ نے پھر آنچل سے پانی آسیہ کے منہ میں ٹپکایا۔ پانی کے ان چند قطروں نے آب حیات کا کام کیا۔ آسیہ کی حالت کچھ سنبھلنے لگی۔ اب اس میں بات کرنے کی بھی طاقت آگئی۔ لیلےٰ نے اُس سے دریافت کیا۔ آسیہ تمہارے کس جگہ درد ہے۔ کہاں ٹیس ہے؟ لیلےٰ کا دل بھرا ہوا تھا۔ آنکھوں میں طوفان اشک موجزن تھا۔ وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکی۔ آسیہ نے اُسے دیکھا اس نے نحیف آواز میں جواب دیا۔ لیلےٰ غم نہ کرو۔ میری چاند اس قدر غمزدہ نہ ہو میں اچھی ہو جاؤں گی۔ لیلےٰ نے افسردگی کی نظروں سے اُسے دیکھ کر دریافت کیا۔ میں دریافت کرتی ہُوں کہ تمہارے کس جگہ درد ہے۔

Marfat.com

آسیہ۔ زخموں میں کچھ ٹیس ہے۔

آسیہ کا پیراہن جگہ جگہ سے پھٹ کر اس کا گل انار جیسا جسم نظر آرہا تھا۔ کہیں کہیں خون بھی پیراہن پر پڑ پڑ کر جم گیا تھا۔ لیلیٰ نے اس کا رومال نما دوپٹہ الگ کر کے اس کا پیراہن الٹ کر دیکھا۔ کئی جگہ زخم تھے۔ زخموں سے اب بھی خون رس رہا تھا۔ زخم دیکھ کر لیلیٰ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ خداوندا کیا مسلمان غم و ستم سہنے کے لیے ہی ہوتے ہیں۔ ہائے ایسی نازک سیم تن دوشیزہ جیسی آسیہ ہے آنکھوں میں رکھنے کے قابل ہے یا زنجیروں میں لپیٹے جانے کے قابل ہے۔ آسیہ لیلیٰ کا دل رکھنے کے لیے مسکرائی۔ اس نے کہا۔ لیلیٰ اگر دنیا میں رنج و غم نہ ہو تو اس سے بڑھ کر فردوس نہیں ہو سکتی۔ عرب کی حُور تو غم نہ کرو۔ میرے زخم معمولی ہیں۔ ایک دو دن میں اچھے ہو جائیں گے!!

لیلیٰ نے بھی سوچا کہ رونے سے سوائے خود کڑھنے اور دوسروں کو کڑھانے کے اور کیا فائدہ ہوگا۔ اس نے اپنے آنچل سے آنسو خشک کیے اور بھیگا ہوا آنچل پھاڑ کر آسیہ کے زخموں پر پھیرا۔ کچھ آنچل کی دھجیاں کر کے زخموں پر باندھیں۔

اب اچھی خاصی رات ہو گئی تھی۔ چونکہ ابھی تک اس کمرہ میں شمع روشن نہ کی گئی تھی۔ اس لیے اندھیرا ہو رہا تھا۔ مگر یہ دونوں سیمتن لڑکیاں اس قدر خوبرو تھیں کہ اندھیرے میں اُن کے چہرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں ابیلا ایک خادمہ کو ساتھ لے کر آئی۔ ابیلا کے ہاتھ میں شمع اور خادمہ ایک طشت لیے آرہی تھی۔ ابیلا نے شمع شمعدان میں رکھدی۔ جنگلہ کے پاس پہنچکر تالا کھولا۔ خادمہ سے طشت لے کر جنگلہ کے اندر رکھ کر کہا۔ بے وقوف ناسمجھ لڑکیو۔ کھانا کھالو۔ دیکھو یزدگرد کس قدر رحم دل ہے کہ باوجود تمہاری ہٹ دھرمی کے بھی تم کو کھانے سے محروم نہیں رکھتا۔

معصوم لڑکیوں نے اس کی خرافات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اگرچہ ان دونوں کو بھوک نہ تھی۔ لیکن قوت لایموت کے لیے کچھ نہ کچھ کھانا ضروری سمجھ کر

Marfat.com

دونوں نے کچھ کھایا۔ جب وہ کھا چکیں تو ابیلا نے طشت اٹھا کر خادمہ کو دیا۔ خادمہ طشت لے کر چلی۔ ابیلا تالا لگا کر اُس کے پیچھے روانہ ہوئی۔

اس کے جانے کے بعد دیر تک دونوں لڑکیاں بیٹھی باتیں کرتی رہیں باتیں کیا تھیں۔ افسانۂ غم تھا۔ جب رات زیادہ آگئی تو دونوں پڑ کر سو رہیں۔

چند ہی روز میں آسیہ کے زخم مندمل ہو گئے۔ اُسے آرام ہو گیا لیلےٰ کو اسکے شفایاب ہونے سے بڑی مسرت ہوئی!!

چونکہ یزدگرد دُوسرے معاملات میں اُلجھ گیا تھا۔ اس لیے وہ ان معصوم لڑکیوں کو نہ بُلا سکا۔ نہ ان کے پاس آسکا۔ اور نہ ہی ان پر مزید ظلم وستم کر سکا۔ ابیلا ہی اُس کی نگراں تھی۔ وہی خبر گیری کرتی تھی۔ وہی اُن کے پاس آتی جاتی تھی۔ گھنٹوں سے دن اور دنوں سے ہفتے گذر گئے۔ مگر کوئی تازہ بات نہ ہوئی۔

ایک دن رات کے وقت جبکہ وہ کھانا کھا چکی تھیں۔ ابیلا جا چکی تھی شمع روشن ہو رہی تھی۔ دونوں معصوم لڑکیاں بیٹھی ہوئی اپنی حالت پر غم وافسوس کر رہی تھیں۔ آسیہ کہہ رہی تھی۔ اس زندگی سے تو موت ہی اچھی۔ جیل خانہ کی زندگی تنہائی کی زندگی۔ رنج اور مصیبت کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے۔

لیلےٰ نے کہا آسیہ تنہائی کی مصیبت بھری زندگی کی کیفیت مجھ سے پوچھو۔ تمہارے آنے سے پہلے میں تنہا تھی نہ کوئی بات کرنے والا تھا نہ تسلی دینے والا۔ میں تھی اور گوشۂ تنہائی۔ اکثر اوقات تنہائی سے اس قدر گھبرا جاتی تھی کہ دل الٹنے لگتا تھا۔ خیال ہوتا تھا کہ کہیں پاگل نہ ہو جاؤں۔ تمہارے آنے سے بہت حد تک میری تکلیف دُور ہو گئی ہے۔ اگرچہ مجھے تمہاری موجودگی کیوجہ سے بڑی ڈھارس ہے لیکن میں یہ چاہتی ہوں کہ کسی طرح سے خدا تم کو رہا کر دے۔ آسیہ آج ہم کو احساس ہوا ہے کہ جب کسی پرند کو پنجرہ میں محبوس کر دیتے ہیں تو اُسے تنہائی سے کس قدر تکلیف ہوتی ہو گی۔

آسیہ۔ بیشک بڑی تکلیف ہوتی ہو گی۔ خدایا ہم پر رحم کر یا تو ہمیں موت دے یا رستگاری عطا فرما۔

ایک آواز آئی۔ خدا رہائی عطا فرمائے گا!! دونوں لڑکیاں اس آواز کو سُن

Marfat.com

سُن کر چونک پڑیں۔ انہوں نے خوبصورت نظریں اُٹھا کر اُدھر اِدھر دیکھا۔ ان کو شمال کی جانب جنگلہ سے لگا ہوا ایک نقاب پوش کھڑا نظر آیا۔ دونوں لڑکیاں اس نقاب پوش کو دیکھ کر کچھ خوفزدہ ہوگئیں۔ لیکن یہ خوف چند ہی لمحہ رہا۔ خوف کے دُور ہوتے ہی حیرت نے غلبہ کر لیا۔ ان کو سخت تعجب تھا کہ یہ نقاب پوش کہاں سے آیا ہے۔ ان کو بالکل ایسا معلوم ہوُا۔ جیسے نقاب پوش جنگلہ میں سے ہی پیدا ہوا ہے۔ وہ حیرت و استعجاب کی نظروں سے اُسے دیکھنے لگیں۔ نقاب پوش گھوم کر آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھا۔ وہ اس احتیاط سے قدم رکھ رہا تھا کہ پیروں کی چاپ بلند نہ ہوتی تھی۔ لڑکیاں ششدر رکناں اس کی حرکت کو دیکھ رہی تھیں۔ نقاب پوش سیاہ نقاب چہرہ پر ڈالے ہوتے تھا۔ سیاہ نقاب میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے ان سوراخوں کے گرد سُرخ گوٹ لگی ہوتی تھی۔ نقاب پوش پنجوں پر چل کر لڑکیوں کے قریب پہنچا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جنگلہ پر لگا ہوا تالا دیکھا۔ آسیہ نے آہستہ سے دریافت کیا محترم بزرگ آپ کون ہیں؟ نقاب پوش نے جواب دیا۔ مظلوموں کا حامی

آسیہ۔ آپ کا نام

نقاب پوش۔ ایک ہمدرد

آسیہ۔ آپ کس لیے اس کلبۂ احزان میں تشریف لاتے ہیں۔

نقاب پوش۔ ایک معصوم ہستی کو رہائی دلانے۔

آسیہ۔ لیکن آپ ۔۔۔۔۔۔۔۔

نقاب پوش نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں وہ ہوُں جو اس سانپ کو مارنا چاہتا تھا جس نے تم کو ڈسا ہے۔

آسیہ سمجھ گئی کہ یہ نقاب پوش ان نقاب پوشوں میں سے ایک جو کہ اُس دن ملے تھے جب مہران اسے گرفتار کر کے لایا تھا۔ اُس نے کہا واقعی تم مظلوموں کے ہمدرد ہو۔

نقاب پوش نے کہا۔ آسیہ بھولی آسیہ میں نے تجھے کہا کہ یہ افعیٔ ہے

Marfat.com

آخر اس نے تجھے ڈس ہی لیا تو میرے ساتھ چلنے کو تیار ہے۔

آسیہ نے کہا کیا تنہا !!

نقاب پوش۔ اور کسے لے چلنا چاہتی ہے۔

آسیہ۔ لیلےٰ کو

نقاب پوش۔ یہ مشکل ہے ان مسلمانوں کو نہ معلوم کیا جادو آتا ہے کہ جو ان سے ایک دفعہ بات کر لیتا ہے۔ ان کا گردیدہ ہو جاتا ہے اور اسلام کا حلقہ بگوش ہو جاتا ہے تو ہی دیکھ لے تجھ پر اس خوبصورت ساحرہ نے جادو کر دیا۔ تو مسلمان ہو گئی اگر میں اسے نکال لے چلوں تو خوف ہے کہ یہ جادو کر کے ہماری تمام جمعیت کو ہی مسلمان نہ کر لے۔

آسیہ۔ جسے تم جادو۔ کہتے ہو وہ جادو نہیں ہے۔ مسلمان تبلیغ کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے وہی پرستش کے قابل ہے چونکہ یہ بات دل کو لگتی ہے۔ دل خدا کی واحدانیت کیطرف راغب ہو جاتا ہے۔ اس لیے لوگوں کے دل اسلام کی طرف جھک جاتے ہیں۔ لوگ اسے جادو کہہ دیتے ہیں۔

لیلےٰ نے کہا آسیہ تم میرا خیال نہ کرو۔ تمہارا بادشاہ۔ تمہارا بھائی میرے سے زیادہ تمہارے دشمن ہیں تم ان کے ساتھ چلی جاؤ۔

آسیہ نے کہا۔ ہرگز نہ جاؤں گی۔ یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ میں تم کو چھوڑ دوں اگر یہ رہا ہوں گی تو ساتھ مر لئے تو ساتھ

نقاب پوش نے کہا۔ وقت تھوڑا ہے ابیلا کے آجانے کا اندیشہ ہے۔ زیادہ بحث نہیں کی جاسکتی۔ اگر تم اس خوبصورت ساحرہ کو بھی لے چلنا چاہتی ہو تو لے چلو۔

آسیہ۔ کیسے لے چلوں۔ جنگلہ کا تالا لگا ہوا ہے۔

نقاب پوش۔ تالا ابھی کھلا جاتا ہے۔

یہ کہتے ہی نقاب پوش نے تالے میں ایک تار ڈال کر گھمایا۔ تالا کھل گیا۔ آسیہ اور لیلےٰ کھڑی ہو گئیں۔ نقاب پوش نے جنگلہ کو دھکیلا دروازہ نمودار ہوا۔ دونوں لڑکیاں جلدی سے جنگلا سے باہر نکلیں۔ نقاب پوش نے

Marfat.com

جنگلہ کھینچکر پھر تالا لگا دیا۔ اور دونوں لڑکیوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرکے اس کمرہ کی طرف چلا جس میں آسیہ پہلے بھی چھُپ چکی تھی۔ اس کمرہ میں پہنچکر نقاب پوش نے زمین پر ٹھوکر ماری۔ دیوار میں جھری پیدا ہُوئی جو آہستہ آہستہ بڑھنے لگی اور بڑھتے بڑھتے پورا دروازہ بن گئی۔ نقاب پوش دونوں لڑکیوں کو لے کر دروازہ میں داخل ہوا۔ چونکہ کمرہ میں اندھیرا تھا۔ اس لیے یہ نہ معلوم ہوسکا کہ دروازہ کے اس طرف کیا تھا۔ ان کے دروازہ میں داخل ہوتے ہی جس طرح دروازہ کے نمودار ہُوا تھا۔ اسی طرح معدُوم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ صرف ایک جھری رہ گئی اور وہ بھی ایک ہی منٹ میں مٹ کر دیوار بن گئی۔

Marfat.com

باب ۷

کوثی کی فتح

اسلامی لشکر کوثی کی طرف روانہ ہوا۔ جس ترتیب اور جس طریقہ سے لشکر یہاں تک آیا تھا۔ اسی ترتیب اور اسی طریقہ سے یہاں سے آگے بڑھا سب سے آگے زہرہ چلے۔ چونکہ ایرانی دار السلطنت قریب رہ گیا تھا قدم قدم پر ایرانیوں کے اچانک حملہ آور ہونے کا احتمال تھا۔ اس لیے پانچہزار لشکر ان کے ساتھ تھا۔ ان کے پیچھے خالد بن عرطفہ دو ہزار کی جمعیت سے آ رہے تھے۔ خالد کے عقب میں شرجبیل تین ہزار لشکر لیے بڑھ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سعدؓ معہ تمام لشکر کے کوچ کر رہے تھے۔ ان کے ساتھ جوشناہ ہرمزان پر یزدین۔ خیزران اور شاہی لشکر کے چار ہزار سوار تھے۔ جوشناہ جہاندیدہ آدمی تھا۔ وہ مسلمانوں کی معاشرت۔ اخلاق۔ خلوص۔ اخوت کا نہایت غور سے معائنہ کر رہا تھا اسے مسلمانوں کی ہر بات اچھی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش ایرانی مسلمانوں کی تمام باتیں اختیار کر لیں۔ عرب مہمان نوازی میں مشہور ہیں چونکہ جوشناہ اور اس کے ہمراہی مسلمانوں کے مہمان تھے۔ ان کی ضروریات کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔ ہر مسلمان ان سے ادب و محبت سے ان کے ساتھ پیش آتا تھا۔ جو وہ کہتے تھے اسکی ہر طرح تعمیل کیجاتی تھی۔ ان باتوں کا جوشناہ اور اس کے ہمراہیوں پر گہرا اثر پڑا تھا۔

Marfat.com

جب کبھی جوشناہ ہرمزان. شاہی رسالہ کے سردار ایک جگہ بیٹھتے مسلمانوں کے اخلاق. معاشرت اور محبت کی تعریف کرتے۔

اگرچہ پروین اور خیزران زیادہ تر جوشناہ کے ساتھ رہتی تھیں۔ لیکن کبھی کبھی سلمٰے اور دوسری خواتین سے ملنے بھی چلی جاتی تھیں وہ مسلم عورتوں سے مل کر بہت زیادہ خوش ہوتیں۔ ان کے اخلاق کی تعریف کرتیں۔ گھنٹوں ان کے پاس بیٹھی رہتیں مسلمان عورتیں بھی پروین اور خیزران کی گرویدہ ہو گئی تھیں اگر کسی وجہ سے یہ دونوں نہ جاتیں تو بلوالی جاتیں۔

عاصم۔ عبید۔ جعفر زیادہ تر جوشناہ اور ہرمزان کے پاس رہتے رہے تھے۔ ساتھ ہی چلتے تھے۔ ساتھ ہی قیام کرتے تھے اس ہر وقت کی ہم نشینی نے عاصم اور جعفر کے جذبات محبت کو بہت کچھ برانگیختہ کر دیا تھا۔

عاصم پروین کا گرویدہ تھا۔ پروین عاصم پر فریفتہ تھی۔ دونوں یہ چاہتے تھے کہ گوشۂ عافیت میں بیٹھے ایک دوسرے کے جمال جہاں آرا کا نظارہ کرتے رہیں۔ خیزران کی صحبت کا پروین پر یہ اثر ہوا تھا کہ وہ بھی کسی قدر شوخ و طرار ہو گئی تھی۔ عاصم سے شوخی سے باتیں کرتی۔ کبھی روٹھ جاتی تو رو دیتی کبھی ہنستی مسکراتی خوب گھل مل کر باتیں کرتی اور کبھی عاصم کی اپنی طرف گرم نظر دیکھتی تو شرما کر بھاگ جاتی۔ عاصم پر اس نے اپنی محبوبانہ جفا طرازیوں سے گہرا اثر ہوا تھا۔ وہ اس کے خاموش ہونے اور بگڑنے سے مغموم ہوتا۔ اگرچہ عاصم پروین کی محبت میں گرفتار ہوا تھا۔ لیکن وہ لیلٰے کو نہ بھولا تھا۔ اس کی یاد ہر وقت اس کے دل میں چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک غم محبت کا۔ دوسرا غم بہن کی جدائی کا۔ ان دونوں غموں نے اسے نیم بسمل کر دیا تھا۔ اس کی ہر شان سے حسرت ٹپکتی تھی۔ جعفر خیزران کی محبت میں سرشار تھا۔ اس کے خیال میں خیزران سے زیادہ خوبصورت۔ زیادہ شاندار۔ زیادہ وضعدار دنیا میں کوئی حسینہ نہ تھی۔ وہ اسے ٹکٹکی لگا کر دیکھتا۔ اُس کی باتیں سُنتا اور یہی چاہتا کہ ہر وقت اس کے سامنے بیٹھا اُسے دیکھتا رہے۔ خیزران پر بھی جعفر کی محبت نے اپنا پلہ لوٹنا شروع کر دیا تھا۔ وہ بت خوش جمال بھی اس کی الفت کا اثر لینے لگی تھی۔

Marfat.com

لیکن وہ شوخ تھی۔ طرارتھی۔ جعفر کے پاس آتی دو چار منٹ بیٹھتی۔ ایک دو باتیں کرتی ہنستی اور فوراً ہی اُٹھ کر چل دیتی۔ جعفر اسے اچھی طرح دیکھنے بھی نہ پاتا۔ حسرت دید پوری نہ ہوتی۔ دل کی دل ہی میں رہ جاتی۔ وہ سوچتا گھنٹوں سوچتا کہ جب کبھی خیزران تنہائی میں ملے گی۔ اس سے یہ کہوں گا وہ کہوں گا۔ مگر جب وہ سامنے سے آجاتی۔ وہ سارے منصوبے بھول کر محو دید ہو کر رہ جاتا۔ عبید البتہ ہر وقت مغموم رہتا تھا۔ پروین کی ہم نشینی خیزران کی شوخی۔ عاصم کی ہمدردی۔ جعفر کی تسلی اس کے پژمردہ دل کو شگفتہ نہ کرتے تھے۔ وہ اداس و غمزدہ اور حسرت زدہ رہتا تھا۔ ہر شخص کو اس کی حالت دیکھ کر اس پر رحم آتا تھا۔ سب ہی اس کا غم بٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر کوئی جد و جہد کارگر نہ ہوتی تھی۔ وہ افسردہ خاطر تھا اور افسردہ خاطر ہی رہتا تھا۔ اُسے دیکھنے والے بھی افسردہ خاطر ہو جاتے تھے!!

سعدؓ نے بہت سے جاسوس ایرانی لشکر کی خبر لانے کے لیے زہرہ کے لشکر سے آگے روانہ کر دیتے تھے۔ یہ جاسوس روز روز کی خبریں زہرہ کو پہنچاتے زہرہ سعدؓ کو خبر دیتے۔ سعد امیر المومنین کے پاس رپورٹ بھیج دیتے!!

بابل سے کوثی تک کوئی مقام ایسا نہ تھا۔ جہاں ایرانی لشکر رہتا ہو کیونکہ نہ کوئی قلعہ تھا نہ چھاؤنی تھی۔ کوثی میں البتہ قلعہ تھا۔ وہاں ایرانی لشکر رہتا تھا۔ جاسوسوں نے جو آخری اطلاع زہرہ کو دی تھی۔ اس سے پایا جاتا تھا کہ قادسیہ اور بابل سے بھاگ کر آنے والے ایرانی کوثی میں جمع ہو رہے ہیں۔ شہر یار کوثی کا قلعدار ہے اُس نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے زبردست لشکر فراہم کر لیا ہے۔

زہرہ نے لشکر میں منادی کرا دی کہ کوئی شخص لشکر سے علیحدہ نہ ہو مسلمانوں نے احتیاط شروع کر دی۔ جب کوئی تھوڑے فاصلے پر رہ گیا اور اس کا سر بفلک قلعہ نظر آنے لگا تو مسلمانوں نے ایرانی لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ صبح کا وقت تھا آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ دھوپ سارے میدان میں پھیل گئی تھی۔ ایرانیوں کی زرق برق بیر قیں سواروں کی ریشمیں وردیاں دھوپ میں چمک رہی تھیں۔

Marfat.com

اس وقت مسلمان ایک وسیع میدان میں تھے۔ وہ رُک گئے۔ فوراً زہرہ نے بڑھ کر لشکر کو صف بستہ کر دیا۔ ایرانی لشکر بڑھا چلا آرہا تھا۔ اسلامی لشکر سے ایک تیر کے فاصلے پر آکر رُکا۔ افسروں نے بڑھ کر اس لشکر کو بھی ترتیب سے صف بستہ کر دیا۔ ایرانی لشکر بہت زیادہ تھا۔ دس ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ تھا۔ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ اس لشکر کا سپہ سالار شہریار تھا۔

شہریار نہایت تجربہ کار۔ بہادر۔ نڈر اور جوان العمر تھا۔ ایرانیوں کو اپنے سپہ سالار کی شجاعت و بسالت پر بھروسہ اور ناز تھا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے صف بستہ ہو گئے تو شہریار لشکر سے نکل کر آگے آیا۔ وسط میدان میں پہنچکر رُکا۔ چلا کر بولا میرے مقابلہ کے لیے کسی بہادر نوجوان کو بھیجو میں شہریار ہوں۔ شیر ببر ہوں۔ بہادر سے بہادر میرا نام سُنکر کانپ جاتا ہے اگر تمہارے ایک آدمی کو میرے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہو تو دو۔ دو کو بھی جرأت نہ ہو تو چار اگر چار بھی ڈرتے ہوں تو دس آویں۔

زہرہ ایران میں رہتے تھے۔ فارسی خوب سمجھتے تھے وہ شہریار کی تعلّی سُن کر مُسکرائے۔ انہوں نے کہا اے پیکر فخر و غرور میں تیرے مقابلہ کے لیے کسی افسر کو بھیجتا۔ مگر تیری لاف نے میرے ارادہ کو بدل دیا ہے۔ اب میں ایک غلام کو بھیجتا ہوں۔ کمزور۔ نحیف۔ بڈھے۔ غلام کو دیکھوں تو اسے قتل کرتا ہے یا وہ تجھے مار ڈالتا ہے۔

یہ کہتے ہی زہرہ نے نابل کی طرف دیکھا۔ نابل قبیلۂ بنو تمیم کا غلام تھا۔ ضعیف اور کمزور تھا اور زہرہ کو اپنی طرف دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ سپہ سالار اسے شہریار کے مقابلہ میں بھیجنا چاہتا ہے اس نے فوراً گھوڑے کو مہمیز لگائی گھوڑا میدان کارزار کی طرف بڑھا۔ زہرہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کے لیے دُعا مانگی۔ نابل گھوڑا دوڑا کر شہریار کے قریب پہنچا۔ شہریار نے متعجب ہو کر اُسے دیکھا۔ دیر تک دیکھنے کے بعد بولا۔ تم میرے مقابلہ کے لیے آئے ہو!!

نابل نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ ہاں میں آیا ہوں کیا تم مجھ سے ڈر گئے ہو؟

Marfat.com

شہریار ہنسا۔ اس نے کہا۔ تمہارا ڈیل ڈول ہے بھی ایسا ہی۔ بڑے بارعب آدمی ہو نہ ؟

نابل نے سنجیدگی سے کہا۔ بہادری ڈیل ڈول پر نہیں ہے۔ دل پر ہے میرا دل قوی ہے اس لیے میں بہادر ہوں۔ بہادروں کا رُعب دوسروں پہ پڑا ہی کرتا ہے۔ تم بھی مجھ سے ڈر گئے ہو تو کیا عجب ہے۔

شہریار نے کہا تم بڈھے ہو۔ کمزور ہو میں تم پر رحم کرتا ہوں۔ چھوڑے دیتا ہوں جاؤ۔ میرے سامنے سے چلے جاؤ۔ کسی بہادر آدمی کو میرے مقابلے کے لیے بھیجو۔

نابل نے کہا۔ میدان جنگ میں آکر بغیر لڑے واپس جانا بزدلی کی بات ہے۔ تم میری پرواہ نہ کرو۔ میں سوچ سمجھ کر میدان میں آیا ہوں۔ البتہ اگر تم مجھ سے ڈر گئے ہو لڑنا نہیں چاہتے تو واپس چلے جاؤ اور کسی ایسے بہادر کو بھیجو جو مجھ سے لڑ سکے۔

یہ سُن کر شہریار کو طرارہ آگیا۔ اس نے تلوار میان سے کھینچ کر کہا۔ کمزور بڈھے مجھ سے لڑنے کا ارمان ہے۔ شیر کا مقابلہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ جان ہی دینے کو پھرتا ہے تو تلوار نکال اور مقابلہ میں آ۔

نابل نے تلوار نکالتے ہوئے کہا۔ شکر ہے کہ تم کو طراہ آگیا آؤ میں تم کو بتاؤں کہ بہادر کس طرح لڑا کرتے ہیں۔

شہریار نے جھپٹتے ہوئے کہا۔ لڑائی کا اسلوب اس وقت بتانا جب کہ موت تم کو مہلت دے۔ یہ کہتے ہوئے شہریار نے حملہ کیا۔ نابل نے بڑے تجربہ کاروں کی طرح۔ بڑے آزمودہ کاروں کی طرح ڈھال پر تلوار کو روکا۔ شہریار کا حملہ خالی گیا۔ نابل نے یہ بھی حملہ رد کر دیا۔

شہریار فورِ غیظ و غضب سے پیچ و تاب کھانے لگا۔ اُس نے جوش میں آکر ایک اور حملہ کیا۔ نابل نے نہایت استقلال و ہمت سے یہ حملہ بھی روکا۔ اب تو شہریار کو بجائے غصہ کے حیرت ہوئی۔ اس نے نااہل کو کمزور اور حقیر اور ناچیز جانا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ ایک یا دو حملوں

Marfat.com

میں اس کا کام تمام کر دے گا۔ مگر جب نابل نے اس کے حملے روکے تو شہر یار کو اس کی آزمودہ کاری پر حیرت ہوئی۔

اب نابل نے سنبھل کر جوش میں آ کر جھپٹ کر شہر یار پر حملہ کیا۔ شہر یار بھی فنون حرب سے پورا ماہر تھا۔ اس نے بھی نہایت ہوشیاری سے حملہ روکا۔ نابل نے دوسرا حملہ کیا۔ ادھر شہر یار نے بھی تلوار چلائی۔

دونوں ٹکرا گئیں۔ دونوں تلواریں صیقل شدہ آبدار تھیں۔ ٹکراتے ہی دونوں ٹوٹ گئیں اور دونوں کے ہاتھوں میں دستے رہ گئے۔ شہر یار نے جلدی سے دستہ پھینکا اور گھوڑا بڑھا کر نابل کے پاس پہنچا۔

اس عرصے میں نابل نے بھی دستہ پھینک دیا تھا۔ شہر یار نے نابل کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ نابل نے شہر یار کی پیٹی پکڑ لی۔ دونوں ایک دوسرے کو کھینچ کر زمین پر گرانے کی کوشش کرنے لگے۔ شہر یار بیش قیمت ریشمین کپڑے پہنے تھا۔ سر پر سونے کا تاج تھا۔ ہاتھوں میں طلائی کڑے تھے۔ گلے میں آبدار موتیوں کا ہار تھا۔ کمر میں مرصع پیٹی تھی۔ پیٹی میں خنجر اڑا سا ہوا تھا۔ نابل نے شہر یار کو گرانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن شہر یار طاقتور تھا۔ عظیم الجثہ تھا۔ نابل اُسے جنبش نہ دے سکے۔ شہر یار نے نابل کی گردن پکڑ رکھی تھی۔ اُس نے زور کر کے نابل کو اٹھا لیا۔ نابل نے جلدی سے پیٹی چھوڑ شہر یار کی گردن میں دونوں ہاتھ حمائل کر دیئے۔ جب شہر یار نے اُسے زمین پر پھینکا تو خود اُس کے ساتھ ہی زمین پر آ رہا۔ دونوں ایک ساتھ ہی زمین پر گرے۔ شہر یار نے پوری طاقت سے کام لیا۔ وہ نابل کو نیچے ڈال کر اُس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔

نابل کی آنکھوں کے سامنے موت پھر گئی۔ زندگی سے مایوس ہو گیا۔ مگر اس نے حواس نہ کھوئے۔ وہ شہر یار کو دیکھنے لگا۔ شہر یار نے نہایت ہی اطمینان سے خنجر نکالا۔ خنجر کی جھلک میں نابل کو موت کا بھیانک چہرہ نظر آیا اس نے آخری طور پر جدوجہد شروع کر دی۔ وہ شہر یار کو الٹنے کی کوشش کرنے لگا۔ شہر یار نے بایاں ہاتھ بڑھا کر نابل کی گردن پکڑنا چاہی۔ اتفاق

Marfat.com

سے نابل کے منہ میں شہریار کا انگوٹھا آگیا۔ نابل نے اس زور سے کاٹا کہ شہریار تلملا اٹھا۔ اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ نابل نے زور کر کے شہریار کو پلٹ دیا۔ اور حیرت انگیز پھرتی سے اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ شہریار تکلیف سے اس قدر بے قرار ہو گیا تھا کہ اس کے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر گر گیا تھا۔ نابل نے خنجر اٹھا لیا تھا۔ اب شہریار کی آنکھوں کے سامنے موت کا بھیانک چہرہ پھر گیا۔ وہ گھبرا گیا۔ چہرہ زرد پڑ گیا۔ ہاتھ پاؤں سست پڑ گئے۔ نابل نے جلدی سے خنجر مارا۔ شہریار کے پیٹ میں خنجر تیر گیا۔ شہریار نے اس زور سے چیخ ماری۔ جب نابل نے خنجر کھینچا تو ساتھ ہی خون کا فوارہ ابل آیا۔

شہریار تڑپنے لگا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ چہرہ پر مردنی چھا گئی۔ نابل نے سینہ سے اتر کر ہار، تاج، کڑے، پیٹی اور خلعت وغیرہ سب اتار لیے۔ جتنے عرصے میں نابل نے شہریار کے جسم سے یہ اشیاء اتاریں اس عرصے میں وہ تڑپ کر سرد بھی ہو گیا۔

نابل نے تمام اشیاء لینے کے بعد اس کا گھوڑا پکڑا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسلامی لشکر کی طرف چلا۔ لشکر کے قریب پہنچ کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اسلامی لشکر میں ہلچل شروع ہو گئی۔ سپہ سالار نے جنگ کی اجازت دے دی تھی۔ مجاہدین جوش و استقلال سے بڑھے۔

دونوں لشکر بھڑ گئے۔ جس طرح طوفان کے وقت اربعہ عناصر کی ٹکر ہو جاتی ہے اسی طرح دونوں لشکر ٹکرا گئے۔ متخاصمین نے تلواریں سونت سونت کر بلند کیں۔ دھوپ میں شعاعیں پڑنے سے تلواریں بجلی کی طرح چمکیں۔ انسانی سمندر میں تیریں۔ کچھ صاف اور شفاف اور کچھ خون آلودہ ہو کر ابھریں۔ شور و غل بلند ہونا شروع ہو گیا۔ آلات حرب کی جھنکار۔ قومی نعروں کی آواز۔ زخمیوں کی چیخ و پکار سے تمام میدان گونج اٹھا۔ شور و غل کی آواز میلوں تک پہنچی۔ سرفروش بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ انسانی اعضا کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ سر اور دھڑ گھوڑوں کے پاؤں میں روندے جانے لگے۔ سبزہ زار میدان خون کی چھینٹیں پڑنے سے لالہ زار بن گیا۔

Marfat.com

ایرانی جوش وغضب میں بھرے ہوئے تھے۔ وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ مسلمان سر جھکاتے ہوئے کمال استقلال۔ بڑے جوش اور نہایت جرأت سے جنگ کر رہے تھے وہ ہر اس ایرانی کو قتل کر ڈالتے تھے جوان کی تلوار کی زد میں آجاتا تھا ـــــ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ ہر فریق دوسرے کو کچل ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایرانی سرداروں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہے تھے۔

زہرہ ایک ہاتھ میں اسلامی علم لیے دوسرے ہاتھ میں تلوار سونتے نہایت جوش وخروش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کی جانب دوڑ دوڑ کر حملے کر رہے تھے۔ ان کی تلوار کی برش۔ ان کی دوڑ دھوپ نے ایرانیوں کو حیرت میں ڈال دیا تھا۔

مسلمان کم تھے۔ ایرانی زیادہ تھے۔ ایرانیوں کو اطمینان تھا کہ وہ مسلمانوں کو کاٹ کر رکھدیں گے۔ اس لیے اگرچہ وہ قتل ہو رہے تھے مر رہے تھے۔ لیکن نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ جس قدر جس محاذ پر قتل ہوتے تھے۔ اس سے زیادہ اس محاذ پر تازہ دم ایرانی پہنچ جاتے تھے۔ تقریباً دو۲ گھنٹے نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ ان دو۲ گھنٹوں میں سینکڑوں سرفروش تلوار کی بھینٹ چڑھ گئے۔ اکثر افسر مارے گئے۔ ہزاروں مجروح ہو گئے۔

اب آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ آفتاب میں حدت آگئی تھی۔ لڑائی کی سرگرمی اس پر مستزاد تھی۔ جانباز پسینہ میں ڈوب رہے تھے اس وقت ایرانیوں نے ہر محاذ پر سنبھل کر حملہ کیا۔ اگرچہ مسلمانوں نے اس حملہ کو روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مگر وہ ایرانیوں کے سیلاب کو نہ روک سکے۔ کئی قدم پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ ٹھیک اس وقت جب کہ مسلمان پیچھے ہٹ رہے تھے۔ اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی۔ ایرانیوں اور مسلمانوں دونوں نے ابھر ابھر کر نعرہ لگانے والے کو دیکھا۔ ان کو اسلامی لشکر آتا ہوا نظر آیا۔ مسلمان گھوڑے دوڑائے تیزی سے اڑے چلے آ رہے تھے۔ یہ خالد بن عرفطہ اور ان کے ہمراہی تھے۔ وہ آتے ہی ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایسے جوش اور

Marfat.com

ایسے غضب آلود ہو کر ٹوٹے کہ ایرانیوں کو کھیرے ککھڑی کی طرح کاٹ ڈالا۔ کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ خون کا دریا بہا دیا۔ ایرانی گھبرا گئے۔ سہم گئے ان کا قلب پسپا ہوا۔ میمنہ اور میسرہ والوں نے قلب کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو وہ بھی پیچھے ہٹے۔

ان کے پیچھے ہٹنے سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ دل قوی ہو گئے انہوں نے سنبھل کر پوری طاقت اور پورے جوش سے حملہ کیا۔ ہر محاذ پر ایرانیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈال دیا۔ ہاتھوں۔ پیروں۔ سروں اور دھڑوں کے انبار لگا دیئے۔ ایرانی بدحواس ہو گئے ان کے قدم اکھڑ گئے وہ پیچھے پھر کر بھاگے۔ خوفزدہ ہو کر بھاگے مسلمان بھی ان کے عقب میں بھاگے۔ نہایت بدحواسی سے بھاگے۔ خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ مسلمان بھی ان کے تعاقب میں دوڑے دونوں آگے پیچھے بھاگ کر کوثی کے قلعہ میں پہنچے۔ ایرانی قلعہ میں داخل ہوتے ایرانی قلعہ میں داخل ہو کر مڑ کے سنبھلے لوٹے اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان پہلے ہی سے تیار تھے۔ وہ بھی ایرانیوں پر جھک پڑے۔ قلعہ کے اندر نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ چونکہ اب صفوں کی ترتیب قائم نہ رہی تھی۔ اس لیے جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی مسلمانوں میں مسلمان ایرانیوں میں گھس گئے تھے۔

جو جہاں تھا وہ وہیں لڑ رہا تھا۔ شوروغل سے تمام قلعہ گونج رہا تھا بلکہ قلعہ سے باہر دور دور تک آواز جا رہی تھی۔ ایرانی قلعہ کی ایک ایک انچ زمین کے لیے سرفروشانہ جنگ کر رہے تھے۔ بڑی بہادری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کو قلعہ سے باہر دھکیلنے کی کوشش کر رہے تھے وہ مسلمان نہایت صبر۔ بڑے استقلال۔ کمال جوش سے لڑ رہے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ نہایت خون آشام جنگ ہو رہی تھی۔ ہر طرف تلواریں بلند ہو ہو کر جانبازوں کے سر وتن کے فیصلے کر رہی تھیں۔ سر گیندوں کی طرح اچھل رہے تھے۔ خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔

ایرانیوں نے سنبھل کر جوش میں بھر کر غصہ میں آ کر ایک زبردست حملہ کیا۔

Marfat.com

مسلمان حملہ کی زد میں کئی قدم پیچھے ہٹ گئے۔ مگر وہ سنبھلے اور جم کر لڑنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں پھر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ ایرانیوں اور مسلمانوں نے قلعہ کے دروازہ کی طرف دیکھا۔ مسلمان باہر سے دروازہ میں داخل ہوتے نظر آئے۔ یہ شرجیل اور ان کے ہمراہی تھے۔ دروازہ کو عبور کرتے ہی وہ ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایرانی ان تازہ دم مسلمانوں کو دیکھ کر ایسے خائف ہوئے کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور دوسرے دروازہ سے قلعہ سے باہر نکل گئے۔ مسلمان سارے قلعہ میں پھیل گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں مسلمانوں کا قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔

اسلامی علم قلعہ کے اوپر لہرا دیا گیا۔ اس طرح بابل کے بعد کوثی پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

یزدگرد نے مسلمانوں کے مقابلہ میں جو عظیم الشان لشکر روانہ کیا تھا۔ اُسے اُس کی کامیابی پر پورا اطمینان تھا۔ وہ سمجھے ہوئے تھا کہ ایرانی مسلمانوں کا قلع قمع کر دیں گے۔ اُسے روزانہ لشکر کی نقل و حرکت کی خبریں ملتی رہتی تھیں۔ اس کی آنکھیں اس لشکر کی کامیابی کی طرف لگی ہوئی تھیں نہ صرف اس کی بلکہ تمام ایران کی خصوصاً سارے مدائن والوں کی طرف لگی ہوئی تھیں نہ صرف اس کی بلکہ تمام ایران کی خصوصاً سارے مدائن والوں کی کیونکہ مادر وطن کے سپوت۔ مدائن کے کے بہادر۔ ایران کے مایۂ ناز فرزند اس مہم پر گئے تھے۔ لوگ بے چینی سے نتیجۂ جنگ کا انتظار کر رہے تھے۔ روزانہ صبح سویرے ہی سے دفتر جنگ کے سامنے ایسے لوگوں کے ٹھٹ لگ جاتے تھے۔ جو جنگ کی خبریں معلوم کرنے کے لئے آتے۔ دفتر جنگ میں جو خبریں آتی تھیں۔ وہ ان کو بتا دی جاتی تھیں۔ آخر ایک دن یہ خبر پہنچی کہ مسلمانوں نے بابل فتح کر لیا ہے۔ ایرانیوں کو زبردست ہزیمت ہوئی۔ کئی بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ لشکر کا زیادہ حصہ کام آیا۔ اس وحشتناک خبر نے مدائن والوں پر کوہ غم گرا دیا۔ سارے شہر پر غم و حسرت کی گھٹا چھا گئی۔ گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔ کوچہ کوچہ سے نالہ و

Marfat.com

شیون کی آوازیں آنے لگیں۔

اس جنگ میں مدائن سے ہر طبقہ، ہر محلہ اور ہر خاندان سے رضا کار بھرتی ہو ہو کر گئے تھے۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ان میں سے کون زندہ رہا۔ کون مارا گیا۔ سب کو اپنے عزیزوں دوستوں اور یگانوں کا فکر تھا۔ سب سرفروشوں کو یاد کر کر کے رونے لگے تھے۔ اس جنگ سے پہلے یزدگرد ہوا کے گھوڑے پر سوار تھا۔ فخر و غرور کا مجسمہ تھا۔ فتح و کامرانی کے خواب دیکھ رہا تھا۔ مگر اس شکست نے اس کے غرور تمکنت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ زعم باطل مٹ گیا تھا۔ تباہی کے آثار نظر آنے لگے تھے۔ وہ دل شکستہ ہو گیا تھا۔ اسے زوال سلطنت کا یقین ہو گیا تھا۔ لیکن جس طرح ایک بگڑا ہوا رئیس اپنی مالی حالت کو کمزور دیکھ کر سدھار کرنے کی بجائے عیش و عشرت میں ڈوب کر اپنی حالت کو خراب سے بدتر کر لیتا۔ اسی طرح یزدگرد عشرت کے گڑھے میں گر گیا اور رنگ رلیوں میں مشغول ہو گیا۔ اس کی دل بستگی کے لیے اس کے قصر میں سینکڑوں سیم تن لڑکیاں تھیں ایلا اس کے پاس موجود تھی۔ وہ نہ صرف اس کی ہمراز تھی۔ بلکہ اس کے جذبات عشرت کو بھڑکا کر اسے عیش کے بحر ناپیدا کنار میں غوطے دے رہی تھی۔ جس سیم تن پری چہرہ پر اس کا قابو چلتا۔ اسے بہلا پھسلا کر قصر میں لاتی اور یزدگرد کے سپرد کر دیتی۔ بادشاہ کی اس نازیبا حرکت سے اس کے ندیم بہی خواہ سب اس سے فرنٹ ہو گئے تھے۔ ایک دن رات کے وقت یزدگرد اپنے کمرۂ خاص میں بیٹھا تھا۔ ایلا اس کے سامنے کھڑی تھی۔ پرستاریں پیچھے پرا باندھے کھڑی تھیں۔ ایک مہ جبین لڑکی اس کے برابر بیٹھی تھی۔ سامنے چھوٹی سی میز تھی۔ میز پر کنٹر تھے۔ سونے کا پیالہ تھا۔ کنٹروں میں شراب تھی۔ تمام کمرا روشنی سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ فانوسوں سے تڑپ تڑپ کر نکلنے والی روشنی مہ جبین پرستاروں۔ حور طلعت لڑکیوں کے چاند سے خوبصورت چہروں پر جلوہ ریز ہو کر ان کی صورتوں میں چکا چوند پیدا کرنے والی ناز آفریں چمک پیدا کر رہی تھیں۔ یزدگرد نے برابر بیٹھنے والی مہ جبین کو اشارہ کیا۔ وہ ہزار ناز و ادا سے بل کھاتی۔ اٹھلاتی اٹھی۔ کنٹر میں سے شراب پیالہ میں انڈیلی اور مسکرا کر اس نے

Marfat.com

ہوئے پیالہ یزدگرد کے سامنے کیا۔ یزدگرد نے پیالہ لے کر لبوں سے لگایا اور ایک ہی سانس میں خالی کر کے خوبصورت لڑکی نے پیالہ لے کر میز پر رکھ دیا۔ یزدگرد نے ابیلا کی طرف دیکھا۔ ابیلا ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ نیچی نظروں سے بادشاہ کو دیکھ رہی تھی۔ یزدگرد نے کہا۔ ابیلا ذرا اس وقت لیلے کو تو لا! ابیلا اظہار اطاعت کے لیے جھک گئی۔ وہ سیدھے قدموں چل کر کمرہ سے باہر نکل گئی۔ یزدگرد نے اس لڑکی سے جو اس کے پاس بیٹھی تھی۔ خطاب کر کے کہا ۔۔۔

زرینہ لیلے کی یاد میرے تمام عیش کو متعفن کر دیتی ہے کم بخت ایسی ضدی لڑکی ہے کہ کسی طرح مانتی ہی نہیں۔ پری چہرہ لڑکی کا منور چہرہ یہ بات سنکر کسی قدر افسردہ ہو گیا۔ آنکھوں سے علامات حسد ظاہر ہونے لگیں۔ یزدگرد پر مدہوشی طاری تھی۔ وہ اس پری زاد کی حسود نظروں سے اس کے جذبات کو معلوم نہ کر سکا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابیلا گھبرائی ہوئی آئی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ عالیجاہ لیلے اور آسیہ دونوں غائب ہو گئیں۔ یہ سنکر یزدگرد کا نشہ ہرن ہو گیا۔ اس نے متحیرانہ انداز سے ابیلا کو دیکھ کر استعجاب بھرے لہجہ میں دریافت کیا۔ غائب ہو گئیں ۔۔ .. .. اس سے تیرا کیا مطلب ہے۔

ابیلا نے جواب دیا۔ ذرہ نواز تالا بدستور جنگلہ میں لگا ہوا ہے لیکن آسیہ اور لیلے موجود نہیں۔

یزدگرد نے بے اعتمادی کی نظروں سے ابیلا کو دیکھ کر کہا۔ ناممکن ہے۔ .. .. بالکل غیر امکان ابیلا نے فریب دیا ہے۔

ابیلا کانپ گئی کہ جانتی تھی کہ یزدگرد مغلوب الغضب ہے۔ زود رنج ہے اور غصہ میں آکر سخت سے سخت سزا دیتا ہے۔ اس نے کہا غریب پرور مجھ جیسی نمک حلال سے دغا ناممکن ہے۔

یزدگرد نے کسی قدر غصہ میں آکر کہا۔ دغا ناممکن ہے تو لیلے اور آسیہ کس طرح فرار ہو گئیں۔

Marfat.com

ابیلا۔ یزدان ہی جانتا ہے۔

یزدگرد نے طیش میں آکر کہا۔ یزدان ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ دغاباز کیا جنگلہ کی چابی تیرے پاس نہ رہتی تھی۔ ابیلا نے نہایت عاجزی سے کہا۔ بے شک چابی میرے پاس تھی۔ میرے ہی پاس رہی۔ نیز میرے ہی پاس اب بھی ہے لیکن

یزدگرد نے غضبناک ہوکر قطع کلام کر کے کہا۔ لیکن تجھے لیلے پر رحم آگیا تو اُس نے خوبصورت چڑیا کو اڑا دیا۔

ابیلا۔ شاہ عالم نہیں

یزدگرد۔ پھر کس نے اُسے رہا کر دیا۔

ابیلا۔ یہی بات میری سمجھ میں بھی نہیں آتی۔

یزدگرد۔ اب آجائے گی۔ چل تو مجھے جنگلہ دکھا۔

فوراً یزدگرد بڑھا۔ ابیلا اس کے پیچھے چلی۔ یزدگرد نے چلتے چلتے کنیزوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوئیں۔ ابیلا نے کہا حضرت زرتشت کی قسم مجھے خبر نہیں۔ یزدگرد سخت غضبناک ہوگا۔ اس نے کڑک کر کہا۔ بے وقوف بکتی ہے۔ چابی تیرے پاس تھی۔ پھر دوسرا کون ان کو رہا کرتا ابیلا نے انتہائی عاجزی سے کہا۔ حضور والا۔ مجھے بالکل خبر نہیں میں خود سخت حیران ہوں میرا اس میں ذرہ برابر قصور نہیں۔ یزدگرد نے غیظ بھری نظروں سے ابیلا کو دیکھ کر کہا۔ اچھا نہ بتا۔ یہ کہہ کر وہ کنیزوں کی طرف مخاطب ہوا۔ اس نے درشت لہجہ میں ان سے کہا فوراً ایک زنجیر لاؤ۔

دو کنیزیں دوڑتی ہوئی روانہ ہوئیں۔ وہ بہت جلد ایک زنجیر لے آئیں۔

یزدگرد نے زنجیر اُن سے لے کر ابیلا کو مخاطب کر کے کہا۔ ابیلا اب بھی سچ سچ بتا دے۔ ابیلا کو معلوم ہی کیا تھا۔ جو وہ بتاتی۔ اُس نے پھر کہا۔ یزدان کی قسم مجھے معلوم نہیں ہے۔

یزدگرد نے غصّہ کی نظروں سے گھور کر کہا تو ہرگز نہ بتائے گی۔ اچھا ہاتھ بڑھا نمک حرام دغاباز۔

Marfat.com

چارہ ہی کیا تھا۔ ابیلا نے ہاتھ بڑھا دیئے۔ یزدگرد نے اُس کے ہاتھوں میں زنجیر ڈال دی۔ ابیلا سخت مغموم اور خوفزدہ ہوگئی اس نے پھر کہا عالیجاہ میں بے قصور ہوں۔!

یزدگرد نے کچھ نہ سنا اس نے جنگلہ کا تالا کھول کر کمرہ سے باہر چلا گیا۔ آج ابیلا کو معلوم ہوا کہ بڑے آدمی کس قدر زود رنج ہوتے ہیں۔ اُن کا قرب کسقدر خطرناک ہوتا ہے۔ جب وہ خوش ہوتے ہیں۔ تو کچھ انعام دے دیتے ہیں۔ اور جب بگڑتے ہیں تو جان لینے کے در پے ہو جاتے۔ وہ خاموش بیٹھ کر اپنی حالت کا اندازہ کرنے لگی۔

یزدگرد اپنے کمرہ میں آکر بیٹھ گیا۔ اُس وقت وہ سخت پریشان اور متفکر تھا۔ دل غم و افکار کے طوفان میں ہچکولے لینے لگا تھا۔ کنیزیں ادب سے سر جھکائے پرا باندھے سامنے کھڑی تھیں۔ زرینہ اُس کے برابر بیٹھی اس کے چہرہ کے مدّ و جزر کو دیکھ رہی تھی۔

کمرہ میں خاموشی طاری تھی۔ بادشاہ چپ تھا۔ سب چپ تھے۔ گویا اس سے ہمدردی کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد زرینہ نے شہنشاہ ایران کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا شہنشاہ عالم۔ پریشانی۔ فکر و غم انسان کے بدترین دشمن ہیں۔ ان سے عمر گھٹتی ہے آپ ان

یزدگرد نے قطع کلام کر کے کہا۔ زرینہ تو نہیں جانتی۔ اس وقت مجھے کس قدر قلق ہے۔ میری رُوح رواں۔ میرے دل کی دیوی فرار ہوگئی یا بھگا دی گئی ہے میرے لشکر کو شکست ہوئی۔ مجھے رنج نہ ہوا۔ قادسیہ۔ بابل اور کوثی پر عربوں کا قبضہ ہوگیا۔ مجھے فکر نہ ہوا۔ میرے بہادر اور آزمودہ کار سپہ سالار مارے گئے مجھے پریشانی نہ ہوئی۔ میرا خزانہ بجو رستم لے گیا تھا۔ عربوں نے لُوٹ لیا۔ مجھے ملال نہ ہوا۔ لیکن زرینہ جسے میں چاہتا تھا۔ ہزار جان سے چاہتا تھا جس کی صورت دیکھ کر جیتا تھا۔ وہ غائب کر دی گئی۔ آہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔ میں اس کی جدائی میں کیسے زندہ رہوں گا۔

Marfat.com

زرینہ نے لگاوٹ آمیز ادا سے اپنے پھول سے رخسار یزدگرد کے سامنے کر کے کہا۔ فکر کریں آپ کے دشمن۔ قصر شاہی میں ایک سے ایک گلعذار ایک سے ایک ماہ طلعت۔ ایک سے ایک پری رُخسار موجود ہے ان زہرہ جبینوں سے دل بہلا یئے۔ شراب ناب کے جام اڑایئے۔

اگر یزدگرد اس وقت پریشان نہ ہوتا تو حور وش زرینہ کے پھول سے زیادہ شاداب گالوں کو چوم لیتا۔ مگر وہ مغموم تھا۔ اس کا دل پریشان تھا۔ اس نے زرینہ کو پیچھے ہٹا دیا۔ زرینہ اپنی جگہ بیٹھی رہ گئی۔ ٹھیک اسی وقت ایک کنیز آئی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اپنے ابھرے ہوئے۔ سینہ پر رکھ کر اداتے جانانہ سے جھک کر بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے سر کے اشارہ سے سلام کا جواب دے کر دریافت کیا۔ کیا ہے۔ کنیز نے کہا عالیجاہ مہران باریاب ہونا چاہتا ہے۔

مہران کا نام سُنکر بادشاہ قدرے مسرور ہُوا اُس نے کہا فوراً بلا لاؤ۔ کنیز چلی گئی۔ تھوڑی دیر میں مہران آیا۔ اُس نے زمیں بوس ہوکر بادشاہ کو سلام کیا۔ مہران کچھ نحیف ہو رہا تھا۔ چہرہ اُترا ہوا تھا۔ آنکھیں غم کی گہرائیوں میں ڈوبی ہُوئی تھیں۔ بادشاہ نے اسے غور سے دیکھ کر کہا۔ مہران تم آگئے؟

مہران نے ٹھنڈا سانس بھرتے ہوتے کہا۔ غریب پرور آ گیا۔ ندامت کا بوجھ سر پر لادے ہوئے آگیا۔

یزدگرد۔ تم بھی شکست کھا گئے۔

مہران۔ جی ہاں ایک مارِ آستین کی وجہ سے شکست ہُوئی کاش میں اس کا پہلے ہی کچل ڈالتا!!

یزدگرد۔ وہ کون بدبخت تھا؟

مہران۔ جوشناہ

یزدگرد نے حیرت بھری نظروں سے مہران کو دیکھ کر استعجاب بھرے لہجہ میں کہا۔ میرا وفادار خادم جوشناہ؟

مہران۔ حضور

Marfat.com

یزدگرد۔ اُس نے کیا کیا؟

مہران۔ دشمنوں سے ساز باز کر کے بابل پران کا قبضہ کرا دیا۔

یزدگرد۔ تم نے اُسے فوراً ہی کیوں قتل نہ کر ڈالا۔

مہران۔ میں نے اس قدر غدار نہ سمجھا تھا۔ عالیجاہ اُس نے مسلمانوں سے ساز باز کیا۔ عبید اور عاصم کو اپنے ہمراہ لیا۔ عربوں سے اپنے اور اپنے خاندان کے لیے معاہدہ کیا۔ رات کو بابل کا دروازہ کھول کر دشمنوں کو چڑھا لایا۔ سوئے ہوئے ایرانیوں کو قتل کرا دیا۔

یزدگرد۔ مگر تم نے کوثی پر مسلمانوں کا کیوں مقابلہ نہ کیا۔

مہران۔ مجھے ایرانیوں پر اعتماد نہ رہا۔ جب جوشنماہ جیسا وفادار غدار بن سکتا ہے تو اور کا ذکر ہی کیا ہے!

یزدگرد۔ ایک اور غضب ہو گیا۔

مہران۔ غالباً حضور لیلےٰ اور آسیہ کی فراری کا ذکر فرما رہے ہیں۔

یزدگرد کو حیرت ہوئی۔ حیرت اس بات پر ہوئی کہ ان دونوں سیم تن پری نژاد لڑکیوں کی فراری کا حال خود بادشاہ کو بھی ابھی ابھی معلوم ہوا تھا۔ اُس نے حیرت بھری نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ تم کو ان کی فراری کا حال معلوم ہو گیا۔

مہران نے کہا۔ عالیجاہ میں نے ان دونوں کو دیکھا تھا!

یزدگرد کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا کہاں اور کب دیکھا:۔ مہران نے کہا آج ہی مدائن کے باہر!

یزدگرد۔ کیا وہ تنہا تھیں۔

مہران۔ نہیں ان کے ساتھ ۵۰۔۔۶۰ نقاب پوش تھے۔

یزدگرد۔ تم نے اُن کو گرفتار کیوں نہ کر لیا۔

مہران۔ میرے ہمراہ صرف پانچ آدمی تھے اگر میں ان کو گرفتار کرنے کی کوشش کرتا۔ تو نقاب پوش یقیناً مجھے مار ڈالتے۔

یزدگرد۔ اچھا تو چلو اب اُن کا تعاقب کریں۔

مہران۔ بے کار ہے وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ تیزی سے

Marfat.com

بھیرہ شیر کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔ وہ یقیناً اسلامی لشکر میں مل گئے ہوں گے۔

یزدگرد نے کمال حیرت انگیز نظروں سے مہران کو دیکھ کر کہا۔ اسلامی لشکر میں؟

مہران نے قطع کلام کر کے کہا۔ حضور والا اسلامی لشکر میں۔ اسلامی لشکر نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کر لیا ہے جنگل کا شہنشاہ حضور کا وفادار دوست اسد بھیرہ مار ڈالا گیا۔

یزدگرد کو یہ سُنکر کمال افسوس ہُوا۔ اس نے کہا میرے شیر کو کس نے مارا؟

مہران نے کہا۔ مسلمانوں کے ایک افسر نے

یزدگرد غمزدہ ہو گیا۔ اُس نے کہا افسوس جو خبر سُنتا ہوں پریشان کن اور غم انگیز ہوتی ہے یہ کم بخت مسلمان فتح کرتے کرتے مدائن کے دروازہ ہی پر آ گئے۔ اب کیا ہو گا مہران؟

مہران۔ مجھے آثار اچھے نظر نہیں آتے مسلمان جوش وخروش سے فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ میرے خیال میں بھیرہ شیر بھی عنقریب فتح ہو جائے گا۔ تب مدائن ان کے رحم وکرم پر ہو گا۔

یزدگرد نے غم آلود نظروں سے مہران کو دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا مدائن بھی فتح ہو جائے گا!!

مہران نے جواب دیا۔ آثار وقرائن تو یہی کہتے ہیں۔ اب مدائن میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں۔ اوّل تو نقاب پوش، مار آستین ہیں ضرور مسلمانوں سے ساز باز کر کے بغاوت کریں گے۔ دوسرے مسلمان جس جوش سے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ اُسے دیکھتے ہُوئے خیال ہوتا ہے کہ مدائن ان کے سیلاب کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

یزدگرد۔ آہ ساسانی خاندان کا چراغ گل ہو جائے گا۔ کیا

Marfat.com

کیانی یادگار مٹ جائے گی۔ کیا تمام ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جائیگا!!

مہران نے دلدہی کے لہجہ میں کہا۔ میرے حضورؐ یہ نہ ہو گا۔ مسلمانوں کا جوش ہانڈی کا اُبال ہے۔ مدائن تک اُن کا سیلاب آکر رُک جائے گا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرم شاہی کو فی الحال حلوان بھیج دیا جائے اگر ہم نے مسلمانوں کو شکست دی تو حرم اور خاندان شاہی کو یہاں بلوا لیا جائے گا۔ اور اگر ہم کو ہزیمت ہوئی تو ہم بھی حلوان چلے جائیں گے۔

یزدگرد۔ رائے تو تمہاری معقول ہے۔ اچھا کل اس کا انتظام کیا جائے گا۔

مہران۔ حضورؐ ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ کوئی بات کل پر نہ اُٹھا رکھیئے۔ ممکن ہے کل ہی مسلمان مدائن کے سامنے آجائیں اور پھر شاہی خاندان کو یہاں سے نکلنے کا موقعہ نہ مل سکے اس لیے جو کچھ کرنا ہے۔ آج ہی کیجئے۔

یزدگرد کو مہران کی بات پسند آئی۔ اُس نے کہا۔ مناسب ہے اسی وقت انتظام کرو۔ یزدگرد اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مہران کو ہمراہ لے کر ایک وسیع کمرہ میں پہنچا۔ یہ کمرہ اس قدر وسیع تھا کہ درباری ہال معلوم ہوتا تھا خوب سجا ہوا تھا۔ کافی روشنی ہو رہی تھی۔ یزدگرد نے اس کمرہ میں تمام شاہی خاندان کے افراد کو طلب کیا۔ عورتیں مرد بچے جوق در جوق آنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں اچھا خاصا مجمع ہو گیا۔ اس مجمع میں مرد کم تھے۔ بچے اور عورتیں زیادہ تھیں۔ سب کے سب نفیس اور بیش قیمت لباس سے ملبوس تھے۔

عورتیں سونے چاندی۔ ہیرے اور جواہرات کے زیورات سے لدی ہوئی تھیں۔ سب کی سب ماہ طلعت۔ زہرہ جبین۔ رشک حُور۔ چاند سی صورت والیاں تھیں۔ ان کے شاداب چہرے روشنی میں چمک رہے تھے۔ اُن کے حسن نے کمرہ کو جگمگا دیا تھا۔ کمرہ نگار خانۂ حسن بن گیا تھا۔ یزدگرد ان سب کو لے کر قصر سے باہر آیا۔ باہر گاڑیاں اور گھوڑے

Marfat.com

کھڑے ہوئے تھے۔ یزدگرد نے سب کو سوار کرایا۔ افسردہ دلی سے اُن کو روانہ ہونے کا اشارہ کیا۔

وہ چلے افسردہ دلی سے چلے آزردہ ہو کر چلے۔ آخری مرتبہ مدائن کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ کر چلے اور رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے

یزدگرد انہیں رخصت کر کے مغموم ومحزون قصر میں داخل ہوا۔ مہران اس کے ساتھ تھا۔ دونوں کمرۂ خاص میں جا کر بیٹھے۔ بادشاہ کو پریشان اور غمزدہ دیکھ کر مہران نے تسلی دہ گفتگو شروع کی۔

Marfat.com

باب ۸
معزول ملکہ

خورشید لیلیٰ اور پری جمال آسیہ نقاب پوش کے ساتھ چور دروازہ میں داخل ہو کر تیرہ و تار زینہ میں پہنچیں۔ یہاں اس بلا کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا کہ غور کرنے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی کچھ نظر نہ آتا تھا۔ دروازہ میں داخل ہوتے ہی نقاب پوش نے بتا دیا تھا کہ وہ اس وقت زینہ میں ہیں سنبھل کر سیڑھیاں طے کریں۔ دونوں حور طلعت لڑکیاں آہستہ آہستہ سنبھل سنبھل کر زینہ طے کرنے لگیں۔ زینہ طے کر کے سب ایک کمرہ میں پہنچے۔ یہ کمرہ ظلمات سے زیادہ تاریک اور قبر سے زیادہ خاموش تھا۔ ان تینوں کے کپڑوں کی سرسراہٹ اور سانس لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دے رہی تھی۔ نقاب پوش نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔ آسیہ میرے پیچھے چلی آؤ۔ چپ چاپ بولنا بالکل نہیں۔ آہستہ بولنے سے بھی یہ کمرہ اس قدر گونج اٹھتا ہے کہ اس کے اوپر کمرہ میں بیٹھنے والے صاف طور پر آواز سن لیتے ہیں۔ نہ بولو۔ نہ زور سے قدم رکھو۔ خاموشی اور آہستگی سے چلی آؤ!!

دونوں رشک قمر لڑکیاں چپ چاپ۔ انتہائی آہستگی سے نقاب پوش کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ متعدد کمرے طے کرنے کے بعد وہ پھر زینہ پر چڑھنے لگے۔ ہر سیڑھی پر نقاب پوش ان کو ہوشیاری سے سنبھل سنبھل کر قدم رکھنے

Marfat.com

کی ہدایت کرتا جاتا تھا۔ نازآفرین دوشیزہ لڑکیاں نہایت احتیاط سے زینہ طے کر رہی تھیں۔ زینہ کے اختتام پر نقاب پوش نے کوئی چیز پکڑ کر کھینچی۔ فوراً دروازہ نمودار ہوا۔ تینوں دروازہ عبور کر کے باہر نکلے۔ یہاں تازی اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے مشام جاں کو تازگی بخشنے لگے۔ نقاب پوش نے خفیہ طریقے پر دروازہ بند کر دیا۔ ماہ پیکر لڑکیوں نے اپنی خوبصورت نظریں اُٹھا کر اُوپر دیکھا سیاہ آسمان۔ آسمان پر ستارے چمکتے نظر آئے۔ فرط مسرت اور انبساط سے ان کے دل لبریز ہو گئے۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ فوراً لیلےٰ نے بیٹھ کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ نقاب پوش نے حیرت سے لیلےٰ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس نے دریافت کیا۔ ماہ پیکر دوشیزہ تمھارے سامنے نہ انوارِ الٰہی (آگ) تھی نہ کوئی تصویر تم نے سجدہ کسے کیا۔

لیلےٰ نے سرو قد کھڑی ہو کر جواب دیا۔ اس خدا کو جو ہر جگہ موجود ہے۔

نقاب پوش۔ عجیب بات ہے جو چیز نظر نہیں آتی اسے سجدہ کرنا بھی کوئی دانائی ہے۔

لیلےٰ۔ خدا جس نے کائنات کو پیدا کیا ہے جو ہر ذی رُوح کو رزق پہنچاتا ہے وہ شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے ہر وقت ہر جگہ موجود رہتا ہے۔ وہ ہماری نظروں سے اسی طرح پوشیدہ ہے جس طرح خوشبو۔ پھول نظر آتے ہیں مگر خوشبو نظر نہیں آتی۔

نقاب پوش۔ یہ اپنی اپنی سمجھ ہے۔ دیکھو نصف سے زیادہ رات گذر چکی۔

آسیہ نے کہا چلیئے۔ دونوں نقاب پوش کے پیچھے روانہ ہوئیں۔ رات اندھیری اور خاموش تھی۔ ستارے خاموش کائنات کو حیرت سے تک رہے تھے۔ البتہ ایک خفیہ گڑگڑاہٹ کی آواز آرہی تھی۔ جو خاموش فضا میں ترنّم سا پیدا کر رہی تھی۔ آسیہ نے نقاب پوش سے دریافت کیا۔ یہ آواز کیسی ہے؟

نقاب پوش نے جواب دیا۔ دریائے دجلہ مدہم شور کے ساتھ بہہ رہا ہے۔ نقاب پوش قدم بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ دونوں حُور طلعت۔ نازآفرین

Marfat.com

لڑکیوں اُس کے پیچھے چل رہی تھیں۔ کئی گلیوں اور کوچوں کو طے کر کے یہ تینوں اسی مکان میں داخل ہوتے۔ جس میں خسرو۔ مراجل۔ سودابہ اور روزبہ کو لے گیا تھا۔ اس وقت بھی مکان کے اندر خاموشی تھی۔ اس کے مکین خواب میں مدہوش پڑے خراٹے بھر رہے تھے۔ نقاب پوش ان ماہ پیکر لڑکیوں کو ہمراہ لے کر ایک کمرہ میں پہنچا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ کمرہ کے وسط میں ایک کوچ پڑی تھی۔ نقاب پوش نے شمع روشن کی۔ روشنی میں نازآفرین لڑکیوں نے کمرہ کو دیکھا۔ کمرہ اچھا خاصا وسیع تھا۔ نقاب پوش نے دونوں لڑکیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ رات بہت تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ تمہاری آنکھیں نیند کے باعث بوجھل ہو رہی ہیں۔ اس کمرہ میں اطمینان اور آرام سے سو جاؤ۔ آسیہ نے کہا۔ میں اور بہن لیلےٰ آپ کی بے حد مشکور ہیں۔ ہم آپ کا نام دریافت کرنے کی جرأت کر سکتی ہیں

نقاب پوش نے آہستہ سے نقاب اُتار کر آسیہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بھولی آسیہ میرا نام دریافت کر کے کیا کرو گی ؟

آسیہ نے نقاب پوش کو دیکھا۔ اس نے پہلی ہی نظر میں اسے پہچان لیا۔ وہ خسرو تھا۔ آسیہ نے کچھ حیرت و کچھ مسرّت بھرے انداز سے کہا آہا ہا بزرگ خسرو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خسرو نے پھر نقاب اپنے چہرہ پر ڈال لیا۔ اس نے کہا۔ ہاں غمزدہ خسرو آسیہ اب میں صبح تک کے لیے رخصت ہوتا ہوں ۔ تم دونوں اس کوچ پر پڑ جاؤ۔ یہاں کوئی تمہارے آرام میں خلل انداز نہ ہو گا۔

یہ کہتے ہی خسرو چلا گیا۔ لیلےٰ نے اپنی موسیقی نواز آواز سے کہا۔ آسیہ بزرگ خسرو بڑے نیک ہیں۔ انہوں نے ہم دونوں ستم زدوں پر مہربانی کر کے ہم کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

آسیہ نے کہا لیلےٰ خسرو انقلابی گروہ کے سرغنہ ہیں۔ وہ یزدگرد اور اس کی حکومت سے ناراض ہیں۔ بادشاہ کو معزول کر کے موجودہ حکومت کو مفلوج کرنا چاہتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سچ یہ ہے کہ یزدگرد خود حکومت اور ملک کو تباہ کر رہا ہے !

Marfat.com

لیلیٰ نے کہا۔ یزدگرد بے قصور ہے۔ اس کی نوعمری اس کی نادانی پر دلالت کرتی ہے قصور اس کے مشیروں کا ہے۔

ایک آواز آئی۔ بے شک قصور مشیروں کا ہے لیکن یزدگرد اس قدر بچہ نہیں ہے کہ نیک و بد کو قطعاً نہ سمجھے۔

دونوں ماہ پیکر لڑکیاں کچھ خوفزدہ اور کچھ حیران ہوئیں۔ انہوں نے اپنی ہوشربا آنکھیں اٹھا اٹھا کر گھبرائی ہوئی نظروں سے جس طرف سے آواز آئی تھی اس طرف دیکھا۔

ایک سیاہ پوش سایہ ان دونوں کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ دونوں نازنین لڑکیاں سائے کو دیکھ کر سہم گئیں۔ انہیں خوف اور حیرت سے اس وجہ سے تھی کہ کمرہ کے تمام دروازے بند تھے۔ کسی دروازہ کے کھلنے کی آواز نہ آئی تھی۔ بغیر دروازہ کھلے کوئی آدمی کیسے کمرہ میں گھس آیا۔ سایہ آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھنے لگا۔ فرط خوف و دہشت سے دونوں پری زاد لڑکیوں کے چاند سے بڑھ کر روشن چہرے عرق آگیں ہو گئے تھے۔ بڑھتے بڑھتے یہ سایہ بالکل ان کے قریب پہنچ گیا۔

یہ سایہ نہ تھا بلکہ سیاہ لبادہ لپیٹ کر کوئی آیا تھا۔ لڑکیوں کے قریب پہنچ کر سیاہ لبادہ والے نے کہا۔ معصوم لڑکیو کیا تم مجھے دیکھ کر ڈر گئیں؟

قبل اس کے کہ لڑکیاں کچھ جواب دیں۔ لبادہ پوش نے اپنے چہرہ سے نقاب اٹھایا۔ آسیہ نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ وہ ملکۂ پوران دخت تھی۔ اس کا چہرہ چمک رہا تھا۔ آنکھیں روشن ہو رہی تھیں۔ آسیہ بڑھ کر اس کے سامنے دو زانو ہو گئی۔ اس نے کہا۔ آہ ملکۂ عالم ۔۔۔۔۔۔۔

ملکہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ ملکہ نہیں! ہاں کبھی ملکہ تھی اب ۔۔۔۔۔۔۔ بے کسوں کی حامی۔ مظلوموں کی ممد و معاون ایک معمولی عورت ہوں۔

آسیہ نے کہا آہ تمہارا زمانہ کہاں گیا۔ جب کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ جب ظلم و ستم کا نام بھی نہ تھا۔ وہ وقت کیا ہوا۔

Marfat.com

ملکہ قدرے غمزدہ ہوگئی۔ اُس نے کہا زمانہ بدلتا رہتا ہے۔ ہمیشہ وقت یکساں نہیں رہتا۔ اگر وہ زمانہ نہیں رہا۔ تو یہ بھی نہ رہے گا معصوم لڑکیو ظلم کی کشتی بھر کر ہی ڈوبتی ہے۔ اب ظلم انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ سنگدلی کی حد ہو گئی ہے آثار و قرائن کہہ رہے ہیں کہ ایرانی حکومت کا چراغ ٹمٹمانے لگا ہے۔ ایرانیوں کے کندھوں پر غیروں کی حکومت کا جُوا رکھا جانے والا ہے۔ آہ ایرانی غلام بننے والے ہیں۔ یونانیوں کی طرح عربوں کے غلام بنیں گے۔

پوراں دخت یہ کہتے ہی کہتے غمزدہ اور بے قرار ہوگئی۔ آسیہ نے کہا ملکۂ عالم آپ یزدگرد کو سمجھایئے۔ آنے والے خطرات سے خبردار کیجئے۔

ملکہ سمجھانے کا وقت گذر گیا۔ سمجھانے والوں نے بہت کچھ سمجھایا تمام خطرات سے آگاہ کیا۔ مگر بدبختی شامل حال تھی۔ اُس نے ناصحوں کو اپنا دشمن سمجھا۔ ان کو انقلاب پسند وا ، کا خطاب دیا اور ان ، کے درپے آزار ہوگیا۔

آسیہ نے قطع کلام کر کے کہا کیا انقلاب پسند ملک و قوم کے بہی خواہ ہیں۔

ملکہ بے شک نقاب پوش انقلابی ملک و قوم کے خیر طلب ہیں بزرگ خسرو اس گروہ کے سرغنہ ہیں۔ مگر یزدگرد کی بدقسمتی دیکھو کہ خیر اندیشوں بہی خواہوں کو اپنا دشمن سمجھے ہوتے ہے۔ اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ انقلابیوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ آسیہ جس بات کا مجھے اندیشہ تھا۔ وہی سامنے آگئی۔ یزدگرد کی کوتاہ اندیشی نے ملک و قوم کے بہی خواہوں کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ ایران میں انقلاب ہوگا اور زبردست انقلاب ہوگا۔

یہ کہتے ہی کہتے ملکہ کچھ اس قدر غمزدہ ہوگئی کہ بات پوری نہ کر سکی۔ کچھ توقف کے بعد اُس نے لمبی آہ کھینچتے ہوئے کہا۔ آسیہ تم سے میری یہ ملاقات شاید آخری ہے۔ میں پھر نہ مل سکوں گی۔ میں نے تم کو اور لیلےٰ کو رہا کرانے کے لیے بزرگ خسرو کو بھیجا تھا۔ تم دونوں رہا ہوگئیں۔ اب میں تم سے نہیں لیلےٰ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔

Marfat.com

آسیہ اور لیلےٰ دونوں کو پوران دخت کی گفتگو سُنکر حیرت ہوئی اب تک وہ سمجھے ہوتے تھے کہ بزرگ خسرو نے ان کو خود رہا کرایا ہے لیکن ملکہ کی گفتگو نے ان کو حیرت میں ڈال دیا۔ خصوصاً لیلےٰ کو اسے نہایت ہی تعجب ہوا کہ ایران کی معزول ملکہ اس سے کیا کہنا چاہتی ہے۔ وہ پوران دخت کے خوبصورت چہرہ کی طرف دیکھنے لگی۔

آسیہ نے دریافت کیا۔ کیا حضور نے ہی ہم پر یہ عنایت کی ہے۔

ملکہ نے کہا۔ ہاں میں نے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ لیلےٰ مجھے تم سے یہ کہنا ہے کہ عنقریب مسلمان مدائن پر قبضہ کریں گے۔ ایرانی ان کے غلام بنیں گے۔ اقرار کرو کہ تم مسلمانوں کو اس امر کی ترغیب دو گی کہ وہ کسی ایرانی کو تکلیف نہ پہنچا دیں۔

لیلےٰ نے شریلی آواز سے کہا۔ ملکۂ عالم میں اگرچہ قید خانہ سے آزاد ہو گئی ہوں۔ لیکن ابھی تک ایرانیوں کے قبضہ میں ہوں۔ مسلمانوں تک پہنچنا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر میں مسلمانوں میں پہنچ گئی تو اقرار کرتی ہوں کہ مسلمانوں کو مجبور کرونگی کہ وہ کسی ایرانی کو ذرہ برابر آزار نہ پہنچائیں۔

ملکہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ شاباش نیک لڑکی شاباش! مجھے تجھ سے ایسی ہی توقع تھی۔ سُنو! تم کل مدائن سے رخصت کر دی جاؤ گی بزرگ خسرو تمہارے ساتھ جائیں گے۔ اب ایرانیوں کو بچانا تمہارے اقرار پر موقوف ہے۔

لیلےٰ۔ انشاءاللہ اپنا اقرار پورا کروں گی۔

ملکہ۔ اچھا اب تم آرام کرو۔ کل شام کو تمہیں رخصت کر دیا جائے گا۔

یہ کہہ کر ملکہ چلی گئی۔ دونوں لڑکیاں مسہری پر پڑ گئیں۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اس لیے تھوڑی ہی دیر کے بعد دونوں کو نیند آگئی۔

دوسری صبح جب دونوں حور طلعت لڑکیاں بیدار ہوئیں تو آفتاب طلوع ہو چکا تھا اس کی رنگ برنگی کرنیں دریچوں کے راستوں سے آ آ کر کمرہ میں اٹھکیلیاں

Marfat.com

کا سا پرتو ڈال رہی تھیں۔ دونوں جلدی سے اٹھیں۔ ضروریات سے فراغت کر کے پھر کمرہ میں آ بیٹھیں ابھی انہیں آتے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مراجل آ گئی۔ اس نے آتے ہی کہا۔ آ ہا ہا آسیہ تم رہا ہو گئیں۔ یزدان نے بڑی مہربانی کی۔ آسیہ نے حیرت سے مراجل کو دیکھا۔ اس نے کہا مراجل۔ کیا تم حسن کے ڈاکو کے پنجہ سے نکل آئیں؟

مراجل نے کہا ہاں میں اسی دن نکل آئی تھی۔ بزرگ خسرو مجھے بچا لاتے تھے۔ غالباً وہی تم کو بھی لاتے ہیں!!

آسیہ۔ ہاں وہی لائے ہیں۔ مگر تم اس مکان میں کیسے ہو اپنے قصر میں کیوں نہ گئیں؟

مراجل۔ یزدگرد کے خوف کی وجہ سے وہ میرا۔ میرے باپ کا۔ میرے خاندان کا دشمن ہو گیا ہے۔!!

اب مراجل آسیہ کے پاس جا بیٹھی۔ اس نے لیلےٰ کو دیکھکر پھر دریافت کیا۔ کیا یہ وہی عرب دوشیزہ ہے جس پر کوتاہ اندیش یزدگرد ہزار جان سے فریفتہ ہے۔ آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ ہاں یہ وہی غارت گر صبر و شکیب ہے۔ کیا یہ خوبصورت نہیں ہے؟

مراجل نے کہا۔ خوبصورت ہے حسن کا آفتاب ہے۔ اس کے چہرہ میں اس قدر دلکشی ہے کہ مرد تو مرد میرا دل بھی کھچ گیا ہے۔

آسیہ ہنس پڑی اس نے کہا۔ گویا تم بھی لیلےٰ کو چاہنے لگی ہو؟

مراجل نے مسکرا کر کہا۔ چاند کسے پیارا نہیں لگتا کیا تم اس حور کو پیار نہیں کرتی ہو۔ آسیہ اس نے کن انکھیوں سے لیلےٰ کو دیکھ کر مسکراتے ہوتے کہا۔

مجھ پر تو اس خوبصورت ساحرہ نے جادو کر دیا ہے۔ مراجل! میں اس پر ہزار جان سے والہ و شیدا ہوں۔ آفتاب کی کرنوں میں چاند کی گہرائیوں میں کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں اس کے رُخ پُرنور کا پرتو ہے۔ میں نے اس سے کہا ہے۔ بار بار کہا ہے اور اب پھر کہتی ہوں

Marfat.com

پرتو جو تیرا روئے پُرانوار نہ ڈالے
بے نُور ہو خورشید سیاہ خانہ جہاں ہو

مراجل نے کہا بے شک یہی بات ہے۔ میں نے ایسی پیاری۔ ایسی دلکش ایسی روشن جبین کسی کی نہیں دیکھی۔

لیلےٰ اپنی تعریف سُن سُن کر شرم و حیا سے دبی جا رہی تھی۔ اس کی موٹی موٹی سرمگیں آنکھیں بارِ حیاء سے زمین کی طرف جُھک گئیں تھیں۔ وہ شرم و حیاء کی تصویر بن گئی۔ مراجل اُسے پیار بھری نظروں سے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مراجل نے لیلےٰ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے حُسن کے چاند اس قدر کیوں شرما رہی ہو۔ نظریں اٹھاؤ۔ آنکھیں ملاؤ کچھ باتیں کرو۔

رشک حُور لیلےٰ کے مسیحا صفت لبوں پر رُوح پرور تبسّم نمودار ہُوا۔ اُس نے بجلیاں گرانے والی۔ صبر و شکیب چھین لینے والی آنکھیں اُٹھا کر مراجل کو دیکھا۔ اور فردوسی حوروں جیسے لہجہ میں کہا۔ میں کیا کہوں مراجل بے دست و پا ہُوں۔ وطن اور عزیزوں سے دُور دیارِ غیر میں پڑی ہُوں۔ رنج و غم اور فکر و پریشانی میرے دمساز ہیں کیا کہوں ۔۔۔۔۔

لیلےٰ یہ کہتے کہتے افسردہ ہوگئی۔ آسیہ اور مراجل دونوں پر اس کی افسردگی کا اثر ہُوا۔ مراجل نے دلدہی کے لہجہ میں کہا لیلےٰ اب غم نہ کرو غم و فکر کا دورہ ختم ہونے والا ہے۔ بزرگ خسرو کہتے تھے کہ آج رات کو تم اسلامی لشکر کی طرف روانہ کر دی جاؤ گی!

لیلےٰ نے کہا۔ میں آسیہ کی بے حد مشکور ہوں۔ اس کی وجہ سے لیل و نہار کٹنے لگے تھے۔ اسی کی بدولت بزرگ خسرو نے رہائی دلائی۔

مراجل۔ مگر اب افسردگی کی کیا وجہ ہے۔

لیلےٰ۔ آسیہ کی مفارقت جس سے میرا دل مانوس ہوا ہے۔ وہ مجھ سے چھوٹنے والی ہے۔

مراجل۔ جب یہ بات ہے تو تم کیوں مسلمانوں میں جاتی ہو۔ یہیں رہو نہ۔

لیلےٰ۔ میں خود آئی۔ نہ خود جاتی ہوں۔ گردش تقدیر لائی۔ خوبیٔ بخت لیے

Marfat.com

جاتی ہے۔ اس میں میرے بس کی کیا بات ہے۔

مراجل۔ تو تم آسیہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہو۔

لیلٰے۔ ہاں آرزو تو یہی ہے لیکن میرا اختیار کیا۔

آسیہ نے لیلیٰ کو اپنی آغوش میں لے کر بھینچتے ہوئے کہا۔ میری حورِ غلط! دنیائے حسن کے آفتاب۔ نورِ جمال کی دیوی۔ میں تیری پرستار ہوں۔ تیری ہوں۔ تیرے ہمراہ ہی رہوں گی۔ جہاں جائے گی۔ ساتھ ہی جاؤنگی!

لیلٰے آہستہ آہستہ آسیہ کی آغوش سے نکلی۔ اُس کی مست، سرشار آنکھوں سے تشکر و امتنان کے آثار ہویدا ہوئے۔ اُس نے کہا آسیہ تمہارا شکریہ ہزار بار شکریہ تم نے میرے ہمراہ چلنے کا وعدہ کرکے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ مراجل نے تعجب کی نظروں سے آسیہ کو دیکھ کر کہا۔ تم لیلٰے کے ساتھ جاؤ گی۔ مسلمانوں میں خیریت ہے ایسی کیا بات ہوگئی ہے آسیہ؟

آسیہ نے کہا۔ مراجل میں مسلمان ہوگئی ہوں۔ مسلمان مسلمانوں میں ہی رہ کر خوش ہو سکتا ہے۔

مراجل کو کمال حیرت ہوئی۔ اُس نے انتہائی استعجاب بھری نظروں سے آسیہ کو دیکھتے ہوئے کہا مسلمان ہوگئی ہے کیا ایک پارسی لڑکی مسلمان ہو سکتی ہے تجلّی آلٰہی کو چھوڑ کر خیالی خدا کی آغوش میں جا سکتی ہے۔

آسیہ۔ خدا آنکھوں سے مستور ہے۔ آگ انوارِ الٰہی نہیں جو چیز دوست دشمن کو جلا ڈالے وہ پرستش کے قابل نہیں ہو سکتی!

مراجل۔ تعجب ہے جس مقدس آگ کو تُو نے۔ تیرے باپ دادا نے پُوجا آج تو اس سے منحرف ہوگئی۔ آسیہ تجھے کیا ہوگیا۔

آسیہ۔ میں نے اُس خدا کو پالیا۔ جو کائنات کا خالق ہے۔ ذرّہ ذرّہ پر جس کی نظر ہے۔ مراجل سو آگ کیا ہے؟ کیا خدا کا نور ہے؟ ہرگز نہیں خدا کا نور آگ سے زیادہ لطیف ہے اس کے دیکھنے کی طاقت انسان میں نہیں ہے۔ آگ گرمی کا شعلہ ہے۔ انسانی ضروریات کی ایک چیز ہے۔ دوست دشمن سب کے کام آتی ہے اس کی پرستش کرنا جہالت ہے ایرانی ستارہ پرست

Marfat.com

تھے۔ بزرگ زرتشت نے ستارہ پرستی کو آتش پرستی سے بدل دیا۔ بادشاہ وقت نے اس مذہب کو قبول کر لیا۔ تمام ایران میں آتش پرستی رائج ہو گئی۔

مراجل حیرت سے حور دش آسیہ کی گفتگو سُن رہی تھی۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا تجھے یہ باتیں کس نے بتائیں؟

آسیہ نے کہا لیلےٰ نے۔ اُس مست شباب نے مجھ پر احسان کیا ہے میری آنکھوں سے ضلالت کا پردہ اٹھا کر ایمان کی روشنی کا نقاب ڈال دیا۔ خدا کو کس نے دیکھا ہے مراجل!

مراجل نے کہا آسیہ تیری گفتگو نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ہے۔ لیلےٰ ضرور ساحرہ ہے۔ خوبصورت ساحرہ اُس نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔ بزرگ خسرو کہتے تھے کہ لیلےٰ ساحرہ ہے۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا لیلےٰ کا حسن سحر خیز ہے جو اُس رشک قمر کو دیکھ لیتا ہے اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ مگر یہ حور ساحرہ نہیں ہے۔ خدا کی پرستش کی تلقین جادو نہیں کہلاتی۔

مراجل کچھ کہنا چاہتی تھی کہ خسرو آ گیا۔ اس وقت وہ اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہوئے نہیں تھا۔ وہ آ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ اُس نے کہا بیٹی لیلےٰ تم نے ملکۂ عالم سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرو گی؟

لیلےٰ نے کہا۔ بزرگ محسن ضرور پورا کروں گی۔ ایک مسلمان جو وعدہ کر لیتا ہے زندگی کے آخری سانس تک اُسے پورا کرتا ہے۔

خسرو۔ میں نے بھی تعریف مسلمانوں کی سُنی ہے۔ سچائی۔ ایفائے وعدہ ایمان کا جزو ہے۔ مسلمانوں میں یہ دونوں موجود ہیں۔ تمام ایرانیوں کا یہ خیال ہے کہ مدائن پر مسلمانوں کا ضرور قبضہ ہو جائے گا۔ اس وقت اے رشک قمر دوشیزہ تو ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے ایرانیوں کو بچا سکے گی!!

لیلےٰ۔ میں بچاؤں گی۔ اپنی زندگی میں کسی ایرانی پر آنچ نہ آنے دوں گی!!

خسرو۔ تجھ سے تو یہی توقع ہے آج دن چھپنے کے بعد تجھے مدائن سے رخصت کر دیں گے۔

Marfat.com

مراجل نے کہا لیلےٰ کے ہمراہ آسیہ بھی جانے کو تیار ہے خسرو نے حیرت سے آسیہ کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا آسیہ تو بھی ہماری ہے؟

آسیہ نے جواب دیا۔ مجھے لیلےٰ سے محبت ہے میں اُسے کیسے چھوڑ سکتی ہوں۔

خسرو۔ کیا تو اپنے تمام عزیزوں کو چھوڑ جائے گی۔

آسیہ نے افسردگی سے کہا۔ عزیزوں کو ۔۔۔ ۔۔۔ میرا ایک بھائی ہے وہی میرا عزیز ہے۔ لیکن اب میرا دشمن ہے اُس نے ہی مجھے گرفتار کرایا۔ اُس نے ہی مجھے آہنی زنجیروں سے مار مار کر زخمی کیا۔ اگر لیلےٰ کو رحم آیا اور اُس نے مدد کرنی چاہی تو اُسے بھی جھٹکا دیا اور علیحدہ کر دیا۔ ایسے بھائی کو کیا کروں۔

خسرو۔ میں نے سُنا ہے کہ تو مُسلمان ہو گئی ہے۔

آسیہ۔ ہاں میں مسلمان ہو گئی ہُوں اب مسلمانوں ہی میں رہنا چاہتی ہوں ــــ

خسرو۔ تجھے اختیار ہے۔ جہاں تیرا دل چاہے رہ لیلےٰ۔ تیرے کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔ میں تیرے لیے کپڑے لاتا ہوں۔ اتنے میں تو غسل کر لے۔

مراجل نے کہا آپ کپڑے کہاں سے لا دیں گے۔ میرے کئی کپڑوں کے جوڑے موجود ہیں۔ میں ایک جوڑا لائے دیتی ہوں۔ یہ کہتے ہی مراجل چلی خسرو نے اسے روک کر کہا۔ آسیہ کے کپڑے بھی بالکل پھٹ گئے ہیں۔ ایک جوڑا اس کے لیے بھی لیتی آنا۔ بہت اچھا کہہ کر مراجل چلی گئی۔ کچھ عرصے کے بعد خسرو بھی چلا گیا۔ اب آسیہ نے کہا۔ لیلےٰ آؤ غسل کر آئیں۔

لیلےٰ نے کہا پہلے کپڑے آلینے دو۔ غسل کر کے میلے کپڑے نہ پہننا چاہیئے آسیہ نے مسکرا کر کہا لیلےٰ اگرچہ تم میلے کپڑے پہنے ہو۔ عرصے سے غسل بھی نہیں کیا ہے۔ زلف مشکوں میں شانہ بھی نہیں کیا گیا ہے غم و فکر نے گھُلا رکھا ہے۔ ان وجوہات سے تمہارا حسن پھیکا پڑ جانا چاہیئے تھا۔ مگر تعجب ہے حسن کی

Marfat.com

بہار میں کوئی کمی نہیں واقع ہوئی ہے۔ چہرہ کی آب و تاب شادابی۔ رعنائی بدستور باقی ہے۔ دراصل حسن تم پر خود فریفتہ ہے۔

لیلےٰ مسکرائی ادائے حوران بہشتی کی شان سے مسکرائی۔ اُس نے مسکرا کر کہا اور آسیہ تم! تمہارے کپڑے پھٹ گئے پھٹے ہوئے سوراخوں سے تمہارا بدن اس طرح جھلملا رہا ہے۔ جس طرح چاند بادلوں کے ٹکڑوں میں جھلملایا کرتا ہے۔ تمہارا حسن عالم سوز ہے آسیہ!!

آسیہ نے کھل کر مسکراتے ہوئے۔ شکر ہے میرے حسن کی بھی ایک ثنا خوان پیدا ہوئی۔ اب تک میں خود کو ایک معمولی لڑکی سمجھتی تھی — مگر آج سے

لیلےٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اپنے آپ کو حسینوں میں شمار کرنا۔ تم بہترین حسینہ ہو آسیہ۔ ایک آواز آئی۔ آسیہ تم سے کم خوبرو ہے۔ وہ ستارۂ حسن ہے اور تو مہتاب حسن۔ دونوں نے دروازہ کی طرف دیکھا۔ مراجل کپڑے لیے مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔ ان دونوں کے قریب آ کر اس نے کپڑے دیئے دونوں جوڑے ریشمین تھے۔ دوپٹوں کے پلوؤں پر موتیوں کی جھالریں لٹک رہی تھیں۔ لیلےٰ اور آسیہ کپڑے لے کر غسل کرنے چلی گئیں۔ مراجل وہیں بیٹھ گئی تھوڑی دیر میں دونوں غسل کر کے کپڑے بدل کر آ گئیں۔ ریشمین کپڑوں نے دونوں کے حسن کو نکھا دیا۔ موتیوں کی سفید جھالروں نے ان کے خوبصورت چہروں کو اس قدر جگمگا دیا تھا کہ ان کو نظر بھر کر دیکھا دشوار ہو گیا۔ خصوصاً لیلےٰ کا چہرہ ایسا معلوم ہونے لگا۔ جیسے اس کے پیارے چہرہ میں بجلی بھر دی گئی ہو۔ رخسارے اور گال گلاب کے پھولوں سے بڑھ کر شاداب اور گلابی ہو گئے۔ موہنی آنکھوں سے سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ مراجل نے حیرت سے لیلےٰ کو دیکھا۔ وہ اُٹھ کر بلیساختہ اس سے لغلگیر ہو گئی۔ اس نے خوردش لیلےٰ کے دونوں رخسار چوم لیے لیلےٰ شرما گئی۔ مراجل نے کہا۔ اے آفتاب حسن۔ یزدان کی تیرا حسن ساری دنیا کو مسخر کر سکتا ہے۔ عورت۔ مرد بچے اور بوڑھے

Marfat.com

سب تیرے گرویدہ ہو سکتے ہیں۔یزدگرد بے قصور ہے۔ وہ نوجوان ہے۔ اس کے پہلو میں ارمان بھرا دل ہے تجھے دیکھ کر وہ کیسے صبر کر سکتا تھا۔

لیلےٰ خاموش تھی۔شرما رہی تھی۔چپکے چپکے مسکرا رہی تھی۔مراجل نے کہا لیلےٰ بالوں کو سکھا لو۔یہاں مشاطہ نہیں ہے۔آج تمہارے بالوں میں میں شانہ کروں گی۔رشک قمر لیلےٰ نے دوپٹہ اتار کر مسہری پر رکھ دیا اور اپنے سر کے گھنگھریالے سنہری مائل بال دوش پر بکھیر دیئے۔سیاہ بالوں میں اس کا روشن چہرہ ایسا معلوم ہونے لگا۔جیسے سیاہ بادلوں میں چاند معلوم ہُوا کرتا ہے۔

آسیہ نے بھی دوپٹہ اتار کر رکھ دیا۔اُس نے بھی بال کھول کر بکھیر دیئے اُس کے بال بھی ملائم۔سیاہ اور چمکدار تھے۔اس کا چہرہ بھی چمکنے لگا۔ چونکہ کمرہ میں آفتاب کی شعاعیں آ رہی تھیں۔اس لیے بال جلدی خشک ہو گئے

مراجل دوڑ کر خوشبودار تیل اور کنگھی لے آئی۔اس نے پہلے لیلےٰ کے سر میں شانہ کر کے عربی عورتوں کی طرح چوٹی گوندھی اور پھر آسیہ کے سر میں تیل لگا شانہ کر کے ایرانی وضع پر بال بنا دیئے۔کنگھی چوٹی سے فراغت کر کے دونوں نے ہاتھ منہ دھوئے اور دوپٹے اوڑھ اوڑھ کر بیٹھ گئیں۔دونوں خوبصورت تھیں۔اچھے کپڑے پہن لیے تھے۔حسن کی ملکہ معلوم ہونے لگیں۔اب دوپہر ہو گیا تھا۔تینوں نے اسی کمرے میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور قیلولہ کرنے کے لیے ایک ہی مسہری پر لیٹ گئیں۔تینوں خوبصورت تھیں۔کمال خوبصورت تھیں۔ ایسی معلوم ہونے لگیں۔جیسے تین چاند برابر برابر ایک ہی جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ آفتاب ڈھلنے پر لیلےٰ اور آسیہ اُٹھیں۔وضو کیا۔اور نماز پڑھنے لگیں۔مراجل حیرت سے انہیں نماز پڑھتے دیکھنے لگی۔نماز سے فراغت کر کے وہ پھر مسہری پر آ بیٹھیں۔مراجل گویا لیلےٰ پر فریفتہ ہو گئی تھی۔وہ اُسے چھیڑتی۔اُس کے گدگدیاں کرتی۔اسے اپنی آغوش میں کھینچ کر بھینچتی۔کبھی باتیں کرنے لگتی۔اس طرح چھیڑ چھاڑ اور باتیں کرتے عصر کا وقت ہُوا۔آسیہ اور لیلےٰ نے عصر کی نماز پڑھی۔عصر کے بعد مغرب کا وقت ہوا۔دن چھپ گیا۔دونوں نے مغرب

Marfat.com

کی نماز پڑھ کر مراجل کو ساتھ لیا۔ اور باہر صحن میں نکل آئیں۔ اب رات ہوگئی تھی۔
چاندنی رات تھی۔ چاند نکل آیا چاندنی تمام صحن میں پھیل رہی تھی۔
مراجل نے پہلے چاند کو اور پھر لیلے کو دیکھا۔ اُس نے کہا لیلے آسمان کے چاند سے زمین کا چاند کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ دیکھو آسمان کا چاند زمین کے چاند کو تک رہا ہے۔ لیلے نے مسکرا کر کہا۔ زمین پر چاند کہاں ہے۔
مراجل۔ مراجل نے لیلے کو سینہ سے لگا کر کہا زمین کا چاند تُو ہے لیلے۔
ٹھیک اسی وقت خسرو آگیا۔ مراجل لیلے سے الگ ہوگئی۔ خسرو نے قریب آکر کہا لیلے تیار ہو جاؤ۔ میں نے تمہاری روانگی کا سب انتظام کر لیا ہے۔ لیلے نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ مجھے تیاری ہی کیا کرنی ہے۔
خسرو۔ اچھا تم کھانا کھا لو۔
تینوں ماہ طلعت لڑکیاں خسرو کے ساتھ پھر کمرہ میں واپس آگئیں۔ اس وقت کمرہ میں روشنی کر دی گئی تھی۔ چاروں نے بیٹھ کر کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر لیلے اور آسیہ نے عشا کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر تیار ہو گئیں۔ خسرو نے کہا۔ اب چلو دیر کرنا اچھا نہیں۔
تینوں لڑکیاں اُٹھیں مراجل۔ آسیہ اور لیلے سے بغلگیر ہو کر ملی وہ انہیں رخصت کرتے وقت آبدیدہ ہوگئی۔ لیلے نے اُسے آزردہ خاطر دیکھ کر کہا۔ مراجل ہم انشا اللہ پھر جلد ہی ملیں گے۔ آزردہ کیوں ہوتی ہو۔
مراجل نے کہا۔ لیلے مجھے بھول نہ جانا۔ تمہاری یاد مجھے بے چین کرتی رہے گی۔ اب لیلے خود مراجل سے لپٹ گئی۔ اُس نے کہا۔ میں تم کو ہرگز نہ بھولوں گی۔ تمہاری یاد اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں۔ امانت میرے دل میں رہے گی۔ مراجل نے دونوں کو رخصت کرتے وقت اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ خسرو دونوں سیم تن لڑکیوں کو ہمراہ لے کر قصر سے باہر آیا۔ یہاں پچاس سوار تیار کھڑے تھے۔ دو کوتل گھوڑے بھی تھے۔ خسرو نے دونوں لڑکیوں کو گھوڑوں پر سوار کرا کر ایک

Marfat.com

سوار کو ایک کاغذ کا پرزہ دیتے ہوئے کہا۔ لو یہ مدائن سے باہر نکلنے کا اجازت نامہ ہے ان دونوں کی حفاظت اپنی زندگی کے آخری دم تک کرنا۔ انہیں اسلامی لشکر میں پہنچا۔ دنیا اور پھر واپس چلے آؤ۔

سوار نے کاغذ لیتے ہوتے کہا۔ اس حکم کی پوری پوری تعمیل ہوگی۔ اب یہ سب آہستہ آہستہ روانہ ہوئے لہ گلیوں اور کوچوں کو طے کر کے کھلی ہوئی سڑک پر آئے۔ ساری سڑک پر سفید سفید چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ سڑک پر آکر یہ لوگ تیزی سے چلنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ چل کر شہر پناہ کے پھاٹک پر پہنچے۔ پھاٹک پر پہرہ تھا۔ سوار نے پروانۂ راہداری پیش کیا۔ پہرہ والوں نے غور سے پروانہ کو دیکھ کر ان کو باہر جانے کی اجازت دی۔ یہ لوگ پھاٹک سے نکل کر سیدھے اس سڑک پر ہو لیے جو بھیرہ شیر کو گئی تھی۔ چاندنی رات میں ہوائے لطیف اور جنگل کا منظر اچھا ہو رہا تھا۔

ابھی یہ لوگ مدائن سے دو تین ہی فرلانگ گئے تھے کہ بھیرہ شیر کی جانب سے چند سوار آتے نظر آئے۔ قریب آنے پر انہوں نے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ مہران چند ہمراہیوں کے ساتھ آرہا ہے۔

مہران ان لوگوں کے قریب آکر رُکا۔ اُس نے ان لوگوں کو دیکھا۔ اس کی نظر آسیہ اور لیلےٰ پر پڑی۔ اُس نے ان کو پہچان لیا۔ اُسے کمال حیرت ہوئی۔ اُس نے حیرت بھرے لہجہ میں کہا کون آسیہ اور لیلےٰ ؟

آسیہ نے کہا ہاں مہران ہم ہیں ہمیں انقلاب پسندوں نے شاہی قید خانہ سے نکال لیا ہے۔ یزدگرد سے کہدینا کہ اُس کی تباہی میں اب کوئی شبہ نہیں رہا ہے۔ چونکہ مہران کے ہمراہی کم تھے۔ اس لیے اُسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ چپ چاپ مدائن کی طرف چل پڑا۔ یہ لوگ نہایت اطمینان سے آہستہ آہستہ بھیرہ شیر کی طرف چلتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ دریائے دجلہ کے پل پر پہنچکر نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اس طرح عرصۂ دراز کے بعد لیلےٰ کو مصائب و آلام سے چھٹکارا ملا۔ اُس نے آزادی کی فضا میں سانس لیا۔

Marfat.com

باب ۹

راز و نیاز

تمام اسلامی لشکر کوثی میں جمع ہو گیا۔ چونکہ یہ تاریخی مقام تھا۔ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ بت پرستی۔ ستارہ پرستی چاند پرستی۔ آفتاب پرستی کے خلاف جہاد شروع کیا۔ تو کفار میں غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہوئے ان کی قوم۔ ان کے اہل وطن حتیٰ کہ بادشاہ تک ان کے دشمن ہو گئے۔ ان کو طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ لالچ دیا۔ حق پرستی کی ترغیب دی لیکن اس حق و صداقت کے شیدائی نے ایک نہ مانی۔ برابر سختیاں جھیلتا اور بت پرستی کے خلاف تقریریں کرتا رہا۔ اس کا باپ آذر بت تراش تھا۔ وہ پتھر کے بت بناتا۔ اس کے تراشے ہوئے بتوں کی لوگ پرستش کرتے۔ حضرت ابراہیم نے انہیں سمجھایا۔ بت تراشی سے منع کیا۔ باپ نے بیٹے کی بات نہ مانی۔ رفتہ رفتہ لوگوں پر حضرت ابراہیم کے وعظ کا اثر ہوا۔ وہ بت چھوڑ چھوڑ کر مسلمان ہونے لگے۔

اس زمانہ میں نمرود بادشاہ تھا۔ نمرود کو یہ بات ناگوار گذری۔ اس نے حضرت ابراہیم کو کوثی میں قید کر دیا۔ جس جگہ حضرت ابراہیم قید رہے تھے۔ وہ اس وقت تک بدستور باقی تھی۔ تمام مسلمان اس جگہ کی زیارت کو گئے۔ خود حضرت سعدؓ نے بھی اس مقام کی زیارت کی۔ آج ابن مسعود نے اماکن مقدسہ کے متبرک مزارات کو اس لیے منہدم کرا دیا ہے کہ لوگ قبر پرستی کرتے تھے۔ ان کا یہ فعل کیسے

Marfat.com

مستحسن قرار دیا جا سکتا ہے جب کہ مسلمانوں کے بزرگوں نے ان کی مقامات کی زیارت کی ہے۔ جو کسی پیغمبر یا اولیاء کیوجہ سے مشہور تھے۔ اگر قبہ پرستی کا اندیشہ تھا۔ افسوس ابن سعود نے بہت سے تاریخی مقامات کو تباہ کرا دیا۔ کاش وہ اتنی عجلت کی بجائے مآل اندیشی سے کام لیتا۔

کئی دن تک اسلامی لشکر کوثی میں مقیم رہا۔ مجاہدین مناظر قدرت کی سیر کرتے رہے۔ مینو سواد گلزار۔ دلفریب آبشار سبزہ زار بہار رہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ عراق کی بہشت تھی۔ مسلمانوں نے اس جگہ کو بے حد پسند کی۔ عاصم اس جگہ کو سب سے زیادہ پسند کرتا تھا۔ وہ اس لیے کہ اس جگہ سے اس کی زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوا تھا۔ وہ ایک سیم تن دوشیزہ پر عاشق ہوا یہیں سے اسیر کر کے لیجایا گیا۔ یہ جگہ اس لیے محبوب ترین تھی۔

خوردش پروین کو بھی یہ جگہ بہت زیادہ محبوب تھی۔ اسی جگہ اُس نے عاصم کو دیکھا تھا۔ اس عاصم کو جس پر پری رخساروں کی طبیعتیں مائل ہو جاتی تھیں۔ اسی جگہ وہ عاصم کے خدنگ نظر سے زخمی ہوئی تھی۔ اسی جگہ اس نے اپنا دل عاصم کو نذر کر کے سودا ئے محبّت خریدا تھا۔ دراصل یہ جگہ عاصم و پروین کی محبّت کی یادگار تھی۔ ایک دن ایران کی حسینہ۔ خوردش دوشیزہ قمر طلعت پروین خیزران سے چھپ کر تنہا اسی مقام پر آئی جہاں پہلی مرتبہ وہ اور عاصم ملے تھے ڈھلوان میدان میں۔ سرد کے درختوں کو پیچھے چھوڑتی۔ نشیب کی طرف چلی۔ اس وقت چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ آفتاب مغرب کی طرف ڈھل گیا تھا۔ دھوپ کی سفید رنگت سنہری مائل ہو گئی تھی۔ چونکہ اس ڈھلوان میدان کے کناروں پر کثرت سے درخت کھڑے تھے۔ اس لیے دھوپ سمٹ کر شرقی کنارہ پر پہنچ گئی تھی۔ یہ تمام میدان سبزہ زار تھا۔ سایہ میں گہرا سبز رنگ نہایت ہی دلفریب معلوم ہو رہا تھا۔

حسن اور خوبصورتی کی تصویر ماہ پیکر پروین خراماں خراماں اس مسطح ٹیلے کی

از الفاروق۔ و فتوح العجم و تاریخ اسلام۔

Marfat.com

طرف بڑھ رہی تھی۔ جو میدان کے وسط میں واقع تھا۔ چلتے چلتے خدا جانے کیا خیال آیا۔ کہ وہ گھوم کر اس طرف چلی۔ جس طرف پھولوں کا کنج تھا۔ مسطح ٹیلے سے آگے بڑھ کر وہ چمن زار میں داخل ہوئی۔ یہ چمن نہایت خوش سواد تھا۔ چھوٹے چھوٹے پودے رنگ برنگ کے پھولوں سے لدے تھے۔ روح پرور خوشبو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اپنے دامنوں میں لیے چل رہے تھے۔ یہ جگہ خوشبو سے مہک رہی تھی۔ حور ادا پروین پھولوں کے تختہ میں گھس گئی ایک نامعلوم جذبہ۔ ایک سرشارانہ کشش اسے اس طرف کھینچے لیے چلی جا رہی تھی۔ ابھی وہ چند ہی قدم چلی تھی کہ اُس نے قریب ہی سامنے عاصم کو سبز سبز گھاس پر بیٹھے دیکھا۔ وہ اُسے دیکھ کر ٹھٹھک گئی۔ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔ عاصم خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ کسی خیال میں مستغرق تھا۔ اس نے نہ پروین کو دیکھا نہ اُس کے آنے کی چاپ محسوس کی پروین کچھ دیر کھڑی رہ کر دلربایانہ شان سے بڑھی۔ عاصم کی طرف دیکھتی ہوئی نہیں بلکہ خوشرنگ پھولوں کو دیکھتی ہوئی۔ جس سے اُسے دیکھنے والا یہ خیال نہ کرے کہ وہ عاصم کو دیکھ کر بڑھی ہے بلکہ یہی سمجھے کہ پھولوں کو دیکھتی ہوئی بڑھ رہی ہے۔ جب وہ قریب پہنچ گئی تو عاصم نے اس کے نازک قدموں کی چاپ سُنی۔ اُس نے خیالات کی گہرائیوں سے نکل کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس حسن مجسم۔ اس پیکر نور۔ رعنائی اور دلربائی کی بے نظیر تصویر کو دیکھ کر پہلے حیران ہوا۔ پھر جلدی سے اُٹھا۔ گویا وہ حسن کی ملکہ کے استقبال کے لیے اُٹھا ہے۔ مگر ایران کی حسینہ دوسری طرف متوجہ تھی پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔

عاصم کو رشک ہوا کہ وہ کوئی پھول کیوں نہ ہوا تاکہ پروین اور پھولوں کی طرح اُسے بھی دیکھتی۔ پروین کی نظر پھولوں سے گذرتی ہوئی عاصم پر پڑی جس طرح اتفاقیہ اور اچانک خلاف اُمید کسی چیز کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اسی طرح کافرادا پروین کو حیرت ہوئی۔

حالانکہ یہ اس کی حیرت مصنوعی تھی۔ وہ پہلے ہی عاصم کو دیکھ چکی تھی۔ عاصم نے اس بُت طناز کے قریب آکر کہا۔ آج یہ چاند کدھر سے نکلا۔۔ ۔۔۔ تم

Marfat.com

کیسے یہاں آگئیں۔ کہیں میرا جذبِ دل تو نہیں کھینچ لایا۔

پروین مسکرائی چٹکنے والی کلی کی طرح مسکرائی۔ اعجاز مسیحائی کے ساتھ مسکرائی۔ فردوسی حور کی طرح نغمۂ داؤدی کے لہجہ میں بولی میں تو ادھر اتفاقیہ چلی آئی۔ مگر تم کیسے آ گئے کیا ہر روز آیا کرتے ہو یہاں؟

عاصم نے محبّت بھری نظروں سے اس حورِ جمال کو دیکھ کر بے ساختگی سے کہا۔ ہر روز ہی آتا ہوں۔ مجھے اس جگہ سے محبّت ہے۔

پروین کے پیارے چہرہ سے رشک کی ناگوار علامات نمودار ہوئیں اُس نے کہا۔ ہر روز ہی آتے ہو ... ... کسے دیکھنے کے لیے؟

عاصم نے محبّت کی رَو میں تم کو دیکھنے کے لیے۔

پروین نے کچھ تعجّب کچھ بے اعتباری کی نظروں سے عاصم کو دیکھ کر کہا مجھے؟ ... ... کاش یہ صحیح ہوتا!

عاصم نے سکے گلابی رخساروں پر نظریں جما کر کہا۔ کیا تم کو اس میں شبہ ہے پروین؟

پروین نے اندھا معشوقانہ سے بگڑ کر کہا شبہ کرنے کا مجھے حق ہی کیا ہے۔

عاصم نے اس بُت خوش جمال کا دستِ نازک اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ یقین کرو پروین میں تم کو دیکھنے کے لیے ہر روز یہاں آتا ہوں۔ اس جگہ کا میرے دل میں احترام ہے۔ میری محبّت کا افسانہ اسی جگہ سے شروع ہوا ہے — یہ جگہ مجھے بہت زیادہ محبوب ہے۔

عاصم رُکا۔ پروین کی بڑی بڑی سرمگیں آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پروین تم میری نہیں ہو سکتیں۔ تم نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ جب تک میں تمہارا مذہب اختیار نہ کروں۔ تمہیں نہیں پا سکتا۔ میں نے سوچا ہے اور گھنٹوں بیٹھ کر سوچا ہے۔ سوچنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ میں کسی طرح بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا ... ...

آہ تم میری نہیں ہو سکتیں میں جب تک زندہ رہوں گا۔ سوزِ فرقت

Marfat.com

میں جلتا رہوں گا۔۔ ۔۔ ۔۔ میں نے بہت چاہا کہ تمہاری محبت کو اپنے دل سے نکال دوں۔ بہت کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

کاش میں تم کو نہ دیکھتا۔ مجھے موت بھی تو نہیں آجاتی۔ پروین میں میدان کار زار میں اس لیے نڈر ہو کر لڑا کہ شہید ہو جاؤں مگر جو موت کی خواہش کرتے ہیں موت ان سے بھاگتی ہے اور دوں کو موت آئی اور شہید ہوئے۔ مگر مجھے موت نہ آئی۔ میں شہید نہ ہوا۔ تم ہی دعا کرو۔ پروین کہ خدا مجھے موت دے۔

یہ کہتے ہی کہتے عاصم کچھ ایسا بے قرار ہوا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ وہ حسرت و افسوس بھری نظروں سے پروین کو دیکھنے لگا۔

پروین پر اس کی حسرت آمیز گفتگو اور یاس بھری نظروں کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے کپکپاتی ہوئی آواز سے کہا۔ عاصم تمہاری اس گفتگو نے میرے دل کے ٹکڑے کر دیئے۔ جس طرح تم زندگی سے تنگ ہو۔ اسی میں بھی ہوں تمہاری ضد نے دو جانوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ کیوں نہیں اپنی ضد چھوڑ دیتے اور کیوں زرتشتی نہیں بن جاتے۔

عاصم نے کہا۔ ایک مسلمان اور سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ہے۔ ہر چیز کا خالق ہے۔ ہر امر پر قادر ہے وہی پرستش کے لائق ہے۔ آگ۔ پانی۔ ہوا۔ سورج۔ چاند۔ ستارے سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی پوجنے کے لائق نہیں اس عقیدہ کو چھوڑ کر کوئی مسلمان کیسے کسی اور چیز کی پرستش کر سکتا ہے۔

پروین۔ لیکن مقدس آتش بھی تو پرتو جمال الہی ہے۔ اس کے پوجنے میں کیا ہرج ہے۔

عاصم۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں خدا کا نور مستور ہے وہ دنیائے جہاں کے چپہ چپہ پر موجود ہے۔ چونکہ ہر چیز میں پرتو جمال الہی ہے۔ اس لیے تمہارے عقیدہ کے مطابق ہر چیز قابل پرستش ہونی چاہیئے لیکن یہ عقیدہ درست نہیں ہے!!

پروین مسکرائی۔ اس نے کہا۔ تم اپنا عقیدہ نہ بدلو۔ تم اپنا مذہب نہ چھوڑو

Marfat.com

تمہارے لیے ہیں اپنا مذہب چھوڑ دوں گی۔

عاصم نے کمال حیرت سے اس رشک نظر کو دیکھا۔ پروین مسکرا رہی تھی۔ اُس نے کہا۔ تم حیران کیوں ہوئے ہو۔ کیا میں تمہارا مذہب اختیار نہیں کر سکتی۔ اب عاصم کی حیرت قدرے کم ہوئی۔ اس نے کہا۔ اسلام ایسا مذہب ہے جس کو ہر شخص ہر وقت اختیار کر سکتا ہے۔ تم کیسے مسلمان ہو سکتی ہو۔ جوشنا کیسے تم کو مسلمان ہونے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ پروین نے کہا۔ میں نے اپنے والد کو بھی مسلمان ہو جانے پر آمادہ کر لیا ہے۔ اب عاصم کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اُسے سخت تعجب تھا۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے پروین کو دیکھ کر استعجاب بھرے لہجہ میں کہا۔ کیا جوشناہ بھی مسلمان ہونے پر آمادہ ہیں۔

پروین نے سنجیدگی کے لہجہ میں مسکین صورت بنا کر کہا۔ ہاں! وہ آمادہ ہو گئے ہیں۔ ان کے ساتھ تمام شاہی رسالہ بھی مسلمان ہونے پر تیار ہے۔ سیم تن پروین کے ہر فقرہ پر عاصم کی حیرت۔ حیرت کے ساتھ ہی مسرت بڑھتی جاتی تھی۔ اُس نے مسرّت سے مغلوب ہو کر خوشی کے لہجہ میں کہا۔ اوہ پروین یہ کس قدر رُوح پرور خوشی خبری ہے لیکن کیسے تم تمہارے والد۔ شاہی رسالہ کے سوار مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے؟

پروین۔ کچھ تو مسلمانوں کی ہم نشینی نے آمادہ کیا۔ کچھ اسلام کی جاذبیت نے اپنی طرف کھینچا۔ ہر شخص اس بات کا قائل ہو گیا ہے کہ اسلام کے اصول بہترین اور سادہ ہیں۔ نہایت سادگی سے ذرائع توحید کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کی راست بازی۔ باہمی اخوت۔ مذہب کی پختگی نے انہیں اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔

عاصم۔ یہ لوگ کب مسلمان ہو جائیں گے۔

پروین۔ آج ہی غالباً اس وقت سب کے سب سپہ سالار اعظم کی خدمت میں پہنچ گئے ہوں گے۔

عاصم۔ آؤ ہم بھی چلیں۔ پروین کیسی دِل شکن خبر ہے؟

پروین۔ عاصم! ٹھہرو۔ ایک اقرار کرو!

Marfat.com

عاصم نے حیرت سے پروین کو دیکھ کر دریافت کیا کیا؟
پروین نے اپنی جادو نگار نظروں سے عاصم کو دیکھ کر کہا تم میرے ہو میرے ہی رہو گے۔ کبھی کسی دوسری لڑکی سے محبت نہ کرو گے!

عاصم کے ہاتھوں میں اب تک نازآفرین پروین کا دست ناز تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ اس کا ہاتھ اٹھا کر اپنے سینہ پر دل کے پاس رکھ کر کہا۔ پروین یہ دل تیرا ہے۔ نہیں میرا تھا۔ اب تیرا ہو گیا ہے۔ میں بھی تیرا ہوں۔ اقرار کرتا ہوں۔ دل سے اقرار کرتا ہوں۔ تیرا ہی رہوں گا۔ بخدا اگر جنت الفردوس کی حور بھی آ جائے تو کبھی نگاہ بھر کر نہ دیکھوں۔ اے بت ہوشربا میں تجھے دیکھ کر دنیا و جہان کی حسینوں سے بے گانہ ہو گیا ہوں۔

؎ حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا
سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

ایک سریلی آواز آئی اللہ اللہ اس قدر فریفتگی۔ خوب اقرار کرایا پروین۔

؎ زبانی اب اقرار سارے ہوئے
تم ان کی ہوئیں یہ تمہارے ہوئے

پروین اور عاصم نے حیرت سے اس طرف دیکھا جس طرف سے آواز آئی تھی۔ خیزران مسکراتے ہوئے اس طرف بڑھی چلی آ رہی تھی۔ پروین شرم سے پسینہ پسینہ ہو گئی۔ اس کا چہرہ عرق آگیں ہو کر اور نکھر آیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ حسین اور دلربا معلوم ہونے لگی۔

خیزران پروین کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے کہا اقرار کر لیا۔ اب تو یقین آ گیا۔ ہائیں تم تو شرما رہی ہو۔ پروین سر اٹھاؤ۔ آنکھیں ملاؤ۔ شرم کی گڑیا نہ بنو۔ جب تم ننھی منھی گڑیا تھیں۔ وہ زمانہ تو گذر چکا۔ پروین نے شرمیلی نظروں سے شوخ و شریر خیزران کو دیکھ کر شرم و حیا کی شان سے مسکراتے ہوئے کہا۔ تم خلاف توقع اس وقت کیسے آ گئیں۔ خیزران!!

خیزران نے شوخی آمیز نظروں سے پروین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے تم کو تلاش کیا۔ ہر جگہ دیکھا کہیں نہ ملیں۔ ڈھونڈتی ڈھونڈتی اس طرف آ نکلی

Marfat.com

پروین۔ کوئی کام ہی ہوگا۔ جو تم ڈھونڈتی پھر رہی ہو!!

خیزران۔ کام تو کچھ نہ تھا۔ تم کو دیکھے دیر ہوگئی تھی۔ دل بے قرار تھا۔ صرف ایک نظر دیکھنے کے لیے ڈھونڈ رہی تھی۔ مگر تم تو غیر کی ہو چکیں پروین عاصم نے تم کو موہ لیا ہے۔ اب تم میری کیوں پرواہ کرنے لگیں۔ کیوں پروین درست ہے نہ؟

پروین حیا آلود نظروں سے خیزران کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس نے کہا اس قدر از خود رفتہ نہ ہو میں جعفر نہیں ہوں!!

کسی نے کہا جعفر غریب کو کون پوچھتا ہے۔

یہ آواز جعفر کی تھی۔ وہ قدم بڑھائے چلا آرہا تھا۔ خیزران جعفر کو دیکھ کر شرما گئی۔ پروین کی چڑھ بنی۔ اُس نے دزدیدہ نظروں سے خیزران کو دیکھ کر کہا۔ تم بھولتے ہو جعفر۔ خیزران تو تم کو تلاش کرتی ہوئی اُدھر آئی ہیں۔

جعفر نے محبّت پاش نظروں سے خیزران کے چاند سے چہرہ پر نظریں جما کر کہا۔ مجھے؟ ... ... میری ایسی قسمت کہاں

پروین نے کہا ان سے پُوچھ ہی نہ لو تم

جعفر ایک قدم خیزران کی طرف بڑھا۔ اُس نے دریافت کیا کیا یہ سچ ہے۔؟

خیزران نے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ کبھی پروین نے سچ بولا ہی ہے!!

جعفر نے کسی قدر افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ یہی میں بھی کہتا تھا کہ میری ایسی قسمت کہاں؟

پروین نے کہا اب یہ سب کے سامنے اقرار کیسے کرلیں انہیں علیحدہ لے جاکر دریافت کیجئے۔

خیزران شرم سے دبی جا رہی تھی۔ جعفر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عبید آگیا اور نے کہا آپ سب یہاں ہیں۔ وہاں آپ کی ڈھونڈیا پڑ رہی ہے۔

عاصم نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے۔ ہم کو کون ڈھونڈ رہا ہے۔

عبید۔ سالار اعظم۔ جو شنماہ معہ شاہ... سالہ کے سواروں کے تمام مسلمان

Marfat.com

ہونا چاہتے ہیں ۔

عاصم ۔ جب تو چلو۔ خدا کا شکر ہے ۔ ان لوگوں نے خدا کو پہچانا ۔

اب یہ سب لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے ۔ اسلامی کیمپ قریب ہی تھا ۔ بہت جلد یہ سب کیمپ میں پہنچ گئے ۔ انہوں نے دیکھا کہ تمام مجاہدین ایک وسیع میدان میں سبز سبز گھاس پر صف در صف بیٹھے ہیں ۔

مغرب کی طرف حضرت سعد بھی سبزہ زار پر بیٹھے تھے ان کے قریب ہی جوشماہ ۔ ہرمزان اور شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار خاموش بیٹھے تھے یہ سب بھی حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے ۔ سعد نے عاصم کو دیکھ کر کہا ۔ تم کہاں چلے گئے تھے ۔ دیر سے تمہارا انتظار کیا جا رہا ہے ۔

عاصم نے جواب میں کہا ۔ میں چہل قدمی کرتا ڈھلوان میدان کی طرف چلا گیا تھا ۔

سعدؓ ۔ آؤ بیٹھو !

یہ سب سعدؓ کے قریب بیٹھ گئے ۔ حضرت سعدؓ نے جوشماہ سے کہا میں خوش ہوں کہ آپ مسلمان ہونا چاہتے ہیں ۔ میری خواہش تھی کہ آپ مسلمان ہو جائیں ، لیکن میں نے اپنی اس خواہش کو آپ پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ خدا سے دعا ضرور کرتا رہا ۔

جوشماہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا ۔ خدا نے آپ کی دعا قبول کر لی ۔ ہم سب مسلمان ہونے پر آمادہ ہو گئے ۔

سعد ۔ لیکن یہ بتایئے کہ کسی نے آپ پر مسلمان ہونے کے لیے زور نہیں دیا

جوشماہ ۔ نہیں !

سعد ۔ آپ کسی سے ڈر کر مسلمان نہیں ہو رہے !!

جوشماہ ۔ نہیں !!

سعدؓ ۔ کوئی لالچ تو آپ کو مسلمان ہونے کی ترغیب تو نہیں دے رہا ؟

جوشماہ ۔ نہیں لالچ ۔ ڈر ۔ ترغیب ان باتوں سے مذہب نہیں چھوٹا کرتا ۔ ہم نے مسلمانوں میں رہ کر اسلام کی حقانیت کو سمجھ لیا ہے ۔ اسلام کو اچھا مذہب سمجھ کر اختیار کیا ہے ۔

Marfat.com

سعدؓ۔ جزاک اللہ اچھا تم کلمہ پڑھو۔

سعدؓ نے کلمہ کی تلقین کی جوشنماہ نے کلمہ پڑھا۔ دم کے دم میں وہ مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد سعد نے ہزاروں مسلمانوں کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اُٹھے اور ایرانیوں کے پاس جا جا کر انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام ایرانی۔ خیزران۔ ہرمزان۔ پروین وغیرہ سب مسلمان ہو گئے۔

ان کے مسلمان ہونے سے تمام مسلمانوں کو کمال مسرّت ہُوئی۔ سب نے خوش ہو ہو کر اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ تمام میدان نعرہ کی آواز سے گونج گیا۔ شجر و حجر۔ کنکر و پتھر سب نے نعرہ کی تکرار کی۔

مسلمانوں کا خوش ہونا حق بجانب تھا۔ چار ہزار شاہی رسالہ کے سوار جوشنماہ جلولہ کا رئیس۔ اس کی حور جمال بیٹی پروین۔ مدائن کا با اثر شخص ہرمزان اس کی پریجمال ہمشیرہ خیزران سب مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت تمام لشکر میں مسرّت اور شادمانی کی بارش ہو رہی تھی۔ ہر آدمی مسرور تھا۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں مغرب کی اذان ہُوئی۔ اذان سُنتے ہی تمام مسلمان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے وضُو کیے اور نماز پڑھنے لگے۔

چار ہزار شاہی رسالہ کے سوار جوشنماہ اور اس کے ہمراہیوں کے مسلمان ہونے کیوجہ سے عام مسلمانوں کو بے حد مسرت تھی۔ ساری رات تمام لشکر میں ان کا ہی تذکرہ ہوتا رہا۔

اگرچہ جب سے مُسلمان حدود عراق میں داخل ہوئے تھے۔ بہت سے ایرانی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے تھے۔ مگر ایک دم چار ہزار تو کیا ایک ہزار بھی کبھی مسلمان نہ ہُوئے تھے اس قدر ایرانیوں کا ایک دم مسلمان ہونا عجوبہ روزگار بات تھی۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو دلی مسرّت تھی۔ وہ ان کی امارات

ؔ شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار تھے۔ سب کے سب مسلمان ہو گئے (الفاروق) و (تاریخ اسلام)

ہیں ان کے سامنے بچھے جاتے تھے۔

ایرانیوں پر مسلمانوں کی مدارات۔ اخوت اور مسرت کا خاص اثر ہو رہا تھا وہ محسوس کر رہے تھے کہ جو وقعت ان کی آج ہو گئی تھی۔ وہ آج سے پہلے نہ تھی۔ اس لیے وہ بھی مسلمانوں کی مسرت میں برابر کے حصہ دار ہو گئے تھے۔ رات نہایت مسرت اور چہل پہل میں بسر ہوئی۔ صبح نماز پڑھتے ہی سعدؓ نے لشکر کو بھیرہ شیر کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

زہرہ پانچ ہزار لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کے پیچھے تھوڑی دیر کے وقفہ سے خالد بن عرطفہ پانچ ہزار لشکر لے کر چلے۔ خالد کے بعد شرجیل چار ہزار لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان کے پیچھے سعد تمام لشکر کو لیکر چل پڑے۔ جوشنماہ زہرہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار جو مسلمان ہو گئے تھے حضرت سعدؓ کے ہمراہ تھے۔ ہرمزان۔ اس کی ہمشیرہ خیزران اور پری جمال پروین سب جوشنماہ کے ساتھ تھے۔

چونکہ ایرانی دارالسلطنت "مدائن" بہت قریب رہ گیا تھا۔ بھیرہ شیر جو مدائن کے پاس دریائے دجلہ کے اس کنارہ پر آباد تھا۔ ایرانی مفرورین کا پناہ گاہ ہوا تھا۔ چاروں طرف سے ایرانی دوڑ دوڑ کر بھیرہ شیر میں پہنچ رہے تھے۔ تمام راستے ایرانیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو قدم قدم پر خطرہ تھا۔

کبھی کبھی ایرانیوں اور مسلمانوں کا مقابلہ بھی ہو جاتا تھا۔ لیکن ابتک لڑائی کی نوبت نہ آئی تھی۔ ایرانی مسلمانوں کو دیکھتے ہی راستہ کاٹ کر بھاگ جاتے تھے۔ اسلامی بہادر نہایت ہوشیاری۔ استقلال اور عزم صمیم کے ساتھ کوچ کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی پیشقدمی کا غلغلہ تمام ایران میں پھیل گیا تھا۔ متواتر اسلامی فتوحات اور ایرانیوں کی پے درپے شکستوں نے ایرانیوں پر مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی تھی۔ ہر ایرانی خوف وہراس سے ترساں نظر آنے لگا تھا۔ خصوصاً وہ ایرانی جو مدائن اور کوثی کے درمیان آباد تھے۔ سخت پریشان اور خائف ہو گئے۔

رات کو مسلمانوں کا تمام لشکر ایک ہی جگہ مل کر قیام کرتا اور صبح ہوتے ہی حسب ترتیب متذکرہ روانہ ہو جاتا۔

Marfat.com

ایک روز جب کہ آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ سفید سفید دھوپ چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ سامنے بھیرہ شیر کی طرف۔ عین راستہ پر دُور غبار اڑتا نظر آیا۔ اسلامی جاسُوسوں کی زبانی زہرہ کو معلوم ہو چکا تھا کہ ایرانی نہایت زور شور سے تیاریاں کر رہے ہیں۔ اور صبح و شام میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔

زہرہ نے سمجھ لیا کہ ایرانی لشکر مسلمانوں کو روکنے یا اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے آرہا ہے۔ انہوں نے تمام مجاہدین کو ہوشیار اور مُستعد رہنے کی تاکید کر دی۔ مسلمان مستعد ہو گئے۔ ہتھیاروں کی دیکھ بھال کرنے لگے۔ تلواریں نکال نکال کر تولنے لگے۔ صاف اور صیقل شدہ تلواریں آفتاب کی شعاعوں میں بجلی کی طرح چمکنے لگیں۔

ادھر سے مجاہدین بڑھ رہے تھے۔ اُدھر سے غبار بڑھتا آرہا تھا۔ ہر قدم پر فاصلہ کم رہتا جاتا تھا۔ آخر ہوتے ہوتے غُبار بالکل قریب آگیا۔ غبار کا دامن چاک ہُوا۔

ایرانی سوار نہایت شان و دبدبہ کیساتھ آتے نظر آئے۔ یہ سوار دُو سو کے قریب تھے۔ سب ریشمین کپڑے پہنے ہوئے تھے اور چاندی کے بازو بند بازوؤں پر باندھے تھے۔ خود کے اُوپر چاندی کی کلغی لگاتے تھے۔ ان کے کپڑے زیورات ہتھیار، کلغیاں، سب ہی دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ ان سواروں کے درمیان میں ایک جوان العمر سوار تھا۔ نہایت بیش قیمت کپڑے مرصع زیورات پہنے تھا۔ سر پر سونے کا درخشاں تاج تھا۔ کاٹھی میں بجائے لوہے کے چاندی لگی ہُوئی تھی۔ چاندی کی رکابیں تھیں۔ چاندی کا لگام تھا۔

وہ کوئی تاجدار معلوم ہوتا تھا اسکے سر پر ایرانی علم لہرا رہا تھا۔

اُنہیں دیکھ کر مسلمانوں کو تعجب ہُوا کہ اس قدر تھوڑے آدمی کس لیے آتے ہیں۔ جب آنے والے ایرانی بالکل قریب آگئے تو دونوں لشکر رُک گئے۔ ایک فریق دُوسرے کو دیکھنے لگا تھوڑی ہی دیر میں ایک ایرانی بڑھ کر اسلامی لشکر کے سامنے آیا۔

Marfat.com

اس نے فارسی زبان میں بلند آواز سے کہا۔ عربو میں تمہارے سردار سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ہاشم بن عرقال سب سے اگلی صف میں تھے۔ نہایت بہادر اور جوشیلے مجاہد تھے۔ ذراسی بات خوب سمجھتے تھے۔ انھوں نے فارسی ہی زبان میں دریافت کیا۔ تم کہاں سے آئے ہو۔ ہمارے سردار سے کیا کہنا چاہتے ہو۔

ایرانی نے کہا ہم ساباط سے آئے ہیں۔ ایک خاص بات تمہارے سردار سے کہنا ہے۔

ساباط کوثی اور بھرہ شیر کے درمیان ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ اس ریاست کا حکمران آزاد اور خود مختار تھا۔

ہاشم نے کہا آؤ۔ میں تم کو سردار کے پاس لے چلوں۔

ایرانی نے چلئے کہا اور ہاشم کے ساتھ ہولیا۔ ہاشم صفوں کو چیرتا ہوا زہرہ کے سامنے پہنچا۔ ایرانی نے زہرہ کو سلام کیا زہرہ نے مترجم کے ذریعہ سے دریافت کیا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔

ایرانی نے جواب دیا۔ ساباط کا تاجدار مسلمانوں سے مصالحت کے لیے آیا ہے۔ وہ نہایت نیک۔ رحم دل اور خدا ترس انسان ہے۔ خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ کیا آپ مصالحت کا ہاتھ بڑھائیں گے؟

زہرہ نے جواب دیا۔ کیوں نہیں۔ ہم بھی خونریزی کو پسند نہیں کرتے جو صلح کرنے کے لیے ہماری طرف جھکتا ہے۔ ہم اس کی طرف جھکتے ہیں اور جو ہم سے لڑنا چاہتا ہے۔ ہم اس سے لڑتے ہیں۔ تم ساباط کے تاجدار سے کہدو کہ وہ بے خوف و خطر چلا آئے اور ہم سے مصالحت کرلے۔

ایرانی نے کہا ایسا تو نہ ہوگا کہ ہمارا بادشاہ مصالحت کرنے کے لیے آئے اور آپ اُسے گرفتار کرلیں۔

زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ ہرگز نہ ہوگا۔ ہم نے اسے اور اُس کے تمام ساتھیوں کو اس وقت تک امان دی۔ جب تک مصالحت نہ ہو جائے۔ یا تمہارا تاجدار ساباط میں واپس نہ پہنچ جائے۔

Marfat.com

ایرانی نے مشکورانہ نظروں سے زہرہ کو دیکھ کر کہا۔ تمہارا شکریہ مسلمان صادق القول ہوتے ہیں۔ تمام ایران میں تمہاری۔ اور تمہاری قوم کی سچائی اور ایمانداری کی دھوم ہے۔ تم جو وعدہ کرتے ہو اُسے نباہتے ہو۔ میں تاجدار کو لے کر حاضر ہوتا ہوں۔

زہرہ۔ تمہارے تاجدار کا کیا نام ہے۔

ایرانی۔ سرزاد۔ نہایت شریف اور بے حد خلیق ہے۔

زہرہ۔ تم سرزاد سے کہنا کہ اسلامی لشکر کے ہراول کے سردار زہرہ نے تم کو سلام کہا ہے اور پیام دیا ہے کہ تم ایک دوست کی طرح آؤ۔ جن شرائط پر کہو گے۔ مصالحت کر لی جائے گی۔

بہت خوب ایرانی نے کہا اور جھک کر سلام کر کے واپس چلا گیا!

زہرہ نے ہاشم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ ساباط کے تاجدار سے مصالحت ہو جانے پر بہرہ شیر کا راستہ صاف ہو جائے۔ اس وقت عساکر اسلامیہ کو رسد کی اشد ضرورت ہے۔ ممکن ہے۔ سرزاد رسد کا انتظام کر سکے۔

ہاشم نے کہا ضرور کر سکے گا۔ رسد کا انتظام کرنے میں تو اُسے یا اُس کی قوم کو ہی فائدہ ہو گا۔ ہم مناسب قیمت پر چیزیں خریدیں گے۔

زہرہ۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ہم جس قدر سامان خریدنا چاہتے ہیں وہ فراہم بھی کر سکتے ہیں یا نہیں!!

ہاشم۔ چونکہ جنگ کا زمانہ ہے۔ اس لیے اہل ساباط نے ضرور ذخیرہ جمع کیا ہو گا۔ یقین ہے رسد خاطر خواہ مل جائے گی!!

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ ساباط کا تاجدار سرزاد معہ دس سواروں کے سامنے سے آتا نظر آیا۔

جب وہ قریب آگیا تو زہرہ اس کی تعظیم کے لیے گھوڑے سے اُتر پڑے۔ ان کے گھوڑے سے اترتے ہی تمام مسلمان گھوڑوں سے نیچے اتر آتے۔

Marfat.com

سرزاد یہ دیکھ کر بکمال مسرور ہُوا اور اُس کے ساتھی بھی گھوڑوں سے اُتر پڑے اور پیادہ ہی زہرہ کی طرف بڑھے۔

ادھر سے زہرہ بھی استقبال کے لیے بڑھے۔ سرزاد اور زہرہ کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے دو دوست بغلگیر ہونے کے لیے بڑھ رہے ہوں۔

جب دونوں مل گئے۔ تو ایک نے دوسرے سے مصافحہ کیا۔ نہایت ہی خندہ پیشانی سے ملے۔ زہرہ نے کہا۔ آپ کا مصالحت کی طرف اقدام کرنا نہایت مبارک فعل ہے۔ میں آپ کے اس فعل سے کمال متاثر ہُوا ہوں۔ جن شرائط پر آپ چاہیں مصالحت کریں۔

سرزاد نے مسکرا کر کہا۔ میں آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہوں میں مصالحت کے لیے آیا ہوں۔ جن شرائط پر بھی ہو۔ مجھے آپ کی کسی شرائط میں ترمیم و تنسیخ کرنی ہے۔

زہرہ۔ لیکن میں اپنی طرف سے کوئی شرط پیش کرنی نہیں چاہتا۔ آپ جن شرائط پر چاہیں مصالحت کرلیں۔

سرزاد۔ میں فی الحال آپ کو اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے ایک لاکھ دینار دُوں گا۔ ایک سال تک آپ اس کے علاوہ ایک حبہ بھی نہ لے سکیں گے۔ میں اور میری رعایا آپ کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں گے لیکن آپ کی بھی کوئی امداد نہ کریں گے!!

زہرہ۔ اگرچہ اس طرح دب کرنا ایک فاتح قوم کی اغراض و مقاصد کے منافی ہے لیکن آپ بلا کسی تحریک کے مصالحت کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے ہم ان شرائط کو منظور کرتے ہیں۔ البتہ چند ایک باتیں دریافت کرنا نہایت ضروری ہیں۔

سرزاد۔ وہ کیا؟

زہرہ۔ آپ ہمارے مخالفوں کو تو پناہ نہ دیں گے!!

سرزاد۔ ہرگز نہیں!!

Marfat.com

زہرہ۔ نہ ہماری خبریں یزدگرد تک پہنچائیں گے۔

سرزاد۔ بالکل نہیں!

زہرہ۔ بس تو مصالحت منظور ہے۔

سرزاد۔ آپ کا شکریہ

زہرہ۔ کیا آپ کی رعایا ہمارے ساتھ تجارت کرنا پسند کرے گی!!

سرزاد۔ نہایت مسرّت سے۔ ساباط پہنچکر میں آپ کے لشکر میں بازار لگوادوں گا۔

زہرہ۔ بہتر ہے ہم کو سردست رسد کی ضرورت ہے۔

سرزاد۔ ہمارے پاس رسد کا کافی ذخیرہ موجود ہے ہم بخوشی آپکے ہاتھ فروخت کردیں گے۔

زہرہ۔ یقیناً قائم رہیں گے۔

اس طرح زبانی ہی معاہدہ پر مصالحت ہوگئی۔ دونوں فریق اس مصالحت پر خوش ہوئے۔ مصالحت ہوتے ہی زہرہ اور سرزاد گھوڑوں پر سوار ہوئے ان کے ساتھ ہی تمام مسلمان اور سارے ایرانی بھی سوار ہو گئے اور آہستہ آہستہ ساباط کی طرف روانہ ہوئے۔

ساباط یہاں سے قریب تھا۔ ایک میل چل کر شہر کی فلک رفعت عمارات دھوپ میں چمکتی نظر آنے لگیں۔ مگر اب بھی شہر کئی میل دور تھا۔ چونکہ میدان صاف تھا۔ راستہ میں درخت وغیرہ نہ تھے۔ اس لیے فاصلہ زیادہ ہونے پر بھی شہر نظر آنے لگا تھا۔

مسلمان نہایت اطمینان۔ پوری خاموشی بڑے استقلال سے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ جب شہر دو میل کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو ایک ایرانی شہر کی طرف سے گھبرایا ہوا آتا ملا۔

یہ ایرانی گھوڑے پر سوار تھا۔ گھوڑے کو تیزی سے دوڑاتے چلا آرہا تھا۔ مسلمان اسے بدحواس بھاگ کر آتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوئے مسلمانوں کے قریب آکر ایرانی رُکا۔ وہ اسلامی صفوں کو چیرتا ہوا زہرہ کے سامنے

Marfat.com

پہنچا۔ زہرہ نے اُسے پہچان لیا۔

وہ مسلمانوں کا جاسُوس تھا۔ جو ایرانیوں کے حالات معلُوم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ زہرہ نے اُس سے دریافت کیا۔ تم اس قدر بد حواس کیوں ہو کہاں سے آرہے ہو۔ ایرانی اس وقت کیا کر رہے ہیں!!

جاسوس نے جواب میں کہا۔ میں بُری خبریں لایا ہُوں ایرانی اپنی پوری طاقت کے ساتھ مقابلے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ بھیرہ شیر ایرانی جانباز سپاہیوں سے لبریز تھا۔

مدائن میں بے شمار لشکر فراہم ہو چکا ہے۔ یزدگرد پوری شان۔ پورے دبدبہ اور پوری جمعیت سے مقابلہ پر آمادہ ہو گیا ہے۔ جاسوس خاموش ہو گیا۔ زہرہ نے کہا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ (ترجمہ) ہم کو قوّت و توانائی نہیں ہے۔ مگر بتوفیق پروردگار عالم کے، خدا ہی ہمارا بھروسہ ہے وہی ہماری امداد کرے گا۔

ان باتوں کا ہمارے دل پر اثر نہیں پڑتا اور کوئی بات!؟

جاسُوس۔ ایک بات اور ہے جو زیادہ خطرناک ہے۔ فیروز نہایت بہادر اور پختہ کار سپہ سالار ہے اس کی دلیری کی تمام ایران میں دھوم ہے۔ ساری قوم اس کی دلیری کا لوہا مانے ہُوئے ہے۔ وہ پندرہ ہزار خاصے کی سپاہ لے کر آرہا ہے۔ یہ سپاہ کسریٰ کی فوج کہلاتی ہے۔ کسریٰ کو اس فوج پر بڑا اعتقاد ہے۔ مشکل کے وقت سخت مہم پر اس لشکر سے کام لیا جاتا ہے۔ تمہارے ساتھ لشکر کم اور عام سپاہی ہیں۔ فیروز کے ساتھ زیادہ لشکر اور چیدہ سوار ہیں۔ وہ آپ سے لڑنے کے لیے آرہا ہے۔

زہرہ۔ خدا پر بھروسہ کرنے والوں کو ان باتوں کا کیا خوف۔ فیروز کا لشکر کہاں تک آچکا ہے۔

جاسوس۔ میں نے ساباط میں چھوڑا تھا۔ اسی طرف بڑھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

زہرہ۔ خدا حافظ و ناصر ہے تم سالار اعظم سے اس کی اطلاع کر دو۔

Marfat.com

جاسوس۔ بہتر ہے۔

جاسوس چلا گیا۔ زہرہ اوران کا لشکر روانہ ہوئے سرزاد نے کہا فیروز غضب کا آدمی ہے۔ بڑا نڈر۔ بڑا جری۔ بڑا شہسوار۔ بڑا تجربہ کار اور بڑا لڑنے والا ہے۔ آج تک اس نے کبھی شکست نہیں کھائی۔

زہرہ نے کہا۔ فیروز رستم۔ سے زیادہ بہادر تو نہ ہوگا۔ آپ نے رستم کا انجام سُن لیا۔ آج فیروز کا انجام آنکھوں سے دیکھ لینا!!

سرزاد۔ میرا بھی یہ پختہ یقین ہے کہ فیروز کو شکست ہوگی۔ کچھ یہ میں منہ دیکھے کی خوشامد نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ آپ کے اور آپ کے لشکر کے تیور دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔

زہرہ کچھ کہنے والے تھے کہ سامنے سے ایرانی لشکر نمودار ہُوا۔ جو دو رختوں کے جھنڈ میں سے نکل رہا تھا۔ زرنگار پھریرے ہوا میں لہرا اور دھوپ میں چمک رہی تھیں۔ سواروں کی وردیاں ہتھیار گھوڑنے کے ساز سب دھوپ میں جگمگا رہے تھے!!

چونکہ فاصلہ کم رہ گیا تھا۔ اس لیے زہرہ نے اپنا لشکر روک کر نہایت پھرتی سے صف بستہ کر دیا۔ ایرانی لشکر بھی مقابلے میں آکر پرا باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ لشکر فیروز کی سرکردگی میں تھا۔ فیروز وسط لشکر میں کھڑا تھا۔ ایرانی علم اس کے سر پہ لہرا رہا تھا۔

دونوں لشکروں کے صف بستہ ہوتے ہی فیروز آگے بڑھ کر میدان میں آیا۔ وہ تنومند نوجوان تھا۔ چہرہ بارعب جسم گٹھیلہ لباس شاہانہ تھا۔ سر پہ سونے کا تاج تھا۔ بازوؤں پر طلائی بازو بند تھے۔ کلائیوں میں سونے کے کڑے۔ گلے میں آبدار موتیوں کا ہار پہنے تھا۔ کانوں میں دو گوشوارے پڑے تھے۔ گوشواروں میں چھوٹے چھوٹے دو لعل تراشیدہ لٹک رہے تھے۔ اس نے تلوار ہاتھ میں نکال رکھی تھی۔ وہ پختہ کاروں کی طرح تلوار کو چرخ دے رہا تھا۔

آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے تلوار بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ وہ

Marfat.com

شاہانہ شان اور بہادروں کی پوری آن بان کے ساتھ گھوڑے پر تنہا بیٹھا تھا۔
اس نے فخر و مباہات کے لہجہ میں مغرورانہ انداز سے بلند آواز سے کہا۔
اے قوم عرب شما خویشتن را بطمع زدید و بخیر یکہ دسترس
شما نباشد۔ عزم اور یدو بدست گماں شما و باطل است
زعم شما کہ شما مالک ملک عراق شوید و آں را از دست
کسرائیاں عجم در گیرید و زنہار ہمچو نہ تواند شد۔ چہ ما ہمہ
جلش کسرائیم کہ صاحبان بطش و شدت و ذی قوت و ہیبت
اتم و مارا پیشگاہ شان پایگاہ و تقربی ہست و بحضور آنہا
خوش عزتی دائم و فراتر یاری باہیم "
ترجمہ: اے قوم عرب تمہارا یہ خیال خام ہے کہ تم عراق کے
مالک ہو جاؤ گے۔ اس ملک کو ملک عجم سے چھین لو گے ہرگز
ایسا نہ ہوگا۔ اس لیے کہ ہم کسریٰ کے سپاہی ہیں بڑے سخت گیر
اور زور آور ہیں۔ ہمارا رعب غالب ہے۔ شاہوں کے دربار
ہماری بڑی عزت و منزلت ہے اور ان سے ہم کو بہت
قربت اور خصوصیت ہے۔
اپنے سردار کو مجھ سے لڑنے کے لیے بھیجو!!
ابھی اس کے یہ الفاظ فضا میں گونج ہی رہے تھے کہ ہاشم بن مرقال گھوڑا
بڑھا کر لشکر اسلام سے نکلے اور نیزہ کو چرخ دیتے ہوئے فیروزن کے
قریب پہنچے!!
ہاشم کچھ زیادہ تنومند نہ تھے۔ فیروزان سے کہیں زیادہ عظیم الجثہ تھا۔ اس
نے ہاشم کو حقارت کی نظروں سے دیکھا۔ فوراً تلوار میان میں کر کے نیزہ
نکالا اور ہاشم پر حملہ کیا۔
ہاشم نے نہایت ہوشیاری سے اس کا وار روکا۔ فیروزان اس کی ہوشیاری
دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس کا مقابل بھی کچھ کم تجربہ کار نہیں ہے۔ اس نے سنبھل کر دوسرا
حملہ کیا۔ ہاشم نے گھوڑے کو کاوہ دے کر یہ حملہ بھی رد کیا۔ اب فیروزن کو

Marfat.com

غصّہ آیا۔

اُس کی آنکھیں ازدیادِ غیظ و غضب سے جلنے لگیں۔ چہرہ تمتما کر سُرخ ہو گیا۔ اُس نے گھوڑا پیچھے لوٹا کر نہایت تیزی سے ہاشم کی طرف دوڑایا اور نیزہ ہاشم کے سینہ پر مارا۔

ہاشم نے بھی ایسا ہی کیا۔ اُس نے بھی اپنا نیزہ فیروز پر چھونک دیا۔ اور اپنی نظر فیروز کے نیزہ پر جمائے رکھی۔ جب فیروز نے اُس کے سینہ پر نیزہ مارا۔ ہاشم نے ڈھال سامنے کر دی اور ساتھ ہی اُس کے سینہ پر نیزہ تاک کر مارا۔ فیروز کا نیزہ ہاشم کی ڈھال پر پڑا اور ہاشم کا نیزہ فیروز کے سینہ میں ترازو ہو کر اُس کی پشت کے پار نکل گیا۔ فیروز نے ایک دلدوز چیخ ماری۔ اُس کے چہرہ پر مُردنی چھا گئی۔ بدن کانپنے لگا۔

ہاشم نے زور کر کے نیزہ نکالنا چاہا۔ لیکن نہ نکل سکا۔ فیروز نیزہ کے ساتھ ہی لٹک آیا۔ ہاشم نے اُسے زمین پر پٹخ دیا۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

تمام میدان اس ہولناک نعرہ کی آواز سے گونج اٹھا۔ ہاشم جلدی سے گھوڑے سے کود کر فیروز کی چھاتی پر چڑھے اور خنجر نکال کر اس کے سینہ میں گھونپ دیا۔

فیروز اچھلا۔ تڑپا۔ خون کا فوارہ اُبلا۔ اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔ جسم اکڑنے لگا۔ رُوح پرواز کر گئی۔ بدن سرد پڑ گیا۔ پیشانی پر سرد پسینہ کے قطرے نمودار ہو گئے۔

ہاشم نے جلدی جلدی اس کے زیورات اور تاج اتار لیے اور اُس کے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسلامی لشکر کی طرف لوٹے۔ جب کہ ہاشم لشکر کی طرف واپس لوٹ رہے تھے۔

خالد بن عرطفہ شرجیل اور حضرت سعدؓ معہ تمام لشکر کے آگے زہرہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ سعدؓ نے ہاشم کو پاس بلا کر اس کی پیشانی چومی اور یہ آیت پڑھی۔ اَوَلَمْ تَکُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔ ترجمہ۔ کیا

Marfat.com

تم نے پہلے قسم نہ کھائی تھی کہ تمہارے لیے زوال نہیں ہے۔

ایرانیوں نے اس اسلامی لشکر کو دیکھا۔ جو ابھی آیا تھا۔ ایک، تو اُن کا وہ سردار مارا گیا تھا جس پر ان کو ناز تھا۔ جس کی بہادری کا شہرہ تھا۔ دوسرے مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی۔ اُن پر خوف طاری ہوا۔ وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گھوڑوں کو لوٹا کر واپس ہوئے اور بھاگے۔

سعدؓ نے فوراً ان کے تعاقب کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر کو حرکت ہوئی۔ وہ تیزی سے تعاقب میں روانہ ہوئے ساباط بائیں ہاتھ پر رہ گیا۔ ایرانی آگے اور مسلمان ان کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ ساباط پیچھے رہ گیا۔ دو گھنٹوں کی بھاگ دوڑ کے بعد بھرہ شیر کے فلک نما مکانات نظر آنے لگے۔

ایرانی جان بچانے کے لیے بے تحاشہ دوڑے جا رہے تھے۔

مسلمان بھی پیچھے ہی لگے ہوئے تھے۔ سب سے آگے ہاشم تھے۔ ہاشم کے پیچھے زہرہ تھے۔ زہرہ کے پیچھے تمام لشکر اڑا چلا جا رہا تھا۔ بھاگتے بھاگتے ایرانی بھیرہ شیر میں پہنچے اور جس طرح خوفزدہ گیدڑ اپنے بھٹ میں جان بچانے کے لیے داخل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایرانی بھاگ بھاگ کر قلعہ میں داخل ہونے لگے۔ ہاشم قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے انہوں نے دروازہ میں گھسنے والے ایرانیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ زہرہ بھی فوراً ہی آ گئے۔ انہوں نے بھی بہت سے ایرانیوں کو مار ڈالا جس وقت کہ ہاشم ایرانیوں کو قتل کر رہے تھے۔ قلعہ کے دروازہ میں سے ایک شیر دھاڑتا ہوا نکلا۔ بھیرہ شیر میں یزدگرد نے ایک شیر پال رکھا تھا۔ وہ نہایت خونخوار تھا۔ اسی شیر کی وجہ سے اس شہر کا نام بھیرہ شیر پڑ گیا تھا۔

ہاشم نے شیر کے نکلتے ہی اس پر حملہ کیا۔ شیر اچھل کر ہاشم پر گرا۔ اس نے غصہ میں آکر پنجہ مارا۔ مسلمانوں کو جو قریب آ گئے تھے۔ اندیشہ ہو گیا کہ شیر ہاشم کو مار ڈالے گا۔ وہ اس کی طرف لپکے!

ہاشم نے ایک ہاتھ سے ڈھال سامنے کر دی۔ شیر ڈھال پر گرا دوسرے ہاتھ سے ہاشم نے تلوار کا وار کیا۔ تلوار کا وار کاری پڑا۔ شیر دو ٹکڑے ہو گیا۔

Marfat.com

مسلمانوں نے خوش ہو کر نعرہ لگایا۔ ایرانی اس نعرہ کو سُن کر لرز گئے۔

انہوں نے جلدی سے دروازہ بند کر لیا۔ مسلمانوں نے بہت کوشش کی کہ دروازہ ٹوٹ جائے۔ مگر ناکام رہے۔ پھاٹک نہایت مضبوط تھا۔ کواڑوں پر لوہے کی موٹی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ ایرانی فصیل پر جا چڑھے۔ انہوں نے تیر اور پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ مجبوراً مسلمان پیچھے ہٹے۔ چونکہ اب آفتاب غروب ہونے لگا تھا۔ اس لیے انہوں نے پیچھے ہٹ کر خیمے نصب کرنے شروع کر دیتے۔

Marfat.com

باب ۱۰

بچھڑوں کا ملاپ

مسلمانوں نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر مدائن کی طرف انہوں نے کوئی دستہ متعین نہ کیا تھا۔ اس طرف سے برابر ایرانی قلعہ میں آتے رہتے تھے جس وقت مسلمانوں نے بھیرہ شیر کا محاصرہ کیا ہے۔ مہران قلعہ کے اندر موجود تھا۔ اُسے جاسوسوں کی زبانی معلوم ہو گیا تھا۔ کہ جوشناہ بھی اس لشکر کے ساتھ ہے لیکن اُس کے مسلمان ہونے کی خبر نہ سنی تھی۔ اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ جوشناہ عام ایرانیوں کے نہیں بلکہ خود اُس کے سخت مخالف ہے، جس شان سے مسلمان فتوحات حاصل کرتے بڑھے چلے آرہے تھے اُس نے مہران کے دل میں یہ بات بھی ڈال دی تھی کہ بھیرہ شیر کو بھی مسلمان فتح کر لیں گے۔

بھیرہ شیر کے فتح ہونے پر اُس کا ہنگامہ کارزار میں مارا جانا یا گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑ جانا یقینی تھا۔ دونوں حالتوں میں اُسے اپنی موت نظر آرہی تھی۔ وہ گناہگار تھا۔ بدکار تھا۔ اوباش تھا۔ گناہگار موت سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا وہ بھی ڈرتا تھا۔

چنانچہ اس نے مزید کمک لانے کا وعدہ کر کے مدائن کی راہ لی۔ راستہ میں دارالسلطنت کے قریب اسے لیلےٰ اور آسیہ ملیں مگر ان کے ساتھ

Marfat.com

انقلاب پسندوں کی جمعیت زیادہ تھی۔ اس لیے اسے اُن سے کچھ کہنے سُننے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ مدائن میں داخل ہوکر یزدگرد کے حضور میں پہنچا۔
یہ اور اس کے بعد کے تمام واقعات قارئین کرام باب ہائے ماسبق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ایرانی مدائن سے برابر آ آکر قلعہ میں داخل ہو رہے ہیں تو انہوں نے دو دستے ایک دستہ ہمارے ناول کے ہیرو عاصم کی اور دوسرا زہرہ کی سرکردگی میں اس طرف بھی متعین کر دیئے تھے۔ عاصم کے ہمراہ اس کا دوست علید، جعفر، جوشماہ۔ خیزران پروین اور شاہی رسالہ کے ہم ہزار سوار بھی تھے۔
اب چاروں طرف سے قلعہ محصور کر لیا گیا اور اس شدت سے نگرانی شروع کردی گئی تھی کہ پرندہ بھی قلعہ پر پر نہ مار سکتا تھا۔ ایرانی محاصرہ سے عاجز آ گئے تھے۔ لیکن قلعہ سے باہر نکل کر شیران اسلام کا مقابلہ کرتے ڈرتے تھے۔ یہ خوف کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ ایرانیوں کی تعداد کم تھی۔ نہیں ایرانی مسلمانوں سے چار گنا تھے۔ بلکہ خوف مسلمانوں کی دلیری اور بہادری کا تھا۔
وہ دیکھ اور سُن چکے تھے کہ جب اور جہاں مسلمانوں نے حملہ کیا۔ کامیاب ہوئے۔ ابتک ایک جگہ بھی ایرانیوں کو مسلمانوں پر فتح نہ ہوسکی تھی۔ چونکہ قلعہ نہایت مضبوط تھا اونچا تھا۔ سنگی دیواروں کا تھا۔ اس لیے بہت کچھ کوشش کرنے پر بھی فتح نہ ہوا تھا۔ ایرانی قلعہ کی دیوار سے مسلمانوں پر تیروں اور پتھروں کی بارش کرتے صبح سے شام تک تیر برساتے رہتے۔ چونکہ مسلمان نیچے تھے۔ اس لیے اُن کو نقصان اٹھانا پڑتا تھا۔ روزانہ مسلمان زخمی ہو جاتے۔
سعد نے ہر چند کوشش کی کہ ایرانی قلعہ کی فصیل سے پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ ایک دن انہوں نے سرزاد دالیئ ساباط کو جو اُن کے ساتھ تھا۔ اور جوشماہ کو طلب کیا۔ ان دونوں سے دریافت کیا کہ کوئی ایسی تدبیر ہے جس سے ایرانی فصیل سے ہٹ جائیں۔ انہوں نے منجنیق بنانے کا مشورہ دیا۔

Marfat.com

اس زمانہ میں ایران میں منجنیق[1] بنانے کا رواج ہو گیا تھا۔ منجنیق چھوٹا سا ایک چوبی قلعہ ہوتا تھا۔ جو کہ پہیوں پر بنایا جاتا تھا۔ جسے جس وقت اور جہاں چاہتے لے جاتے تھے۔ مسلمان منجنیق بنانا نہ جانتے تھے جوشماہ اور سرزاد نے نقشہ کھینچ کر سمجھایا۔

مسلمانوں نے سمجھ کر منجنیق بنانی شروع کی۔ وہ قوم جو لڑنے کے سوائے لوہار اور بڑھئی کے کام سے نا واقف تھی۔ منجنیق بنانے میں مصروف ہو گئی۔ دو ہی دن میں ایک بڑی منجنیق بنا کر کھڑی کر دی۔

منجنیق ایسی اچھی بنائی کہ مسلمان تو مسلمان ایرانی بھی دیکھ کر حیران رہ گئے۔ سعدؓ نے اسی ساخت کی منجنیقیں بنانے کا حکم دیا۔ مسلمان لپٹ گئے۔ انہوں نے تین ہی دن میں بیس منجنیقیں تیار کر لیں اور قلعہ کے چاروں طرف پانچ پانچ منجنیقیں تقسیم کر دیں۔ یہ تقسیم رات کے وقت کی گئی۔

صبح جب آفتاب طلوع ہوا۔ اور ایرانی قلعے کی فصیل پر اُمڈ آئے۔ تب انہوں نے منجنیقوں کو دیکھا۔ ان کو مسلمانوں کی چابک دستی اور صنعت پر کمال حیرت ہوئی۔ منجنیقوں کے اندر مسلمان بیٹھ گئے۔ فلاخن کے آلات نصب کر دیئے گئے۔ اور آہستہ آہستہ مسلمانوں نے ان کا قلعہ کی طرف دھکیلنا شروع کیا۔ ایرانیوں نے ہر طرف سے ان پر پتھروں کی بارش کر کے انہیں منہدم کرنا چاہا۔ لیکن وہ اس مضبوطی سے بنائی گئی تھیں کہ پتھروں کا ان پر بالکل بھی اثر نہ ہوا۔

جب منجنیقیں دھکیل کر فصیل کے قریب کر دی گئیں تو مسلمانوں نے آلات فلاخن کو حرکت دی۔ بڑے بڑے پتھر فلاخن کے ذریعہ سے فصیل پر پھینکنے شروع کیے۔ ایرانی ہر طرف فصیل پر لدے تھے۔ پتھروں نے ان کے سروں کو توڑنا آنکھوں کو پھوڑنا۔ ہاتھوں اور پیروں کو مجروح کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر تو وہ

---

[1] منجنیق کی ایجاد گیارہویں صدی عیسوی میں بہت کچھ ترقی کر گئی تھی۔ سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں عیسائیوں نے بڑی بڑی منجنیق بنائی تھیں۔ منجنیقوں کی جنگ کا حال ہمارے مشہور ناول مشرق کی حوریں ملاحظہ کرو۔ (صادق صدیقی۔ سردہنوی)

Marfat.com

استقلال سے کھڑے ترکی بترکی جواب دیتے رہے۔ لیکن جب انہوں نے زیادہ نقصان ہوتے دیکھا تب پیچھے ہٹ گئے۔ اسلامی لشکر قلعہ کے چاروں طرف مسلح کھڑا تھا۔ ایرانیوں کے فصیل سے پیچھے ہٹتے ہی وہ بڑھا۔ نہایت جوش میں آکر بڑھا۔ اللہ اکبر کا دل ہلا دینے والا نعرہ لگا کر بڑھا۔ ایرانیوں نے چھپ کر۔ اُبھر اُبھر کر دیکھا۔ مسلمانوں کو بڑھتے ہوتے دیکھ کر ان پر خوف طاری ہوگیا۔ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ بڑھتے بڑھتے مُسلمان قلعہ کی فصیل کے قریب جا پہنچے۔ منجنیقیں پیچھے رہ گئیں۔ لیکن وہ بدستور فلاخنوں کے ذریعہ سے فصیل پر آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

اگرچہ مسلمانوں نے صبح ہی سے پیشقدمی شروع کر دی تھی۔ مگر تین بجے سے پہلے وہ فصیل کے قریب نہ پہنچ سکے۔ جب آفتاب ڈھل گیا۔ اور وہ فصیل کے قریب نہ پہنچ سکے۔ جب آفتاب ڈہل گیا۔ اور وہ فصیل کے قریب پہنچے تو انہوں نے قلعہ کے نیچے کھڑے ہو کر فصیل پر پہنچنے کے لیے غور کرنا شروع کیا۔

قلعہ کی دیواریں نہایت مضبوط اور اونچی تھیں۔ کوئی سبیل فصیل تک پہنچنے یا اُسے کھود ڈالنے کی نظر نہ آئی۔ حالانکہ ہر پہلو پر غور کر لیا گیا۔ اسی غور و فکر میں شام ہوگئی۔ آفتاب ڈھلتے ڈھلتے مجلۂ مغرب میں پہنچ کر روپوش ہوگیا۔ مغرب کی طرف سے سیاہی بڑھ کر کرۂ ارض پر پھیلنے لگی۔ ستارے نکل کر آنکھ مچولی کھیلنے لگے۔

اسلامی لشکر واپس لوٹا۔ جنگ بند کر دی گئی۔ مسلمانوں نے واپس جاتے ہی سب سے پہلے نماز پڑھی اور پھر آگ روشن کر کے کھانا پکانے کا انتظام کرنے لگے۔ اتنے میں کہ کھانا تیار ہو عشا کا وقت ہوگیا۔

سب نے عشا کی نماز پڑھ کر کھانا کھایا۔ اگرچہ مسلمان تمام دن کمربستہ رہے تھے۔ میدان جنگ میں لڑنے کے لیے نکلے تھے۔ تھک گئے تھے۔ مگر وہ آجکل کے مسلمانوں کی طرح موم کے نہ تھے نہ عیش و عشرت کے خوگر تھے کہ تھک کر یا تھکنے کا بہانہ کر کے سویرے بستروں میں چلے جاتے اور نیند آتی یا نہ آتی۔ سونے کی کوشش کرتے۔

Marfat.com

وہ جفاکش مسلمان تھے۔ انہیں ایسی قوم کی تعمیر کرنی تھی جس کے کارنامے دنیا ابد تک یاد کرتی رہے۔ ان سے زیادہ تر تو قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو گئے اور کچھ ہتھیار صیقل کرنے لگے۔ کچھ گذشتہ جنگ کے واقعات سنانے لگے۔ یہ سلسلہ ۱۱ بجے تک جاری رہا۔ اس وقت تک لشکر میں خوب چہل پہل رہی۔

اس کے بعد لوگ سونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ خاموشی بڑھنے لگی۔ بارہ ۱۲ بجے تک سب لوگ سو گئے۔ کامل سکون طاری ہو گیا۔ صرف محافظ دستہ طلایہ گردی میں مشغول رہا۔

آج عاصم۔ علید۔ ہرمزان بھی محافظ دستے کے ہمراہ تھے۔ وہ قلعہ کی طرف گشت کر چکے تھے۔ اب دوسری طرف گشت کر رہے تھے۔ اس وقت چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکلا ہوا تھا۔ چاندنی سفید چادر کی طرح ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ ہر وہ چیز جس پر چاند اپنا پرتو ڈال رہا تھا۔ چمک رہی تھی۔

پاس کی چیز صاف اور دور کی قدرے دھندلی نظر آرہی تھی۔

عاصم اور ہرمزان کی نظر مدائن کی جانب تھی۔ مدائن کی صاف سڑک دور تک نظر آرہی تھی۔ سامنے افق میں انہیں چند سائے حرکت کرتے معلوم ہوئے۔ عاصم نے ہرمزان اور ہرمزان نے عاصم کو ان متحرک سایوں کو دکھایا۔ دونوں کھڑے ہو کر غور سے دیکھنے لگے۔

عاصم نے غور کرنے کے بعد کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ سوار آرہے ہیں۔

ہرمزان۔ یہی میرا بھی خیال ہے۔

عاصم۔ غور کیجئے اس وقت آدھی رات کو کون لوگ آسکتے ہیں۔

ہرمزان۔ ظاہر ہے کہ مدائن سے آرہے ہیں۔ ایرانی ہوں گے۔

عاصم۔ شاید قلعہ والوں کے لیے کوئی پیغام لا رہے ہوں۔

ہرمزان۔ یہی میرا خیال بھی ہے۔

عاصم۔ آؤ تو چھپ جائیں اور جب یہ قریب آئیں تو ان کو گرفتار کر لیں۔

ہرمزان۔ مناسب ہے!!

Marfat.com

جلدی سے یہ لوگ چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔ سامنے برابر بڑھتے چلے آرہے تھے۔ جب بڑھتے بڑھتے۔ وہ بالکل قریب آ گئے تو عاصم نے دیکھ کر معلوم کر لیا کہ وہ ایرانی تھے۔ ایرانی لباس پہنے ہوئے تھے۔

سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ آہستہ آہستہ آرہے تھے اور قریب آنے پر ان کے باتیں کرنے کی آوازیں آئیں۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ کیا اسی وقت لشکر کے اندر چلنا چاہیئے !!

کسی دوسرے نے کہا۔ کیوں نہیں اندیشہ کیا ہے۔

پہلا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی محافظ ہم پر اچانک حملہ کر دے۔

دوسرا۔ یہ وہم فضول ہے۔ مسلمان کبھی ہوشیار کیے بغیر حملہ نہیں کرتا۔

اس گفتار کو سنکر عاصم اور اس کے ہمراہیوں کو سخت حیرت ہوئی۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ لوگ قلعہ والوں کے لیے بادشاہ کا پیغام لارہے ہیں مگر ان کی گفتگو سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ عربوں کے پاس آئے ہیں۔

ابھی وہ حیرت ہی میں تھے کہ کسی نے سریلی آواز سے کہا۔ کوئی اندیشہ مت کرو۔ بے خوفی سے چلو۔ میں سب سمجھ لوں گی !!

عاصم کو یہ آواز کان آشنا معلوم ہوئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔ آہ یہ آواز میری ہمشیرہ لیلے سے مشابہ ہے۔ خدایا کیا۔

لیلے آ گئی۔ کیا میں ایسا خوش قسمت ہو سکتا ہوں۔ الٰہ العالمین تجھے سب کچھ قدرت ہے تو مُردہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ بچھڑے ہوؤں کو ملا دینا تو کوئی بڑی بات نہیں۔

یہ کہتے ہی وہ کمینگاہ سے نکل آیا۔ بے اختیار ہو کر آنے والوں کی طرف بڑھا۔ علید بھی بے تاب ہو کر اس کے پیچھے چلا۔ ہرمزان بھی ساتھ ہو لیا۔ مدائن کی جانب سے آنے والے عاصم۔ علید اور ہرمزان کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ٹھٹھکے۔ خوفزدہ ہوتے۔ اور گھوڑوں کی باگیں کھینچ کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔

عاصم ان کے قریب پہنچا۔ اس نے پر اشتیاق لہجہ میں دریافت کیا لیلے کیا واقعی تم آ گئیں یا میرے کانوں نے دھوکہ کھایا۔

Marfat.com

ایک حُور طلعت لڑکی عاصم کی طرف بڑھی۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ بھائی جان میں آگئی۔ میں تمہاری ہمشیرہ لیلےٰ ہی ہوں۔

عاصم نے غور سے دیکھا۔ ایک ماہ پیکر لڑکی ایرانی لباس پہنے اس کے سامنے آگئی۔ پہلی نظر میں اُس نے اُسے نہ پہچانا۔ ایرانی لباس نے اُسے دھوکہ دیا۔ اُس نے کہا لیلےٰ ... ... نہیں مگر دوسری نگاہ پڑتے ہی اُس نے شناخت کر لیا۔ وہ لیلےٰ ہی تھی۔ وہ گھوڑے سے کود پڑا۔ لیلےٰ بھی کُودی۔ عاصم آغوش کشادہ اس کی طرف بڑھا۔

میری عزیز ہمشیرہ! لیلےٰ بھی بڑھ کر اس سے لپٹ گئی۔ اس کی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ اُس نے سسکیاں بھرتے ہُوئے کہا۔ میرا بھائی خداوندا تیرا ہزار شکر ہے۔

دونوں بغلگیر ہو گئے۔ لیلےٰ رو رہی تھی۔ عاصم کی آنکھیں بھی آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ جب تک دو عزیز جُدا رہتے ہیں۔ جُدائی کے غم سے روتے ہیں اور جب ملتے ہیں تو خوشی کے مارے رونے لگتے ہیں۔ مگر لیلےٰ کا رونا خوشی کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ ان مصائب کو یاد کر کے رونے لگی تھی جو اُس نے اٹھائے تھے۔

عاصم نے آہستہ آہستہ اُس حُور جمال کو علیحدہ کیا۔ اس کے نازک سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے تسلّی اور دلدہی کے لہجہ میں کہا۔ لیلےٰ نہ رو۔ اب نہ رو تجھے کیا خبر کہ میں تجھے یاد کر کر کے کس قدر رو چکا ہوں۔ اب ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ خدا کی مہربانی کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے!!

لیلےٰ نے ریشمین دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے۔

عبیدا ایک طرف غم و مسّرت کا مجسمہ بنا کھڑا تھا۔ اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ دوڑ کر شیریں ادا۔ ماہ پیکر دوشیزہ کو اپنی آغوش میں لے لے۔ لیکن تمدّن اور معاشرت کی زنجیروں نے اُسے جکڑے رکھا تھا۔ وہ اس سے دل کی آرزو پوری نہ کر سکتا تھا۔

اسے حُورا دا لیلےٰ کے رونے سے تکلیف ہو رہی تھی اور اُس کے

Marfat.com

جانے سے مسرت تھی۔ ان متضاد باتوں نے اس کی عجیب کیفیت کر رکھی تھی۔
عاصم نے لیلےٰ سے کہا۔
پیاری ہمشیرہ! تو شاید تمام شب چلتی رہی ہے۔
لیلےٰ نے شیریں لہجہ میں جواب دیا۔ جی ہاں۔ ساری رات ایرانیوں کے تعاقب کے خوف نے ذرا دیر کو بھی آرام نہ کرنے دیا۔
عاصم۔ اچھا تو اب چل کر آرام کرو۔ صبح سُنانا کہ تم کیسے رہا ہوئیں۔
لیلےٰ۔ میرے ہمراہ آسیہ بھی ہے وہ آسیہ جس کی بدولت میں نے رہائی پائی ہے۔
عاصم۔ وہ محسنہ کہاں ہے۔
لیلےٰ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ آسیہ قریب ہی کھڑی تھی۔ لیلےٰ نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ وہ خلق و مہربانی کی تصویر۔ نیکی و ہمدردی کی پیکر یہ ہے۔
عاصم نے آسیہ کو دیکھا۔ وہ اُس کی طرف بڑھا۔ جب قریب پہنچا تو پہچان کر بولا۔ آہا! یہ وہ آسیہ ہے جس نے مجھے رہائی دلانے کے لیے کوشش کی تھی اور جو لیلےٰ تجھے آزاد کرانے کے لیے مدائن میں رہ گئی تھی۔ آسیہ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔ تمہارے احسانات کا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا۔
آسیہ کے مسیحا صفت لبوں پر ہلکا سا تبسم کھیل رہا تھا۔ اس نے کہا۔ میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ عاصم الشان کا فرض ہے کہ مصیبت زدہ کی مدد کرے۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔
عاصم۔ میں تمہارے اس احسان سے کبھی سُبکدوش نہ ہو سکوں گا۔ آؤ اب صبح ہونے والی ہے کچھ دیر آرام کریں۔
عاصم اور لیلےٰ گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ سب چلے لشکر میں گھس کر عاصم کے خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

باب ۱۱
بھیرہ شیر کی فتح

حور جمال لیلےٰ، پری پیکر آسیہ ان کے ساتھ آنے والے پچاس ایرانی سب کے سب عاصم کے خیمہ پر پہنچے۔ دونوں لڑکیاں خیمہ کے اندر چلی گئیں۔ اور ایرانیوں کے لیے باہر فرش کر دیا گیا۔ سب پڑ رہے۔ چونکہ رات بھر چلتے رہے تھے۔ جاگا کیے تھے۔ اس لیے پڑتے ہی سو گئے۔ عاصم، علید، ہرمزان بھی ایرانیوں کے پاس ہی فرش پر سو گئے۔

صبح سویرے بیدار ہوئے۔ لڑکیوں نے خیمہ کے اندر، مردوں نے خیمہ کے باہر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھتے ہی لشکر مسلح ہو کر قلعہ کے سامنے جا پہنچا۔ لیکن آج ایرانی فصیل پر نہ آئے۔ کچھ دیر انتظار کر کے مسلمان بھی لوٹ گئے۔ جنگ ملتوی ہو گئی۔

لیلےٰ اور آسیہ عاصم کے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ہرمزان نے جوشماہ اور خیزان اور پروین سے لیلےٰ اور آسیہ کے آنے کی خبر جا سنائی۔ دونوں پری جمال لڑکیاں لیلےٰ اور آسیہ سے ملنے کے لیے دوڑی آئیں۔ جب وہ عاصم کے خیمہ کے اندر پہنچیں تو ان دونوں کی نظریں سب سے پہلے آفتاب حسن لیلےٰ کے چاند سے زیادہ روشن چہرہ پر پڑیں۔ دونوں اس کے بڑھے ہوتے عدیم النظر حسن کو دیکھ کر حیران رہ گئیں۔

Marfat.com

لیلٰے نے اُٹھ کر دونوں سیم تن مہ وشوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ آسیہ بھی اٹھی۔ چاروں بغلگیر ہو کر ملیں۔ ایسے جوش اور مسرت سے ملیں گویا چاروں بہنیں ہیں۔

آسیہ نے لیلٰے سے پروین اور خیزران کا تعارف کرایا۔ معانقہ کرنیکے بعد چاروں فرش پر بیٹھ گئیں۔ پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیلٰے میں حیران تھی کہ یزدگرد کیوں تم پر اس قدر فریفتہ ہے کہ کسی کی نصیحت نہیں سنتا۔ ہر وقت تمہارے خیال میں مستغرق رہتا ہے آج تم کو دیکھ کر حیرت دور ہو گئی۔ تم اس زمانہ کی بہترین حسینہ ہو۔ حسن و جمال کی ملکہ ہو۔ ساری دنیا پر حکومت کرنے کے قابل ہو۔ تم کو دیکھ کر کوئی شخص اپنے دل پر قابو ہی نہیں رکھ سکتا!!

لیلٰے مسکرا رہی تھی۔ بر قپارش نظروں سے پروین کو دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ اس کا تبسم بجلیاں گرا رہا تھا۔ دوشیزگی کی حیاء نے رعنائی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ گلاب کے پھولوں کی رنگت کو ماند کر دینے والے رخسارے شہابی رنگ میں ڈوب گئے تھے۔

اس کا چہرہ نہایت دلفریب نہایت دلکش۔ نہایت ہی پیارا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ پروین میں تمہاری مشکور ہوں مجھے آسیہ نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ میری اور میرے بھائی جان کی رہائی کے لیے تمہاری کوششیں قابل صد ہزار تحسین ہیں۔ میں تم کو دیکھنے کے لیے بیقرار تھی۔ اپنے بھائی کی منظور نظر کو دیکھنے کے لیے کیوں بے قرار نہ ہوتی۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں کسی معمولی حسینہ کو میرے بھائی پیار نہ کرنے لگے ہوں لیکن مگر اب تم کو دیکھ کر میری آنکھیں کھل گئیں۔

بھائی جان کا انتخاب نہایت اچھا ہے تم پیکر حسن ہو۔ نور مجسم ہو۔ رعنائی اور دلربائی کا پیکر ہو۔ خوبصورت ساحرہ ہو۔ تمہاری آنکھ میں جادو ہے۔ نازک لبوں پر مسیحائی ہے۔ رخساروں پر طلسم ہوشربا۔ جسے نظر بھر کر دیکھ لو۔ بندۂ بے دام بن جاتا ہے۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ تم سچ کہتی ہو لیلٰے اِن پر ایک دو نہیں سینکڑوں

Marfat.com

فریفتہ ہیں۔

پروین نے مسکرا کر پوچھا اور تم پر؟

آسیہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ مجھ پر کوئی فریفتہ نہیں!!

پروین نے کہا اے رشک گل تر۔ تجھ پر تو میرا عمزاد بھائی ہزار جان سے شیدا ہے۔ کل ہی تمہارا ذکر کر رہے تھے کہتے تھے۔ بڑی نیک ہے۔ جب میں نے دریافت کیا۔ کہیں تم اُسے اپنا دل تو نہیں دے بیٹھے تو مسکرا کر چُپ ہو گئے۔

آسیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ خدا کا شکر ہے میرا بھی کوئی پرستار ہو گیا۔ لیکن یقین نہیں آتا۔ خیزران مسکرا رہی تھی۔ اُس نے شوخی سے ہنس کر کہا۔ جب وہ تم سے ملیں گے۔ اظہار محبت کریں گے تب یقین آ جائے گا۔

آسیہ نے کہا تب تو تم ہی ایک ایسی رہ گئیں۔ جس کا کوئی شیدائی نہیں ہے۔

پروین نے کن آنکھیوں سے خیزران کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا ان پر بھی ایک دِل جلے عنایت کرنے لگے ہیں۔

آسیہ نے کہا وہ کون ہیں؟

پروین نے جواب دیا لیلےٰ کے بھائی جان کے ایک دوست جعفر ہیں۔

خیزران نے شوخی کی نظروں سے پروین کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھ پر کوئی فریفتہ ہونے لگا۔

پروین نے بے ساختہ ہنس کر کہا۔ ہاں ہاں بھولی دراصل یہ جعفر پہ شیدا ہو گئی ہیں۔

خیزران نے نازک اندام پروین کے ہلکی سی چٹکی لے کر کہا۔ ان کا کلیجہ!! پروین اُچھل پڑی۔ اُس نے کہا جعفر کا نام سُنتے ہی کس قدر طاقت آ جاتی ہے۔ اس زور سے چٹکی لی ہے کہ بدن نیلہ پڑ گیا۔

خیزران نے ہنس کر کہا اللہ رے نزاکت ذرا بدن کو ہاتھ لگایا تھا کہ اچھل پڑیں۔

ابھی خیزران کا فقرہ ختم نہ ہوا تھا کہ عاصم آ گیا۔ عاصم کو دیکھ کر ان پریوشوں کی چھیڑ چھاڑ بند ہو گئی!!

Marfat.com

خیزران نے کہا۔ بھائی عاصم مبارک ہو بہن لیلے آ گئیں؟
عاصم نے پہلے آسیہ اور پھر پروین کو دیکھ کر کہا میں آسیہ اور پروین دونوں کا بے حد مشکور ہوں۔ ان دونوں کی مہربانی نے آج مجھے بھی خوشی کا دن دکھایا۔
خیزران نے شوخی بھرے لہجہ میں کہا۔ آسیہ غریب کا کیوں نام لیتے ہو۔ بس تم پروین ہی کا شکریہ ادا کرو۔
عاصم اس نوخیز کی شرارت آمیز گفتگو کو نہ سمجھا۔ اُس نے کہا نہیں۔ خیزران۔ آسیہ نے سب سے زیادہ مہربانی کی ہے؟
خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ مگر ممنون و مشکور تو تم پروین کے ہو۔ اچھا کہدو تم ان کے مشکور نہیں ہو۔
اب عاصم سمجھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ تم بڑی شوخ ہو۔
عاصم کے ہاتھوں میں کپڑے تھے۔ اُس نے لیلے کو کپڑے دیتے ہوتے کہا۔ لیلے یہ لو کپڑے بدل لو۔
خیزران۔ جو کپڑے یہ پہنے ہوتے ہیں۔ وہ خراب تو نہیں ہوتے پھر کپڑے بدلنے کو کیوں کہتے ہو!!
عاصم۔ ہر قوم کو اپنا ہی لباس پہننا چاہیئے۔ دوسری قوم کا لباس پہننے سے اسی قوم کی خوشبو آ جاتی ہے۔ مسلمان سوائے اپنے قومی لباس کے کسی دوسری قوم کا لباس نہیں پہن سکتا!!
خیزران بے شک قوم کی تعمیر کے لیے یہ اصول بھی ضروری ہے۔
عاصم چلا گیا۔ جب وہ خیمہ سے باہر نکلا۔ تو عبید اُسے ملا۔ عبید نے بغیر کسی جھجھک کے دریافت کیا کہیئے لڑکیاں بیدار ہو گئیں!!
عاصم۔ عرصہ ہُوا وہ تو صبح کی نماز کے وقت ہی بیدار ہو گئی تھیں اسوقت خیمہ کے اندر پریاں جمع ہیں۔ سارا خیمہ پرستان بنا ہوا ہے آیئے آپ بھی آسیہ کا شکریہ ادا کر لیجئے۔ حقیقت میں اُس نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر لیلے کو رہا کرایا ہے۔

Marfat.com

عبید۔ بے شک نہایت بہادر اور نڈر لڑکی ہے اس نے ہم پر ایسا زبردست احسان کیا ہے کہ ہم اُسے اُس کا کوئی معاوضہ نہیں دے سکتے۔

عاصم۔ سچ کہتے ہو آؤ عبید اس کا شکریہ ادا کرنا۔

عاصم چلا۔ عبید اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ مگر اس وقت عبید کے دل کی عجب کیفیت تھی۔ کسی کا نظارہ کرنے کے لیے مچل رہا تھا۔

دونوں خیمہ میں داخل ہوئے۔ عبید کی نظر سب سے پہلے رشک قمر لیلےٰ کے پھولوں سے بڑھ کر گلابی اور شاداب رخساروں پر پڑی۔ لیلےٰ نے سیاہ اور نشیلی آنکھوں کو اُٹھا کر عبید کی طرف دیکھا۔

آنکھیں چار ہوتے ہی جیسے عبید کے دل پر ہزاروں تیر پڑ گئے۔ وہ گھبرا گیا لڑکھڑا گیا۔ لیلےٰ کی تیر افگن آنکھوں سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ لیلےٰ کو دیکھ کر عبید مست و بے خود ہو گیا۔ بھول گیا کہ وہ کس لیے خیمہ میں آیا۔ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ وہ ایسا ساکت و صامت کھڑا رہ گیا ہے۔ جیسے کسی جادوگر نے جادو کا بتلا کھڑا کر دیا ہو۔

عاصم نے کہا۔ بھائی عبید یہ ہے وہ محسنہ جس کے احسان نے ہم کو دبا لیا ہے

عبید چونکا سنبھلا۔ اس نے کہا۔ بہن آسیہ زبان میں طاقت نہیں کہ تمہارا شکریہ ادا کر سکے۔ ہم عمر بھر کے لیے تمہارے زیر بار احسان ہو گئے۔

آسیہ نے کہا۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں نے تکلیفیں اٹھائیں۔ جان پڑ بن گئی۔ زندگی کی اُمید منقطع ہو گئی۔ لیکن میں خوش ہوں کہ جس کام کے کرنے کا میں نے عزم کیا تھا۔ خدا نے اُسے پورا کرا دیا۔

عاصم نے کہا تم نے واقعات تو سنائے نہیں۔ آسیہ سارا حال سناؤ۔

یہ کہتے ہی عاصم بیٹھ گیا۔ اُس کے پاس ہی عبید بھی بیٹھ گیا۔

شوخ و شریر خیزران نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ذرا بھائی جان کو اور بلا لیتے ان کا حال سننے کے لیے سب سے زیادہ بے چین تو وہی تھے۔

آسیہ نے گھور کر خیزران کو دیکھا۔ خیزران نے کہا۔ گھور کر کیا ڈراتی ہو میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آسیہ جب میں آئی تو کہتے تھے کہ کسی طرح آسیہ سے اُن کی

Marfat.com

سرگزشت سنواؤ۔

آسیہ کچھ کہنے والی تھی۔کہ باہر سے ہرمزان نے دریافت کیا میں آ سکتا ہوں۔ پروین نے نغمہ زا لہجہ میں کہا آجایئے بھائی جان اس نے دریافت کیا۔ میرا ذکر کون کر رہا تھا؟

خیزران نے کہا آسیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ کہتے ہی وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ ہرمزان بھی عاصم کے پاس بیٹھ گیا۔ عاصم نے کہا۔ آسیہ لو اب کہو اب تو ہرمزان بھی آ گئے۔

آسیہ نے سنجیدگی سے کہا۔ گویا میں ہرمزان کا انتظار کر رہی تھی!

پروین نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس میں کچھ شک بھی ہے۔ تمہاری نظریں کسے ڈھونڈ رہی تھیں آسیہ!

ہرمزان نے کسی قدر آزادگی سے کہا مجھ بے چارہ کا کون تذکرہ کرتا ہے رہنے دو پروین!!

آسیہ کے دل پر ہرمزان کی آزادگی سے چوٹ لگی۔ اُس نے کہا تذکرہ تو آپ ہی کا تھا۔ لیکن ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خیزران نے شرارت بھرے انداز سے کہا۔ میں کر رہی تھی لے دو نہ میرا نام۔

آسیہ۔ ہاں تم ہی تو کر رہی تھیں۔

ہرمزان۔ بھلا تم میرا تذکرہ کیوں کرتیں۔ بڑی بے درد ہو آسیہ۔

خیزران نے ہنس کر کہا۔ بے درد نہیں سنگدل بے وفا۔ قاتل!!

پروین نے کہا۔ زیادہ نہ چھیڑو ورنہ رُوٹھ جائیں گی!! ۔۔ ۔۔ ہاں آسیہ تم اپنا حال سُناؤ۔

آسیہ نے تمام واقعات نہایت تفصیل سے بیان کیے۔ جب اس نے اپنے مسلمان ہونے اور زنجیروں سے پیٹے جانے کا واقعہ بیان کیا تو اور سب کو تو افسوس ہُوا۔ مگر ہرمزان کو جوش آ گیا۔

اس نے کہا۔ خدا کی قسم مہران جس وقت میرے سامنے آئے گا۔ قتل کر

Marfat.com

ڈالوں گا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ ہرمزان کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ عاصم نے کہا۔ ہرمزان جوش کو کم کرو۔ مہران آسیہ کا بھائی ہے۔ آسیہ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم اس کے بھائی کو بغیر اس کی مرضی کے کیسے قتل کر سکتے ہیں۔

ہرمزان۔ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ مگر میں اب قسم کھا چکا ہوں۔

عاصم۔ قسم کا کفارہ دے دینا۔

ہرمزان چُپ ہو گیا۔ اب دوپہر ہو گیا تھا۔ سب نے کھانا کھایا۔ کھانا کھا کر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ وہ بقیہ دن آرام اور اطمینان سے گذر گیا۔ دوسرے دن آفتاب طلوع ہوتے ہی قلعہ کے اندر طبل جنگ بجا۔ مسلمان ہوشیار ہو کر مسلح ہو گئے۔ انہوں نے میدان کارزار میں نکل کر صفیں مرتب کر لیں۔

زہرہ۔ عاصم۔ عابد۔ جعفر۔ ہرمزان۔ جوشنماہ سب ایک ہی جگہ گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے۔ ایک اُونچے ٹیلے پر آسیہ، لیلے خیزران اور پروین بیٹھی میدان کارزار کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

زہرہ کی زرہ بوسیدہ اور کہنہ تھی۔ اس میں متعدد سوراخ ہو رہے تھے۔ عاصم نے کہا آج ایرانی قلعہ سے نکل کر مقابلہ کرنے پر آمادہ معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کی زرہ خراب ہو گئی ہے۔ بہتر ہوتا کہ دوسری زرہ پہن لیتے۔

زہرہ نے مسکرا کر کہا۔ میں ایسا خوش قسمت کہاں ہُوں کہ تمام لوگوں کو چھوڑ کر دشمنوں کے تیر میری طرف آئیں۔

ابھی عاصم کچھ کہنے نہ پاتے تھے کہ قلعہ کا دروازہ کھلا اور آتش پرست نہایت جوش و خروش سے نعرے لگاتے باہر نکلنے لگے۔ پرے کے پرے گروہ کے گروہ نہایت تیزی سے برآمد ہو رہے تھے۔ وہ قلعہ سے باہر نکل نکل کر پھیلنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام میدان سے بھر گیا۔

ان کے سرداروں نے جلد جلد صف بندی کی۔ زور زور سے طبل جنگ بجایا اور تیر اندازوں کو تیر اندازی کا حکم دے دیا۔ فوراً سواروں نے کمانیں سنبھالیں تیر جوڑے اور مسلمانوں پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔

Marfat.com

مسلمانوں نے بھی تیر برسانے شروع کیے۔ تیروں کی آمد و رفت نے عجب سماں پیدا کر دیا۔ اس طرف مسلمان کم تھے۔ بہت ہی کم۔ ایرانی ان سے دس حصے زیادہ تھے۔ وہ مسلمانوں کو فنا کرنے کے بڑھے۔

ان کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کو بھی جوش آ گیا۔ انہوں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر مل گئے۔ ٹکرا گئے۔ تلواریں کھینچ گئیں۔ مار دھاڑ شروع ہو گئی۔ عاصم۔ عبید۔ جعفر۔ زہرہ سب شیران ببر کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ دشمنوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جس پر اُن میں سے کسی کی خارا شگاف تلوار پڑی۔ اس کو ککڑی کی طرح کاٹ کر ڈال دیا۔ تمام محاذات پر خونریز جنگ ہونے لگی۔

ہر طرف خُون کے فوارے اُبلنے لگے۔ خُون آلود تلواریں بلند ہونے لگیں۔ ہاتھ پیر سر دار دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ خُون زمین پر پڑ پڑ لالہ کاری کرنے لگا۔ زخمیوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آوازوں اور آلات حرب کی جھنکار سے تمام میدان گونج اُٹھا۔

ایرانی چاروں طرف قلعہ کی فصیل پر بھی کھڑے پتھر اور تیر برسا رہے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ اور اطراف کے مسلمان زہرہ اور عاصم کی امداد کے لیے نہ آ سکیں انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس طرف کے مٹھی بھر مسلمانوں کو قتل کر کے ہی واپس لوٹیں گے۔

سعد یا اور کسی سردار کو یہ خبر نہ تھی کہ ایرانی قلعہ سے باہر نکل کر زہرہ۔ عاصم اور اُن کے ہمراہیوں سے لڑ رہے ہیں۔ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ سرفروش کمال جیداری سے لڑ رہے تھے۔ جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ صفیں قائم نہ رہی تھیں۔ مسلمان ایرانیوں میں ایرانی مسلمانوں میں گھس گئے تھے اور بڑی دلیری و ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے۔

زہرہ بڑی سرگرمی بڑے جوش بڑے انہماک سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف حملہ کرتے تھے۔ کشتوں کے پشتے لگا دیتے۔ جس پر اُن کی تلوار پڑتی بغیر دو ۲ ٹکڑے کیے نہ چھوڑتی۔ ایرانی ان سے ڈرنے لگے تھے۔

Marfat.com

شہزادہ ایرانیوں کا سردار بھی بڑی جرأت سے لڑ رہا تھا۔ اس کی تلوار بھی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔ اُس نے زہرہ کو اور زہرہ نے اُسے دیکھا۔

شہزادہ نے دُور سے ہی تیر کمان میں رکھ کر مارا۔ تیر سیدھا زہرہ کی طرف آیا۔ بدقسمتی سے اُس وقت زہرہ ایک اور ایرانی کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔ تیر اُن کے سینہ میں پیوست ہو گیا۔ انہوں نے ایک خفیف آہ کی۔

عاصم اُن کے قریب تھا۔ اُس نے آہ کی آواز سُن لی اور اُن کے پاس آیا۔ چاہا کہ تیر کھینچے۔ زہرہ نے کہا۔ تیر مت کھینچو۔ جب تک یہ بدن میں پیوست ہے اس وقت تک میں بھی زندہ ہُوں۔

عاصم نے ہاتھ روک لیا۔ اسے طرآرہ آگیا۔ اُس نے بپھرے ہُوئے شیر کی طرح ایرانیوں پر حملہ کیا۔ جو اس کے سامنے آیا۔ اُسے کاٹ کر ڈال دیا جس طرف ایرانیوں کا زور دیکھا۔ اسی طرف حملہ کر کے انہیں قتل کر ڈالا یا پسپا کر دیا۔ عاصم کے ساتھ ہی زہرہ نے بھی حملہ کر دیا۔ پوری قوت اور پورے جوش سے حملہ کیا جس پر تلوار ماری۔ اُسے کُشتہ کیا۔ دم کے دم میں اس نے متعدد ایرانی مار ڈالے۔

کیسے بہادر لوگ تھے کس قدر لڑائی کا شوق و شغف تھا۔ اپنی تکلیف کا خیال نہ تھا۔ لڑائی کی دُھن تھی۔ شہادت کی تمنا تھی۔ مجروح ہُونے پر بھی پُورے جوش سے لڑتے تھے۔

زہرہ کو تکلیف تھی۔ سخت تکلیف تھی۔ تیر سینہ میں ترازو تھا۔ سانس مشکل سے لیا جاتا تھا۔ ہر لحہ تکلیف بڑھتی جاتی تھی۔ مگر کچھ پرواہ نہ تھی۔ اس حالت میں بھی لڑ رہے تھے۔ جیسے وہ زخمی ہی نہ تھے۔ عربوں میں انتقام کا مادہ بڑھا ہوا تھا۔ جب تک وہ انتقام نہ لے لیتے۔ ان کو آرام نہ آتا تھا۔ زہرہ زخمی ہو گئے تھے شہزادہ نے ان کو زخمی کیا تھا۔ وہ اس سے انتقام لینا چاہتے تھے۔ تمام ایرانیوں سے لڑتے ان کو قتل و پسپا کرتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایرانی ان سے ڈرنے لگے تھے۔ جس طرف وہ بڑھتے اُن کے سامنے سے کترا جاتے راستہ دیدیتے وہ بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچے کہ شہزادہ کے سامنے جا پہنچے۔ شہزاد

Marfat.com

Marfat.com

جنگ کی آگ پہلے سے بھی زیادہ مشتعل ہوگئی۔ تلواریں جلد جلد بلند ہو ہو کر سر و تن کے فیصلے کرنے لگیں۔ دلیروں کا انہماک بڑھ گیا۔ انسانی اعضاء کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ سر ٹھوکریں کھانے لگے۔ ہاتھ پیر اور دھڑ پامال ہونے لگے۔ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ شور و غل اس قدر بڑھ گیا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

مسلمان کم تھے۔ بہت کم۔ لیکن کمال جیداری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ جس طرح ایرانی انہیں قتل کر ڈالنے کا عزم صمیم کر کے آئے تھے۔ اسی طرح انہوں نے بھی ایرانیوں کو مار ڈالنے کا تہیّہ کر لیا تھا۔ چونکہ متخاصمین کا مطمعٔ نظر ایک ہی تھا۔ اس لیے جنگ کی آگ تیزی سے بھڑک اٹھی تھی۔ سعدؓ نے محاصرہ کرتے ہی ایک لشکر جس میں ہزار مجاہدین اسلام تھے۔ گرداوری پر مقرر کر دیا تھا۔ وہ قلعہ کے ہر طرف گشت کرتا تھا۔ جس طرف مدد کی ضرورت سمجھتا اس طرف مدد کرتا۔ یہ لشکر شرجیل کی سرکردگی میں تھا۔

اتفاق سے یہ لشکر گشت کرتا اس طرف آنکلا۔ جنگ ہوتے دیکھ کر وہ بھی ایرانیوں پر جھپٹ پڑا۔ نہایت سختی سے حملہ کیا۔ دم کے دم میں ہزاروں ایرانیوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔

ایرانی اب بھی مسلمانوں سے بہت زیادہ تھے۔ وہ اب بھی بڑے جوش سے لڑ رہے تھے۔ جو مسلمان ذرا بھی غافل ہوتا۔ اُسے لپک کر قتل کر ڈالتے۔ دراصل ایرانی بھی بہادر تھے۔ بہادر قوم کی یادگار تھے لڑتے تھے اور خوب لڑتے تھے۔ جان دے دیتے تھے۔ مر جاتے تھے۔ مگر پسپا نہ ہوتے تھے۔ لیکن انہیں لڑانے والے ان کے سردار عیش و عشرت میں ڈوب گئے تھے۔ وہ موت سے ڈرتے تھے۔ ذرا سا دباؤ پڑنے پر بھاگ نکلتے تھے۔ سرداروں کے بھاگتے ہی لشکر بھی بھاگ جاتا تھا۔

ایسا ہی اب بھی ہُوا۔ تازہ دم مسلمانوں نے افسروں پر حملہ کر دیا۔ کچھ دیر تو افسر جمے رہے لڑتے رہے۔ لیکن جب مرنے لگے۔ زخمی ہونے لگے۔ تو بھاگ کھڑے ہُوئے۔

بے افسر کی فوج کیا اور کب تک لڑتی اس کے بھی پاؤں اُکھڑ گئے وہ

Marfat.com

بد قسمتی پر رو رہے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہُوا کہ تمام ایرانی لشکر خفیہ راستوں سے مدائن بھاگ گیا۔ سعد رحم دل تھے۔ انہوں نے حکم دے دیا کہ کسی ایرانی سے تعرض نہ کیا جائے۔ کسی گھر کو نہ لوٹا جائے۔

یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب کہ تمدن ابتدائی حالت میں تھا۔ جب دشمنوں سے بہیمانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ فاتح قوم مفتوح قوم کے بچہ بچہ کو قتل کر ڈالتی تھی۔ چھلّہ چھلّہ لوٹ لیتی تھی۔ گھروں کو آگ لگا کر آبادی کو ویران کر دیتی تھی۔

آج ہی جب کہ تمدن بہت کچھ ترقی کر گیا ہے۔ یورپ کو اپنی تہذیب پر ناز ہے۔ فاتح قوم مفتوح قوم کو بالکل کچل ڈالتی ہے۔ تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ سعد نے قصر شاہی میں قیام کیا۔ لشکر چھاؤنی میں مقیم ہُوا۔ تین دن دم لے کر سعدؓ مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔

Marfat.com

باب ۱۲

انتباہ

یزدگرد سخت پریشان تھا۔ غمزدہ تھا۔ مسلمان قلعہ پر قلعہ۔ شہر پر شہر فتح کرتے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ ہر محاذ پر ایرانیوں کو ہزیمت ہو رہی تھی۔ جانباز افسر مارے جا رہے تھے۔ لیکن جس پر وہ ہزار جان سے شیدا تھا۔ بھگا دی گئی تھی۔ شاہی خاندان کی مستورات کو حلوان بھیجدیا گیا تھا۔ قصر شاہی کی یہ چہل پہل جاتی رہی تھی۔ ویرانی اور بربادی اپنا بھیانک چہرہ دکھانے لگی تھی۔ مہران اسے تسلی دیتا تھا۔ اس کا دل بہلانے کی سعی کرتا تھا۔ لیکن غمزدہ یزدگرد کا دل کسی طرح نہ بہلتا تھا اب وہ پچھتاتا کہ کیوں اس نے مسلمانوں کو ستا کر سارے حجاز کو دشمن بنا لیا۔ جب اس نے مسلمانوں پر دست ستم دراز کیا۔ جب مسلمانوں نے اُس سے فریاد کی تھی۔ اس وقت وہ یہ نہ سمجھتا تھا کہ مسلمان دُور دراز کی مسافت طے کر کے اپنے بھائیوں کی مدد کو آئیں گے اور اس پر عرصۂ حیات تنگ کر دینگے اسے اپنی قوت و شوکت پر بھروسہ تھا۔ جانتا تھا۔ ساسانی حکومت نہایت مستحکم اور زور آور ہے۔ ایرانیوں کی دھاک روئے زمین پر بیٹھی ہوئی ہے۔

ہر حکومت ان سے ڈرتی ہے۔ عربوں کی کیا مجال ہے کہ اس پر حملہ کریں۔ اگر حملہ کریں۔ اگر حملہ بھی کریں گے تو منہ کی کھائیں گے۔ لشکر کی کثرت مال کی بہتات۔ صدہا سالہ حکومت کی رعونت نے اسے یقین دلا رکھا تھا کہ وہ ہر وہ اس قوم

Marfat.com

کو پیس ڈالے گا۔ جو اس پر حملہ کرے گی۔ یہی وجہ تھی کہ جب مسلمانوں کی سفارت آئی۔ تو اُس نے فخر و غرور میں بھر کر سفیروں کی ہر بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ اور رستم کو حکم دیا تھا کہ وہ قادسیہ میں جا کر مسلمانوں کو کچل ڈالے۔ لیکن بہت جلد اُسے اپنی غلطی معلوم ہو گئی۔ اب اسے اپنا۔ اپنی حکومت کا۔ اپنی قوم کا۔ اپنے ملک کا انجام تاریک نظر آنے لگا تھا۔ سیہ بختی دن بدن بڑھتی جاتی تھی۔ روزانہ دل شکن خبریں آ رہی تھیں۔ وہ ابیلا کو قید کر کے اُسے بالکل بھول گیا تھا۔ غم و پریشانی کے ہجوم نے اُسے ابیلا کا خیال ہی نہ آنے دیا۔ حالانکہ اُس کی بے گناہی ثابت ہو گئی تھی۔ تقریباً دو ماہ کے بعد رات کے وقت جب وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتفاقیہ اسے ابیلا یاد آئی۔ وہ پشیمان ہو کر گھبرا کر اٹھا۔ جس کمرہ میں ابیلا قید تھی۔ اس میں پہنچا۔ اُس نے ابیلا کو دیکھا۔

ابیلا کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ غم و فکر نے گھلا کر اُسے ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیا تھا۔ چہرہ کی رونق جاتی رہی تھی۔ ہیں رخسارے پچک گئے تھے۔ ہڈیاں اُبھر آئی تھیں آنکھیں حلقوں کے اندر گھس گئی تھیں۔ یزدگرد کو دیکھتے ہی وہ اٹھی۔ اس نے کہا اے شہنشاہ عجم میں بے قصور ہوں۔ بالکل بے خطا مجھ پر رحم کرو تو مجھے رہا کر دو۔ یا قتل کرا دو۔ جیلخانہ کی مصیبت مجھ سے نہیں برداشت ہو سکتی۔ تنہائی کی قید بدترین مصیبت ہے۔

یہ کہتے ہی وہ رونے لگی۔ افسردہ رخساروں پر آنسوؤں کا دریا جاری ہو گیا۔ یہ وہی ابیلا ہے جو یزدگرد کو خوش کرنے کے لیے ذلیل سے ذلیل اور کمینہ سے کمینہ کام کرتی تھی۔

جب کہ لیلےٰ قید تھی۔ ابیلا اس کی نگرانی کرتی تھی۔ یا آسیہ قید کر دی گئی تھی۔ اور ابیلا کو اس کی حفاظت کا کام تفویض ہُوا تھا۔ تو ابیلا کو احساس نہ ہُوا تھا کہ قید میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے۔ اب جب وہ ہو گئی تو اُسے محسوس ہوا کہ قید و بند کی تکلیف تمام تکلیفوں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

یزدگرد نے کہا۔ واقعی ٔ بے قصور ہے۔ مجھے تحقیق ہو گیا ہے میں نے تجھ پر ظلم کیا ہے کیا تو میرے بدسلوک کو بھول جاتے گی۔

Marfat.com

ابیلا جیلخانہ سے رہا ہونا چاہتی تھی۔ اُس نے کہا بھول جاؤں گی۔ بالکل بھول جاؤں گی بلکہ بھول گئی ہوں اور حضور جو خدمت میرے سپرد کریں گے۔ میں نہایت ایمانداری سے نہایت وفاداری اور دیانت داری سے انجام دوں گی۔ میرے حضور میری سرکاب مجھے اس جیلخانہ سے نکلا دیجئے۔ یزدگرد نے چابی نکال دیں۔ تالا کھولا۔ جنگلہ کھینچا۔ ابیلا جلدی سے باہر نکل کر یزدگرد کے قدموں پر گر پڑی۔ یزدگرد نے کہا۔ ابیلا اٹھو! تم پھر اپنے عہدہ پر بحال کی جاتی ہو۔ اپنے مفوضہ کام کو اسی طرح انجام دینا جس طرح پہلے دیا کرتی تھیں۔ آؤ میرے ہمراہ آؤ۔

یزدگرد چلا گیا۔ ابیلا پیچھے چلی۔ دونوں خواب گاہ کے کمرہ میں پہنچے۔ یزدگرد نے کہا۔ ابیلا پریشانیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ کم بخت مسلمانوں نے میرا سارا عیش متعفن کر دیا ہے۔ کاش میں تمام عربوں کو دریائے دجلہ میں ڈبو سکتا۔

ابیلا کو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ کیا واقعات ہو گئے اور کیا ہو رہے ہیں۔ اُس کی دُنیا جیلخانہ تھی۔ دُنیا کے واقعات کا تو کیا اُسے قصر کے واقعات کا بھی کچھ علم نہ تھا۔ اس نے کہا۔ حضور فکر نہ کیجئے۔ آپ عربوں کو ضرور دریائے دجلہ میں ڈبو سکیں گے مگر وہ یہاں تک آنے ہی نہ پائیں گے۔

یزدگرد نے کہا۔ ابیلا آ گئے۔ وہ بھیرہ شیر کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں۔

ابیلہ نے حیرت سے بادشاہ کو دیکھ کر کہا۔ کیا عربوں کو اس قدر جرأت ہو گئی ہے۔

یزدگرد۔ ہاں ان کی جسارت ایرانیوں کی پیہم شکستوں نے بہت کچھ بڑھا دی ہے مجھے اندیشہ ہے کہیں بھیرہ شیر بھی فتح نہ ہو جائے لیکن اس بات کو جانے دو۔ تم جانتی ہو میں آنے والے خطرات کی پرواہ نہیں کیا کرتا۔ ابیلہ تجھے روزبہ کی دُختر یاد ہے۔

ابیلہ۔ پیر و مرشد یاد ہے مزاجل نہایت خوبصورت لڑکی ہے کیا حضور کو اُس کا کچھ پتہ چلا ہے؟

یزدگرد۔ اگر پتہ چلتا تو وہ آج قصر شاہی میں ہوتی۔ اگرچہ شاہی خاندان کی عورتوں کے ساتھ اُسے بھی حلوان جانا پڑتا۔ ... ...

Marfat.com

ابیلا نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ کیا شاہی خاندان حلوان چلا گیا ؟

یزدگرد۔ ہاں ابیلا! میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تمام عورتوں کو حلوان بھیجدوں جب اطمینان سے بیٹھوں گا۔ پھر بلواؤں گا۔ لیکن مراجل۔۔

ابیلا نے کہا۔ مراجل کو میں ڈھونڈ نکالوں گی۔ میں اُسے پھر قصر شاہی میں لاؤں گی۔

یزدگرد۔ شاباش ابیلہ اگر تم اُسے لاؤگی تو مالا مال کر دی جاؤگی۔

ابیلا۔ میں لاؤں گی اور ضرور لاؤں گی ۔۔۔

کبھی نہ لا سکے گی۔ ایک آواز آئی۔ دونوں حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگے۔ پہلو کے دروازہ سے ایک سفید پوشش ہستی نمودار ہوئی جو آہستہ آہستہ بڑھ کر یزدگرد کے سامنے آ کھڑی۔ اسے یزدگرد اور ابیلا نے حیرت بھری نظروں سے دیکھا۔ اُس نے اپنے چہرہ پر پڑا ہوا نقاب اتارا۔ دونوں نے دیکھا۔ وہ ملکۂ پوران دخت تھی۔ دونوں اُسے دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

ملکہ نے کہا۔ بد قسمت بادشاہ یہاں تک نوبت تو آ چکی ہے کہ ملک کا کثیر حصّہ قبضہ سے نکل گیا۔ مسلمان دار السلطنت کے سامنے پہنچ گئے۔ رعایا تباہ ہو گئی۔ ساسانی حکومت خطرہ میں پڑ گئی اگر یہی لیل و نہار ہیں۔ اگر یہی عیش پرستی ہے۔ تو سلطنت ہاتھ سے جانے میں کوئی شبہ نہیں۔ یزدگرد نے کہا۔ اگر حکومت جانے والی ہے جا کر رہے گی۔ تباہی آنیوالی ہے۔ ضرور آئے گی۔ پھر کیوں آئندہ کے دھڑکوں میں موجودہ عیش کو متعفن کریں۔

پوران دخت۔ لعنت ہے۔ تم پر اور تمہارے ان خیالات پر تم ننگ خاندان پیدا ہوتے ہو۔ ایران کی صدہا سالہ حکومت کو خاک میں ملانا چاہتے ہو۔ تم نے قوت بازو سے حکومت حاصل نہیں کی ہے۔ اس لیے اس کی قدر نہیں کرتے۔ یزدگرد پچھتاؤ گے۔

یزدگرد کو بڑا غصّہ آیا۔ اس کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اس نے طیش بھرے لہجہ میں کہا۔ ملکہ عالم اگر میرے دل میں تمہارا احترام نہ ہوتا تو میری تلوار تمہاری گردن اڑا دیتی۔ میں تم کو متنبہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی گفتگو نہ کرنا۔

Marfat.com

ملکہ۔ آئندہ گفتگو کرنے کا موقعہ ہی نہ آئے گا۔ میں آج مدائن سے چلی جاؤنگی۔ صبح تم سن لو گے کہ مسلمانوں نے بھیرہ شیر فتح کر لیا اور پھر تم بھی حلوان بھاگ جاؤ گے فتح و شکست مقدر سے ہے۔ لیکن افسوس تم ایک معرکہ میں بھی شریک نہ ہوئے۔ آنے والی نسلیں تم کو برائی سے یاد کریں گی۔ خیر جو کچھ ہو گا۔ بھگتو گے۔ میں صرف یہ کہنے آئی تھی کہ مراجل کے پیچھے نہ پڑو۔ گھر میں آگ نہ لگاؤ۔ مراجل کی پشت پر تمام انقلاب پسند ہیں

یزدگرد نے قطع کلام کر کے کہا اور تم انقلاب پسندوں کی پشت پناہ ہو۔

ملکہ۔ نہیں میں نے کبھی ان کی مدد نہیں کی۔ ہمیشہ ان کو تمہارے خلاف سازش کرنے سے روکا۔ تمہارے مشیروں نے اپنی حماقت سے ان کو ہر مرتبہ برانگیختہ کر دیا۔ اب ان کو نہ چھیڑو مراجل کو بھول جاؤ۔

یزدگرد نے جوش میں آ کر کہا۔ کبھی نہیں بھول سکتا۔ کل ہی وہ میرے قصر میں موجود ہو گی۔ کیوں ابیلہ۔ ابیلہ نے سر تسلیم خم کر کے کہا بیشک۔

ملکہ نے حقارت آمیز نظروں سے یزدگرد کو دیکھ کر کہا۔ تم کبھی اسے نہ پا سکو گے۔ کوشش کرو۔ اپنی تباہی کی کوشش کرو۔ ایک ہی دو دن میں قدر عافیت معلوم ہو جائے گی۔

یہ کہتے ہی ملکہ چلی گئی۔ یزدگرد نے ابیلہ سے کہا۔ ابیلہ اب جا کر آرام کرو۔ اور کل ہی سے اس کی تلاش شروع کر دو۔ جس وقت وہ مل جائے فوراً اُسے قصر میں لے آؤ۔

ابیلہ نے بہت خوب کہا اور چلی گئی۔ یزدگرد بھی مسہری پر دراز ہو گیا۔ ملکہ نے جو کچھ کہا تھا۔ وہ اس کی بدبختی کی شرح تھی۔ تباہی کی پشین گوئی تھی۔ اُسے ہولناک خیالات نے آن دبایا۔ دیر تک پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ آدھی رات کے بعد نیند نے اس پر غلبہ کیا۔ اور وہ سو گیا۔ صبح جب بیدار ہوا تو ابیلہ کو موجود پایا۔ اُس نے دریافت کیا۔ ابیلہ کیا بات ہے تم کیا کہنے آئی ہو؟

ابیلہ نے جواب دیا۔ عالیجاہ مہران باریاب ہونا چاہتے ہیں۔

یزدگرد نے کہا آج کوئی نئی بات معلوم ہوتی ہے۔ جو مہران صبح سویرے ہی

Marfat.com

آیا ہے جاؤ اُسے فوراً ہی بھیجدو۔ ابیلہ چلی گئی۔ یزدگرد سنبھل کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں مہران آیا۔ اُس نے نہایت ادب سے سلام کیا۔ یزدگرد نے سر کے اشارہ سے سلام لیکر اُسے دیکھا۔ اس کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ آنکھیں غم و فکر میں ڈوبی ہوتی تھیں۔ اُس نے دریافت کیا۔ مہران کیا کوئی نئی بات ہے :۔؟

مہران نے افسردگی سے کہا۔ عالیجاہ بھیرہ شیر بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی یزدگرد پر گویا بجلی گری۔ اس کا چہرہ فق پڑ گیا۔ آنکھیں غم و الم میں ڈوب گئیں۔ اُس نے لمبا سانس لے کر کہا۔ آہ بدبختی تباہی آکر ہی رہے گی۔

مہران نے کہا۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ ہمارے پاس کافی لشکر ہے۔ ہم دریائے دجلہ کے اس پار ہی مسلمانوں کو روک سکتے ہیں۔

یزدگرد۔ روکو جس طرح ممکن ہو ان بدبختوں کو روکو۔ مہران تمام لشکر کو مدائن سے لے جا کر دریا کے کنارے پر ڈال دو۔ جس قدر دریا پر پل ہیں سب تڑوا دو۔ جاؤ جلدی کرو۔ میں بھی تمہارے پیچھے ہی آتا ہوں۔

مہران کو اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ واپس لوٹا اور کمرہ سے باہر نکل گیا۔ یزدگرد اُٹھا۔ غسل کیا۔ شاہی لباس پہنا۔ قصر سے باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور محافظ دستہ کو ہمراہ لیکر چلا۔ مدائن سے باہر نکلا۔ اس نے شہر کے سامنے والے وسیع میدان کو اپنے لشکر سے لبریز دیکھا۔ مدائن سے دریائے دجلہ تک انسانوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔ اس قدر لشکر دیکھ کر وہ خوش ہوا۔ خوش ہو کر آگے بڑھا۔ اُس کے لشکر نے اُسے دیکھا۔ شاہ عجم زندہ باد کے نعرے لگائے تمام میدان نعروں سے گونج اٹھا۔ ایرانی لشکر نفیس کپڑے پہنے۔ پوری شان سے دریا کے کنارہ پر صف بستہ کھڑا تھا۔ سپاہیوں کی ریشمی وردیاں۔ افسروں کے زیورات۔ تاجداروں کے تاج دھوپ میں چمک رہے تھے۔

یزدگرد بڑھ کر دریا کے کنارے پر پہنچا۔ مہران اس کے پاس آیا۔ یزدگرد نے اس سے دریافت کیا۔ کیا تمام پل توڑ ڈالے :۔؟

مہران نے جواب دیا۔ ایک ایک کر کے سب پل توڑ دیئے گئے ہیں۔ اسلامی لشکر روانہ ہو چکا ہے لیکن ہماری خوش قسمتی سے دریا میں طغیانی آگئی ہے۔

Marfat.com

ہیں نے ساری کشتیاں بھی تباہ کرادی ہیں۔ اب کوئی ذریعہ مسلمانوں کے اس پار آنے کا باقی نہیں رہا ہے۔

یزدگرد بھیرہ شیر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیرہ شیر کی سر بفلک عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اسلامی لشکر نمودار ہُوا۔ یزدگرد اور تمام ایرانیوں نے فاتح لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ تمام ایرانیوں نے جوش وخروش سے قومی نعرہ لگایا

یزدگرد نے مہران سے کہا۔" تیر اندازوں کو آگے بڑھاؤ۔ لمبی صفوں میں اُن کو دریا کے کنارہ پر کھڑا کر دو!

مہران نے کہا۔ یہ تمام انتظامات پہلے ہی سے کر دیئے گئے ہیں۔ حضُور کے پیچھے تیر اندازوں کی صفیں ہیں!!

اسلامی لشکر آہستہ آہستہ نہایت شان ووقار سے آرہا تھا۔ مجاہدین جوش شجاعت سے جھومتے آرہے تھے۔ سب سے پہلا دستہ عاصم کی سرکردگی میں آکر دریا کے دُوسرے کنارہ پر رُکا۔ عاصم کے ساتھ عبید جعفر، جوشنماہ اور ہرمزان تھے۔ اس کے بعد دوسرے سردار آآکر رُکتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ تمام اسلامی لشکر آگیا۔ دونوں لشکروں کے درمیان میں دریائے دجلہ حائل تھا۔ دریا طغیانی پر تھا۔ اُونچی اُونچی لہریں اٹھتیں ساحل سے ٹکراتیں۔ اپنا زور دکھاتیں۔

پُل تمام توڑ دیئے گئے تھے۔ کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ کوئی ذریعہ دریا کو عبور کرنے کا نہ تھا۔ اُس طرف مسلمان اور ایرانی اس طرف کھڑے ایک دُوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

تمام ایرانی لشکر دریائے دجلہ کے اس پار کنارہ پر کھڑا تھا۔ مسلمان دوسری طرف تھے۔ دریا نہایت جوش وخروش سے بہ رہا تھا۔ یہ دریا نہایت عریض تھا۔ بہت گہرا تھا۔ کسی جگہ سے بھی پایاب نہ تھا۔ چونکہ آج پانی زیادہ چڑھ آیا تھا اُونچی اُونچی موجیں اُٹھ اُٹھ کر ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ اس لیے کسی کو دریا میں اترنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ سعد نے دُور تک دریا کو دیکھا۔ اس کے کنارہ کنارہ جا کر معائنہ کیا۔ کوئی مقام ایسا نہ تھا۔ جہاں سے لشکر آرام اور اطمینان کے

Marfat.com

ساتھ پار ہو سکے جس قدر پل تھے وہ تمام ایرانیوں نے توڑ ڈالے تھے۔ سعد حیران تھے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کیا کریں کس طرح دریا کے پار پہنچیں۔ ایرانی دوسرے کنارہ پر صفیں مرتب کیے کھڑے مسلمانوں اور ان کی نقل و حرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ دریا کی طغیانی۔ پانی کی فراوانی موجوں کے تلاطم نے انہیں یقین دلا دیا تھا کہ مسلمان کسی طرح بھی دریا کو عبور نہیں کر سکتے۔ ایرانی اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ دریا نے مسلمانوں کا راستہ روک لیا تھا۔ وہ خوش ہو ہو کر قومی نعرے لگا رہے اور زور زور سے طبل جنگ بجا رہے تھے۔ تمام میدان۔ ساری فضا مختلف آوازوں سے گونج رہے تھے۔ سارا مدائن مسلمانوں کو دیکھنے کے لیے امنڈ آیا تھا۔ تماشائی لشکر سے فاصلہ پر کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ سب کو یہ اطمینان تھا کہ مسلمان دریا کے اس پار کسی طرح نہیں آسکتے!!

دریائے دجلہ نے گویا ایرانیوں کی مدد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ وہ دُور دُور سے پانی کو کھینچ کھینچ لا رہا تھا۔ شور کرتا ہوا مسلمانوں کو ڈبو دینے کی دھمکی دیتا ہوا انتہائی جوش سے بہ رہا تھا۔ کبھی کبھی موجیں اُٹھ کر پانی کو ساحل سے باہر پھینک دیتی تھیں۔ ایرانی خوش ہو رہے تھے۔ سمجھ رہے تھے کہ یزدان نے ان کی مدد کے لیے دریا میں طغیانی کو بھیج دیا ہے۔

سعد دور تک گھوڑا دوڑائے دیکھ رہے تھے۔ ہر جگہ پانی کا زور یکساں تھا۔ موجیں ایسی زبردست اُٹھ رہی تھیں کہ گھوڑے تو گھوڑے ہاتھیوں کو بھی خس و خاشاک کی طرح بہا لیجائیں۔

سعدؓ کو بیماری سے شفا ہو چکی تھی۔ وہ بالکل تندرست ہو گئے۔ اگرچہ وہ ضعیف العمر تھے۔ مگر ان میں جوش زیادہ تھا۔ وہ جس طرح بھی دریا کو عبور کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے عاصم بن عمرو کو جو سفیر بن کر دربار ایران میں گئے تھے بلا کر کہا۔ میں دریا کے کنارہ پر پڑ کر طغیانی دُور ہونے کا انتظار کرنا نہیں چاہتا اگر پل توڑ ڈالے گئے۔ کشتیاں تباہ کر دی گئیں تو پرواہ نہیں ہے۔ میں دریا کو گھوڑوں پر عبور کرنا چاہتا ہوں۔

عاصم بن عمرو نے حیرت سے سعدؓ کو دیکھ کر کہا۔ کیا گھوڑے طوفانی

Marfat.com

امواج کا مقابلہ کر سکیں گے؟

سعد نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا ہم یا ہمارے گھوڑے کچھ نہیں کر سکتے۔ جو کچھ کریگا۔ خدا کریگا۔ دریا میں طغیانی بلا وجہ نہیں ہے۔ خدا ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ ہم دریا سے۔ دریا کی طغیانی سے۔ موجوں کے تلاطم سے ڈر کر اس پار رہتے ہیں یا خدا پر بھروسہ کر کے دریا میں کود کر پار اترتے ہیں ہم امتحان دیں گے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ ہے۔

عاصم۔ بس تو بسم اللہ کیجئے ہم سب آپکے ساتھ ہیں۔

سعد۔ میں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ جب لشکر اسلام دریا میں کودے گا اور دوسرے کنارہ کے قریب پہنچے گا۔ تو ایرانی تیروں سے استقبال کریں گے چونکہ ہم پانی کا مقابلہ کر رہے ہوں گے۔ اس لیے ایرانیوں کے تیروں کا جواب نہ دے سکیں گے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم چھ سو تیر اندازوں کو لے کر اس طرف ایک لمبی صف میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور جب یہ دیکھو کہ ایرانی ہم پر تیر اندازی کرنے لگے ہیں تو تم اس کثرت سے ان پر تیر برساؤ کہ وہ یا تو ساحل سے دور ہٹ جائیں۔ یا تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں۔

عاصم۔ ایسا ہی ہوگا۔

فوراً سعد نے چھ سو تیر اندازوں کو منتخب کر کے عاصم کے سپرد کیا اور چونکہ دریا کے کنارہ پر دور تک لشکر پھیلا ہوا تھا۔ اس لیے نقیبوں کے ذریعہ سے تمام سردار اور سارے افسروں کو خبر پہنچا دی کہ تمام لشکر دریا میں کود کر پار اترنے کے لیے مستعد ہو جائے۔ سارے مسلمانوں نے سالار اعظم کے اس حکم کو مناسب تعمیل کے لیے تیار ہو گئے۔ آج کتنے ایسے راسخ العقیدہ مسلمان ہیں۔ جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تقلید کرنے کو تیار ہو جائیں۔ شاید ایک بھی نہیں اگر آج کسی ایسے موقعہ پر ان کا کوئی قائد اعظم انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دے تو وہ قائد اعظم کو مجنوں۔ فاتر العقل۔ کوتاہ اندیش اور خدا جانے کیا کیا کہنے لگیں۔ یہ انقلاب کیوں ہے؟ خدا پر عدم اعتمادی ایمان کی کمزوری۔ دنیا کی محبت۔ موت کا خدشہ اس کے بواعث ہیں۔

Marfat.com

قرونِ اولےٰ کے مسلمان کبھی موت سے نہ ڈرے۔ ہمیشہ موت کو یاد رکھا۔ عیش و عشرت کے خوگر نہ ہوئے۔ جفاکشی کرتے رہے۔ خدا پرا عتماد رکھا۔ انہوں نے ایسے محیر العقول کام کیے۔ جو آج تاریخوں کے صفحات میں جلی قلم سے لکھے ہوتے ہیں اور جن کو پڑھ کر اور سُنکر اقوام عالم حیران رہ جاتی تھیں۔ دنیا کی موجودہ اقوام موجودہ مسلمانوں کو دیکھ کر ان کے بزرگوں کے کارنامے محض دماغی اختراع سمجھتی ہیں۔ وہ مقابلہ کرتی ہیں۔ آجکل کے مسلمانوں کا قرونِ اولےٰ کے مسلمانوں سے گویا موجودہ مسلمانوں میں بھی وہی جوش و خروش وہی ذوق جہاد دیکھنا چاہتی ہیں جو آج سے تیرہ سَو۱۳ سال پہلے تھا۔ لیکن نہیں سمجھتیں کہ زمانہ کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی دوسری اقوام کی طرح عیش پسند ہو کر آبائی جوش و خروش کے ذوق کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ جو قوم عیش و عشرت میں غرق ہو جاتی ہے۔ اس کی تمام خوبیاں زائل ہو جایا کرتی ہیں۔ دُنیا کی محبت خدا تک کو بھلا دیتی ہے۔ آج مسلمان بھی اسی راستہ پر گامزن ہیں۔ اُن کے تمام جوہر زنگ آلود ہو گئے ہیں۔ مگر یہ زنگ دُور ہو سکتا ہے۔ اگر قرآن شریف پر پورا پُورا عمل شروع کر دیں۔ احادیث کو مشعل راہ ہدایت بنائیں۔ آج بھی تمام اقوام سارے تاجدار ان کے سامنے جھک جائیں۔ ان کی وہی قدر و منزلت ہو جائے جو قرونِ اولےٰ کے مسلمانوں کی تھی۔ جب سعدؓ نے تمام لشکر کو آمادہ دیکھا تو دُعا کے لیے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عجز و الحاج کے ساتھ کہا۔ خدایا ہم جو تیری پرستش کرتے ہیں۔ تجھے شاہ رگ سے قریب جانتے ہیں۔ تیرے بندوں کو تیرے سامنے جھکانے کا جذبہ لیے پھرتے ہیں۔ تیرے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ ہر خیر و شر تیری طرف سے سمجھتے ہیں۔ تیرا نام لے کر تیری امداد و اعانت کے بھروسہ پر اس بے اتھاہ دریا میں کودتے ہیں۔ طوفان خیز امواج کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہماری امداد اور ہمیں دریا کے اس پار پہنچا کر فتح و نصرت عطا فرما پاس کھڑے ہونے والوں نے اس دُعا پر آمین کہی۔ سعد نے گھوڑا دریا کی طرف بڑھایا۔ تمام اسلامی لشکر کو حرکت ہُوئی۔ سب کنارہ پر پہنچ گئے۔ سعد نے بلند آواز سے کہا۔ نَسْتَعِیْنُ بِاللّٰہِ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

Marfat.com

"ترجمہ:" "فتح اللہ کی طرف سے ہے وہی بھروسہ کے قابل ہے اللہ کافی ہے وہی اچھا مددگار ہے کوئی خوف نہیں ہے۔ اللہ بڑی قدرت والا ہے"۔ یہ کہتے ہی انہوں نے گھوڑے کو اشارہ کیا۔ فوراً گھوڑا دریا میں جا کودا۔ اُن کے دریا میں کودتے ہی تمام افسر سارے سردار کود پڑے۔ سرداروں کے پیچھے ہی تمام لشکر کود پڑا۔ مسلمانوں کے دریا میں کودتے ہی اُونچی اُونچی موجیں دب گئیں۔ دریا ساکن ہو گیا البتہ گھوڑوں کے کودنے کی وجہ سے جو خفیف لہریں اٹھتی تھیں وہ دوسری میں مل کر معدوم ہو جاتی تھیں۔ تمام لشکر دریا میں اتر کر نہایت ہی اطمینان۔ بڑی شان بڑے دبدبہ کے ساتھ دوسرے کنارہ کی طرف تیرنے لگا۔ مسلمان اس بے تکلفی سے باتیں کرتے ہوئے باگیں پکڑے ہوئے تیرتے چلے جا رہے تھے۔ گویا کہ وہ زمین پر چل رہے ہیں۔ سعد کے ہاتھ میں اسلامی علم تھا۔ نہایت دبدبہ کے ساتھ لہراتا ہوا دریا میں جا رہا تھا۔ ایرانی دوسرے کنارہ پر کھڑے نہایت حیرت۔ کمال استعجاب بڑے تعجب سے مسلمانوں کو تیر کر آتے ہوئے دیکھ رہے تھے ان کا خیال تھا کہ جس وقت مسلمان منجدھار پہنچیں گے۔ پانی ان سب کو بہالے جائے گا۔ مگر جب وہ منجدھار کو بھی عبور کر گئے تو ایرانیوں کو کمال حیرت ہوئی وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر شیران اسلام کو دیکھنے لگے ایرانی لشکر کا سپہ سالار خرزاد تھا۔ نہایت بہادر اور مشہور آدمی تھا۔ اُس نے ایرانیوں کو تیراندازی کا حکم دیا۔ فوراً ایرانیوں نے تیراندازی شروع کی۔ عاصم نے جو دریا کے دوسرے کنارہ پر کھڑے تھے اپنے ہمراہیوں کو تیرافگنی کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے کمانیں کھینچیں تیر جوڑے اور ایک ساتھ اس طرح چلاتے گویا وہ ایک کمان سے نکلے ہیں۔

مسلمانوں کے تیروں نے ایرانیوں کو گھبرا دیا۔ وہ پیچھے ہٹے۔ مگر مسلمانوں کے تیر وہاں بھی ان کو نقصان پہنچانے لگے۔ وہ اپنے بچاؤ کی فکر میں لگ گئے۔ جو مسلمان دریا میں تیر کر آرہے تھے ان پر تیر برسانے بھول گئے۔ حضرت سعد اور تمام اسلامی لشکر نہایت اطمینان سے برابر تیر رہے تھے۔ دریا میں کودتے ہی انہوں نے صفیں قائم کر لی تھیں۔ وہ ایسے ضبط و نظم کے ساتھ تیر رہے تھے۔ اُن کے میمن دلیسار میں بھی فرق نہ آیا تھا۔ سب سے تحیّر خیز بات یہ ہوئی کہ نہ

Marfat.com

کوئی سوار ڈوبا۔ نہ کوئی چیز گری نہ کوئی اور حادثہ پیش آیا۔ البتہ ایک سوار کا چوبی کاسہ جو پانی پینے کا تھا۔ جس چمڑہ میں وہ بندھا تھا۔ وہ ٹوٹ کر دریا میں گر گیا۔ اس سوار کو پیالہ گر جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ اُس نے کہا کسی کی کوئی چیز اب تک ضائع نہیں ہوئی ہے صرف میرا پیالہ گرا ہے۔ خدا کی ذات سے مجھے اُمید ہے کہ میرا یہ پیالہ بھی گم نہ ہوگا بلکہ مل جائے گا۔ خدا کی شان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ پیالہ مل گیا۔ عاصم کے ہمراہیوں نے اس زور سے تیر اندازی کی کہ ایرانی اپنی تیر اندازی بھول کر اپنے بچاؤ کی فکر کرنے لگے۔ مجاہدین اسلام کو اس سے بڑی مدد ملی۔ وہ بخوبی سے تیرتے رہے۔ جب وہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچے تو یزدگرد نے کہا۔ یہ عرب انسان ہرگز نہیں ہو سکتے ایسے تلاطم خیز جیسے دریا دجلہ کو تیر کو عبور کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ مہران اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے کہا۔ "ایشاں کہ بیجو بے پروا ے آئند مگر جن و آسیب بُودہ باشند"۔ (ترجمہ یہ لوگ جو اس بے پروائی سے آ رہے ہیں۔ یزدگرد نے کہا۔ مہران تم ان لوگوں کو دریا کے کنارے ہی پر روکو۔ میں مدائن جا کر شہر کا بندوبست کرتا ہوں۔ لیکن میرے یہاں سے جانے کی خبر لشکر کو نہ ہو ورنہ تمام ایرانی بددل ہو جائیں گے۔ مہران نے کہا آپ شوق سے جائیے آپ کے جاں نثار ان مٹھی بھر مسلمانوں کو دریا سے نکلتے ہی کاٹ کر ڈال دیں گے۔

یزدگرد چلا گیا۔ اس پر مسلمانوں کا خوف طاری ہو گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ جو قوم بے تکلفی سے بحر ذخائر جیسے دریا کو تیر کر عبور کر سکتی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی قوم نہیں کر سکتی۔ اسے ایرانیوں کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کا یقین کامل ہو گیا تھا۔ عاصم کے ہمراہی ابھی تک کر رہے تھے۔ ایرانی ان تیروں سے بچنے کے لیے ساحل سے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ جب مسلمان کنارہ کے قریب پہنچے تو تمام ایرانیوں پر اُن کی بے نظیر جرأت و ہمت کی دھاک بیٹھ گئی۔ چنانچہ وہ دیوان آمدند۔ دیواں آمند۔ (ترجمہ دیو آ گئے۔ دیو آ گئے!!) کہتے ہوئے کنارہ سے دُور ہٹتے چلے گئے۔ اب مسلمان دریا سے نکل نکل کر خشکی پر پہنچنے لگے۔ گھوڑے دم اور ایال ہلا ہلا کر ہنہنا کر خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ دوسرے کنارہ پر پہنچنے

Marfat.com

ہی سعد نے تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر عام حملہ کا اعلان کر دیا۔ تمام مسلمانوں نے ایک ساتھ مل کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ اس نعرہ کی زوردار آواز سے دشت و جبل گونج پیدا کر دی۔ مدائن کے قلعہ کی دیوار لرز گئی۔ ایرانی کانپ گئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ نعرہ لگاتے ہی مسلمانوں نے عام حملہ کر دیا۔ نہایت، جوش۔ پوری قوت اور بڑی سرگرمی سے حملہ کیا۔ تلواریں تڑپ کر میانوں سے نکلیں بجلی کی طرح کوندیں اور ایرانیوں کے سر دسینہ میں در آئیں۔ ایرانیوں نے بھی تلواریں کھینچ کر مقابلہ شروع کر دیا۔ جنگ مغلوبہ شروع ہو گئی۔ ایرانی سنگی چٹانوں کی طرح ڈٹ گئے۔ انہوں نے بھی مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ چونکہ دونوں فریق جوش میں تھے۔ دونوں گتھ گئے تھے۔ دونوں کی تلواریں تیزی سے کاٹنے لگی تھیں۔ اس لیے دم کے دم میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہزاروں جانباز کٹ کٹ کر خاک و خون میں لوٹنے لگے سر ٹھوکریں کھانے لگے۔ ہاتھ پیر اور دھڑ ٹاپوں میں روندے جانے لگے۔ خون کا دریا بہنے لگا۔ آفتاب نے اپنی روشنی میں خون آشام منظر دیکھا۔ مسلمان بڑے جوش و خروش میں تھے۔ نہایت بے جگری سے لڑ رہے تھے۔ سر جھکائے مصروف قتل تھے۔ ہر مسلمان سامنے والے ایرانی کو قتل کر کے دوسرے پر اس طرح جھپٹ پڑتا تھا۔ گویا وہ کسی بیش قیمت چیز کو لوٹنے کے لیے دوڑ رہا تھا۔ دراصل وہ ایرانیوں کو قتل کر کے ثواب لوٹ رہے تھے۔ جہاد سے زیادہ ثواب بھی کیا ہے۔ خوش قسمت تھے وہ لوگ کہ جو فرمان خداوندی کے بموجب لڑ کر دشمنوں کو قتل کر کے اپنی عاقبت سنوار رہے تھے۔ ایرانی ایک ایک انچ زمین کے لیے نہایت سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ بڑی جیداری سے مقابلہ کر رہے تھے۔ مگر اُن میں وہ جوش و خروش نہ تھا۔ جو مسلمانوں میں تھا لڑتے تھے ہمت کر کے حملہ کرتے تھے لیکن جب ان پر حملہ ہوتا تھا۔ تو کٹ کر گر پڑتے تھے۔ لیکن ایرانی زیادہ تھے۔ بہت زیادہ۔ اگر ایک ایرانی مارا جاتا تھا تو دوسرا اُس کی جگہ پر آنے کے لیے تیار ہوتا تھا۔ سعد ایک ہاتھ میں اسلامی علم لیے نہایت بہادری۔ بڑی جیداری۔ کمال جوش سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس پر حملہ کرتے اُسے قتل کیے بغیر نہ چھوڑتے

Marfat.com

جس طرف حملہ کر کے جاتے ۔صفوں کی صفیں اُلٹ دیتے ۔ایرانی حیرت سے ان کو دیکھ رہے تھے ۔اُن کے سن و سال ان کی ضعیف العمری کو دیکھ کر خیال کرتے تھے کہ یہ کیا لڑ سکیں گے ۔مگر جب وہ شیر کی طرح حملہ کرتے تو ہر حملہ میں ایک دو ایرانیوں کو مار ڈالتے ۔جس سے ان کی حیرت بڑھ جاتی ۔اپنے سپہ سالار کو اس طرح لڑتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں کا جوش المضاعف ہو رہا تھا ۔وہ بڑی سرگرمی ۔بڑی جانبازی بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے ۔ہر مسلمان کی یہ آرزو تھی کہ وہ تنہا تمام ایرانیوں کو مار ڈالتے ۔ عاصم ۔علید ۔جعفر ۔ہرمزان گھوڑوں کی کنوتیوں سے کنوتیاں ملاتے بڑی بے جگری ۔ بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے جس طرف ان کا رُخ ہو جاتا ۔کشتوں کے پشتے لگا دیتے ۔خون کا دریا بہا دیتے صفیں اُلٹ دیتے ۔

عاصم ۔علید ۔جعفر یا دوسرے عربوں کا لڑنا تحیّر خیز نہ تھا ۔ وہ عرب تھے ۔ ایرانیوں سے لڑ رہے تھے ۔لیکن تعجب تھا تو ہرمزان کی جنگ پر جو ایرانی ہوتے ہوئے ایرانیوں سے لڑ رہا تھا ۔کمال جانبازی سے لڑ رہا تھا ۔ سینکڑوں ایرانیوں کو اس وقت تک فنا ہ کے گھاٹ اُتار چکا تھا ۔کونسی تلوار تھی ۔جو اُس کے سر پر اُسے اڑانے کے لیے اُٹھائی ہوئی تھی ۔کون شخص تھا جو اُسے لڑنے پر مجبور کر رہا تھا ۔ وہ اب اور اب سے پہلے آزاد رہا تھا ۔اپنی خوشی سے مسلمانوں کے ساتھ تھا ۔اپنی خوشی سے دریا میں تیر کر آیا تھا اور اپنی خوشی سے اپنی قوم سے لڑ رہا تھا ۔یہ عامیانہ خیال کہ لوگوں کو تلوار کے زور سے مسلمان بنایا ناواقف یا بیہودہ لوگوں کا ہے یا اُن بزدلوں کا ہے جو مسلمانوں کی صُورت دیکھتے ہی لرز جاتے ہیں ۔ڈرتے ہیں ۔کہیں اُن کو تلوار دکھا کر مسلمان نہ بنا لیا جائے ۔کس قدر احمقانہ خیال ہے کہ مسلمان تلوار کے زور سے دوسری اقوام کو مسلمان کرتے رہے ۔گویا دُنیا کی تمام قومیں بزدل تھیں ۔ ڈرپوک تھیں ۔لامذہب تھیں ۔اپنے مذہب کو کچھ نہ سمجھ کر موت سے ڈر کر مسلمان ہو گئیں ۔ اس احمقانہ خیال کی اس وقت کوئی حد باقی نہیں رہتی ۔ جب یہ دیکھا جاتا کہ مسلمان ہونے والے پشتہا پشت سے مسلمان ہیں نہ اُن کے سر پر کوئی تلوار لٹک رہی ہے نہ ہی

Marfat.com

کسی کا خوف ہے۔ یہ مسلمانوں اور اسلام پر ایک الزام احمق لوگ لگاتے ہیں یا وہ لوگ جو تاریخ عالم سے ناواقف محض ہیں۔ یا وہ بزدل جو مسلمانوں کی تلوار کا اب بھی لوہا مانتے ہیں۔ حالانکہ مسلمان عرصہ ہوا تلوار چھوڑ چکے ہیں۔ اب ان کو تلوار چلانا تو کیا اٹھانا بھی نہیں آتا۔ مہران اور خرزاد ایرانیوں کو جوش دلا دلا کر اُبھار اُبھار کر لڑا رہے تھے۔ اتفاق سے عاصم اور ہرمزان نے مہران پر حملہ کر دیا۔ چاروں گتھم گتھا ہو گئے۔ بڑے جوش سے لڑنے لگے۔ ایرانی اور مسلمان ان کو لڑتا ہُوا دیکھ کر پیچھے دَب گئے۔ ہرمزان نے جھکائی دے کر تلوار ماری۔ مہران نے ڈھال سامنے کر دی۔ ڈھال کا ایک حصّہ کٹ گیا۔ مہران نے جوش میں آ کر وار کیا۔ ہرمزان نے تلوار بڑھا کر اپنی تلوار پر اس کی تلوار روکی۔ مہران کی تلوار پر پڑی۔ ہرمزان نے کاٹ کا اشارہ کیا۔ مہران کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ مہران نے یہ دیکھ کر تلوار کا دستہ پھینک دیا اور بھاگنا چاہا۔ ہرمزان سمجھ گیا۔ اس نے ڈپٹ کر کہا۔ بزدل مکّار میں چاہوں تو تجھے قتل کر سکتا ہوں۔ لیکن آسیہ کے بھائی کو کبھی قتل نہ کروں گا۔ البتہ بھاگنے بھی نہ دُوں گا۔ یہ کہتے ہی اس نے مہران کی پیٹی میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ مہران نے بھی زور کیا۔ سنبھلنا چاہا۔ مگر نہ سنبھل سکا۔ ہرمزان نے چھوٹے بچہ کی طرح اٹھا کر اُسے اپنے آگے کھینچ کر رکھ لیا۔ ادھر عاصم نے خرزاد پر حملہ کر کے اُسے زخمی کر دیا۔ وہ زخمی ہو کر بھاگا۔ اس کے بھاگتے ہی تمام لشکر بھاگ پڑا۔ مسلمانوں نے بھگوڑے ایرانیوں کا تعاقب کیا۔ انہوں نے ہزاروں ایرانیوں کو بھاگتے ہی بھاگتے مار ڈالا۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان ایرانیوں سے صاف ہو گیا یا تو وہ مارے گئے یا حلوان کی طرف بھاگ گئے۔ ان کے بھاگتے ہی سعدؓ نے تمام لشکر کو اکٹھا کیا۔ عاصم بن عمرو بھی اس عرصہ میں دریا عبور کر کے اس طرف آ گئے تھے۔ وہ بھی شامل ہو گئے۔ اب اسلامی لشکر نہایت شان کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہُوا۔ مدائن قریب ہی تھا۔ اس کی فصیل صاف نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں لشکر مدائن کے سامنے جا پہنچا۔ آج مدائن کے دروازہ پر نہ پہرہ تھا۔ نہ پہرہ دار دروازہ کھلا ہوا تھا۔ پہرہ دار غائب تھے۔ عساکر اسلامیہ بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہُوا۔ یہ وہی

Marfat.com

شہر تھا جہاں ہر وقت بازاروں، راستوں۔ عام گذرگاہوں میں لوگوں کی آمد و رفت کی وجہ سے چہل پہل رہتی تھی۔ آج تمام سڑکیں سارے کوچے سب بازار سونے پڑے تھے۔ ایک شخص کو بھی پتہ نہ تھا۔ عام اداسی برس رہی تھی۔ یہ دیکھ کر مسلمان زیادہ متاثر ہوئے اُن کے دل پر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھنچ گیا۔ بڑی عبرت ہوئی۔ سعد کی زبان سے بے اختیار یہ آیات نکل گئیں۔ "کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ کَرِیْمٍ وَّ نَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْہَا فٰکِہِیْنَ کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰہَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ"

ترجمہ :۔ بہت کچھ چھوڑے گئے۔ باغوں سے۔ اور چشموں سے و کھیتوں سے اور مقام پاکیزہ سے اور آرام کی چیزوں سے ان میں عیش کرتے اس طرح اور وارث کیا ہم نے ان کا دوسری قوم کو!!

Marfat.com

باب ۱۳

"نادراتِ زمانہ"

اسلامی لشکر نہایت جاہ و حشم سے فاتحانہ مدائن میں داخل ہوا تھا۔ وسیع راستوں سے گذر رہا تھا۔ سربفلک محلات کو دیکھتا جا رہا تھا۔ تمام بازار تمام محلات بند پڑے تھے۔ مسلمان اس عبرتناک منظر کو دیکھتے ہوئے قصر شاہی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ آفتاب اس وقت نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ ہر طرف دھوپ نہایت آب و تاب سے پھیلی ہوئی تھی۔ مجاہدین اسلام کے ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے۔ سب سے آگے حضرت سعدؓ تھے۔ اسلامی علم لیے ہوئے جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے افسران فوج تھے۔ افسروں کے پیچھے عام لشکر تھا۔ مدائن کا فتح ہونا ایک عجوبہ روزگار بات تھی۔ ایرانی بہادر تھے۔ اور ان کا لشکر بیشمار تھا۔ جس قدر چاہتے اور لشکر فراہم کر لیتے دولت کی کمی نہ تھی۔ خزانے بھرے پڑے تھے۔ رسد اور آلات حرب کے خرید پر جس قدر چاہتے خرچ کر دیتے۔ مدائن ساسانیوں کا صدہا سالہ دار السلطنت تھا۔ اس کے بچانے کے لیے ایرانیوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ قدم قدم پر مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ اپنی تاریخی روایات کو برقرار رکھنے کے لیے نہایت بہادری سے لڑے۔ دار السلطنت کو بچانے کے لیے جو کچھ وہ کر سکتے تھے کیا لیکن کوئی کوشش کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ شکست ہوئی اور ایسی شکست ہوئی کہ حملہ

Marfat.com

کرنا تو درکنار مدافعت بھی نہ کر سکے۔ بھاگے اور بُری طرح بھاگے۔ دارالسلطنت اور اس کے باشندے ان کے حال پر چھوڑ دیئے گئے۔ مسلمانوں کو یقین تھا کہ وہ کسریٰ کو زیر کرلیں گے۔ دارالسلطنت پر قابض ہو جائیں گے۔ ساسانیوں کے خزانہ پر تصرّف حاصل کریں گے۔ اس یقین کی وجہ آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی تھی۔ ہادیٔ برحق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ سَتُفتح علی امّتی کنوز کسریٰ دقیصر۔ (ترجمہ) قریب ہے کہ میری اُمّت پر کسریٰ کے خزانے کھُل جائیں گے۔") مسلمانوں کو اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کا ایسا ہی یقین تھا۔ جیسے دن میں سُورج کا نکلنا۔ آخر آنحضرت صلعم کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ کسریٰ کو شکست ہوئی۔ دارالسلطنت مدائن پر قبضہ ہو گیا۔ کسریٰ کا خزانہ ہاتھ لگنے میں اب کیا بات باقی رہ گئی تھی۔ بڑھتے بڑھتے سعد قصر شاہی پر آکر رُکے۔ آپ نے حیرت سے اس بادشاہ کے عالیشان محل کو دیکھا۔ جس کی ہیبت تمام دُنیا پر چھائی ہُوئی تھی۔ یورپ اور ایشیا کے بادشاہ جس سے ڈرتے تھے۔ عیسائیوں کا بارعب جلال بادشاہ ہرقل اعظم جس سے خائف رہتا تھا۔ فوراً سعد گھوڑے سے نیچے اُتر آئے ان کے اترتے ہی تمام لشکر گھوڑوں سے اتر اُتر کر پیادہ ہو گیا۔ اب سعد بسم اللہ کر کے قصر کے دروازہ میں داخل ہوئے۔ دروازہ عُبور کر کے باغیچہ میں پہنچے۔ دوسرا دروازہ عبُور کیا۔ چمن زار میں آئے تمام لشکر آپ کے ہمراہ تھا۔ تھوڑے سے آدمی گھوڑوں کی حفاظت کے لیے باہر رہ گئے تھے۔ جب آپ قصر شاہی میں داخل ہوئے۔ اور چبوترہ پر چڑھ گئے۔ تو بیساختہ آپ کی زبان پر یہ آیت آئی۔ کَمْ تَرَکُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیْمٍ وَّنَعْمَۃٍ کَانُوْا فِیْھَا فٰکِھِیْنَ

کَذٰلِکَ وَاَوْرَثْنٰھَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ۝

ترجمہ: یعنی وہ بہت سے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ عمدہ مقام اور اس ناز و نعمت کو چھوڑ گئے۔ جس کے نشہ میں وہ باتیں بنایا کرتے تھے۔ ایسا ہی ہُوا اور ان چیزوں کا ہم نے دوسرے لوگوں کو وارث کر دیا"۔

چلتے چلتے سعد ایک وسیع کمرہ میں پہنچے۔ یہاں وہ رُکے۔ وضو کے لیے

Marfat.com

پانی منگایا۔ پانی آتے ہی وضو کیا اور صلوٰۃ الفتح (نماز فتح) کی آٹھ رکعتیں ایک ہی نیت سے پڑھیں۔ نماز پڑھ کر حکم دیا کہ قصر میں جو ایرانی ملے اسے اسیر کرلاؤ۔ ہر طرف مسلمان پھیل گئے۔ ہر کمرہ میں پہنچے۔ تمام کمرے بیش قیمت آرائشی سامان سے آراستہ تھے۔ دلہن کی طرح سجے ہوئے تھے۔ دُنیا بھر کا سامان عیش موجود تھا۔ مسلمانوں کی آنکھیں کھل گئیں۔ مگر انہوں نے کسی کمرہ کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا۔ حالانکہ بڑی بڑی بیش قیمت چیزیں تھیں۔ سونے چاندی کے برتن۔ موتیوں کی جھالریں۔ ہیرے جواہرات کی مالائیں مرصع سونے کے زیورات سب ہی کچھ تھے۔ لیکن ایک مسلمان نے بھی کسی چیز کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔ حیرت ہوتی ہے کہ مسلمان کس قدر سیر چشم اور متدین تھے۔ مسلمانوں نے ہر کمرہ کو دیکھا۔ سارے قصر میں پھرے لیکن ایک ایرانی بھی نہ ملا۔ سعد کو اطلاع کر دی گئی۔ ان کو تعجب ہوا کہ شاہی قصر خالی پڑا ہے۔ ایک متنفس بھی نہیں لوگ کہاں گئے۔ دراصل قصر کے تمام محافظ۔ سارے نوکر چاکر بھاگ گئے تھے۔ سعدؓ کو یہ حیرت تھی کہ یزدگرد کہاں چلا گیا یا کہیں روپوش ہو گیا۔ آسیہ کو تہ خانوں کا کچھ کچھ حال معلوم ہو گیا تھا۔ وہ عاصم اور عبید کو ہمراہ لے کر تہ خانوں کے خفیہ کمروں میں گئی۔ یہ کمرے بھی خالی تھے۔ یہ تینوں واپس لوٹ رہے تھے کہ ایک آدمی سیاہ نقاب ڈالے ہوئے۔ آسیہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ آسیہ نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ یہ خسرو تھا۔ وہی خسرو جس نے اُسے اور لیلے کو رہا کرایا تھا۔ آسیہ نے نہایت ادب سے اُسے سلام کیا۔ خسرو نے اپنا نقاب اُتار ڈالا۔ اُس نے کہا۔ آسیہ یزدگرد کی حماقت اور عیش پرستی آخر اپنا رنگ لائی۔ آج عراق کے ساسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ ایرانی عربوں کے محکوم ہو گئے۔

آسیہ نے کہا۔ ظالم کا یہی انجام ہوتا ہے۔ مگر وہ گیا کہاں؟

خسرو۔ وہ بھاگ گیا۔ کاش وہ پکڑا جاتا۔ بیٹی کیا مسلمان مدائن میں قتل عام کریں گے۔ کیا مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیزیں بنا لیں گے!!

آسیہ۔ میرے خیال میں ایسا نہ کریں گے۔ جو لوگ جنگ میں گرفتار ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ وہ چاہے جو کریں لیکن شہریوں کے ساتھ بُرا سلوک نہ

Marfat.com

کریں گے۔
خسرو۔ لیکن بیٹی یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کو پامال کردیتی ہے۔ مسلمانوں نے تلوار کے زور سے شہر فتح کیا ہے کیا وہ خونریزی سے باز رہ جائیں گے۔ کیا لوٹ مار نہ کریں گے۔ کیا گھروں کو نہ جلائیں گے کیا قصر شاہی کو آگ نہ لگا دیں گے۔
آسیہ۔ کبھی نہیں بزرگ خسرو! آپ مسلمانوں سے واقف نہیں ہیں۔ نہایت رحم دل، سیر چشم بامروت قوم ہے۔ ابتک جس شہر یا قلعہ پر انہوں نے قبضہ کیا ہے۔ وہاں کے ایک شخص کو بھی ہلاک نہیں کیا۔ ایک گھر کو بھی نہیں لوٹا۔ ایک محل کو بھی آگ نہیں لگائی۔ علاوہ اس کے لیلے نے سالار اعظم سے سفارش کی ہے
خسرو۔ میری بیٹی اگر انہوں نے مدائن میں قتل وغارت گری کرنی چاہی تو کیا تو بچا۔ئے گی۔
آسیہ۔ ضرور بچاؤں گی۔ اپنے وطن کو اپنی قوم کو ضرور بچاؤں گی۔ لیلے بھی انتہائی کوشش کرے گی۔
عاصم اور عبید نے آسیہ سے اسکی سرگذشت سننے کے وقت یہ سن لیا تھا کہ خسرو نے اُسے اور لیلے کو آزاد کرایا ہے وہ دونوں اُس کے مشکور تھے عاصم نے کہا۔ بزرگ محسن آپ نے میری ہمشیرہ اور آسیہ کو ظالموں کے پنجے سے چھڑایا تھا۔ ہم آپ کے مشکور ہیں۔ جو آپ کہیں گے منظور کیا جائے گا!!
خسرو۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ اہل مدائن کو امان دی جائے۔ وہ بے قصور ہیں۔ قصور یزدگرد یا اُس کے مشیروں کا ہے۔
عاصم۔ ہم سپہ سالار سے اس بات کی سفارش کریں گے۔
آسیہ نے خسرو سے دریافت کیا۔ بزرگ محسن مراجل کہاں ہے۔
خسرو۔ اسی قصر میں جہاں تم نے اسے چھوڑا تھا۔
آسیہ۔ اُسے یہاں لے آؤ۔
خسرو۔ لاؤں گا شام کے وقت کیا مجھے واپس جانے کی اجازت ہے۔
عاصم نے کہا۔ تمہارے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ تم ہر طرح

Marfat.com

آزاد ہو۔ جب جی چاہے آؤ۔

خسرو۔ آپ کا شکریہ۔ میں دن چھپنے سے پہلے حاضرِ خدمت ہوں گا۔

خسرو چلا گیا۔ علبد۔ عاصم اور آسیہ واپس آ گئے اس وقت آفتاب نصف النہار سے آگے بڑھ گیا تھا۔ آج جمعہ کا دن تھا۔ جمعہ کی نماز ظہر سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ مسلمان نماز پڑھنے کی تیاری کر رہے تھے۔ چمن زار میں چھوٹی چھوٹی نہریں رواں تھیں۔ تمام مسلمان نہروں کے کناروں پر بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ عاصم اور علبد نے بھی وضو کرنا شروع کیا۔ اب اذان ہوئی۔ خدائے بزرگ و برتر کا باہیبت و جلال نام پہلی مرتبہ کسریٰ کے محل میں بلند آواز سے پکارا گیا۔ اذان ہوتے ہی تمام مسلمان ایک نہایت وسیع کمرہ میں پہنچے اس کمرہ میں کسریٰ کا تخت رکھا تھا۔ تخت علیحدہ کر کے منبر نصب کیا گیا۔ اس کمرہ میں حضرت خضرؑ کا مجسمہ رکھا ہوا تھا۔ زرتشت۔ گشتاسپ اور اسفندیار کی تصویریں آویزاں تھیں اور بہت سی مجسم قدِ آدم تصویریں ایک طرف لگ رہی تھیں۔ سعد نے نہ ان تصویروں کو توڑا نہ ہٹایا۔ بلکہ بدستور رہنے دیا۔ تمام مجاہدین ایک کمرہ میں نہ آسکے باہر چبوترہ پر فرش کر دیا گیا۔ دُور تک چبوترہ بھر گیا تھا۔ نماز پڑھی گئی۔ نہایت رجوع قلب سے پڑھی گئی۔ خلوص دل سے خدا کا شکریہ ادا کیا گیا۔ یہ پہلا جمعہ تھا۔ جو عراق میں خاص ایوان کسریٰ میں قصر ابیض کے اندر ادا کیا گیا۔ اب تک نمازیں قصر میں ادا کی جاتی رہی تھیں۔ مگر اب قیام کا ارادہ ہو گیا تھا۔ اس لیے پوری نمازیں ادا کی جانے لگیں۔ چونکہ عراق میں داخل ہونے کے بعد سے اب تک برابر سفر جاری رہا تھا۔ کسی مقام پر اطمینان سے قیام نہ ہوا تھا۔ اس لیے نمازیں قصر میں ادا کی جاتی رہیں۔ جمعہ پڑھنے کی نوبت نہ آتی۔ آج اطمینان ہوا تو جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔ نماز سے فراغت کر کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا گیا۔ سب سے پہلے مجاہدین نے کھانے کا انتظام کیا۔ کھانے سے فراغت کر کے آرام کرنے لگے۔ عورتیں قصر کے شمالی حصّہ میں اتاری گئیں۔ ہر قبیلہ کی عورتیں جُدا جُدا کمروں میں ٹھہریں۔ ایک وسیع کمرہ میں لیلےٰ پروین۔ خیزران اور آسیہ نے قیام کیا تھا۔ یہ چاروں مہ پارہ لڑکیاں کھانے

سے فارغ ہو کر بیٹھی دل لگی کر رہی تھیں۔ خیزران نہایت شوخ تھی۔ اس کی کوئی بات شوخی سے خالی نہ ہوتی تھی۔ اس وقت اس کا جی آسیہ کو چھیڑنے کیلئے چاہ رہا تھا۔ اُس نے پری جمال آسیہ سے کہا۔ تم جادو کب سے سیکھ گئی ہو آسیہ؟ آسیہ نے حیران ہو کر خیزران کو دیکھا۔ خیزران کے چہرہ پر شوخی کا نشان بھی نہ تھا۔ بڑی بھولی بنی بیٹھی تھی۔ لیلےٰ اور پروین نے اُسے حیرت سے دیکھا خلافِ معمول اس وقت اس کے منوّر چہرہ سے شوخی کے بجائے بھولا پن دیکھ کر ان کو اور بھی تعجّب ہوا۔ آسیہ نے کہا جادو میں جادو کیا جانوں خیزران؟ خیزران نے انتہائی بھولے پن سے کہا۔ پھر یہ کیا بات ہے؟ لیلےٰ اور پروین حیران ہو کر اُسے دیکھ رہی تھیں۔ آسیہ بھی سخت متحیّر تھی۔ اُس نے دریافت کیا کیا بات ہے ——؟

خیزران۔ بھائی جان تمہارا ہی کلمہ کیوں پڑھنے لگے۔

حُور جمال لیلےٰ۔ پری جمال پروین اور رشکِ قمر آسیہ سمجھتی تھیں کہ خیزران کوئی خاص بات کہے گی۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ وہ محض چھیڑنا چاہتی ہے تو لیلےٰ اور پروین مسکرانے لگیں۔ آسیہ شرما گئی۔ اُس نے شرمیلی نظروں سے شوخ و شریر خیزران کو دیکھ کر کہا۔ خیزران تم بہت زیادہ شوخ ہو گئی ہو۔ میں تمہارا لحاظ کر رہی ہوں ورنہ ... ـ ـ ... ... پروین نے مسکرا کر کہا۔ سزا دیتیں ——

خیزران نے بھولے پن سے کہا۔ سزا جس قدر چاہے دے لو مگر للہ سزم افزا ہوشربا نگاہوں سے نہ دیکھو۔ خدا کی قسم تمہاری آنکھوں میں جادو کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ بھلا ان مست انکھڑیوں کو دیکھ کر کون اپنے دل پر قابو رکھ سکتا ہے پروین نے ہنس کر کہا۔ بخدا کوئی نہیں۔ آسیہ نے پروین کو دیکھ کر کہا نگاہیں تو تمہاری ہوشربا ہیں۔ جادو تو تمہاری آنکھوں میں بھرا ہے جس پر آپ کی نظر پڑ جاتی ہے وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔

خیزران۔ اپنی بات دُوسروں پر نہ تھوپو۔

آسیہ۔ اچھا عاصم کو بلا کر دریافت کر لو دیکھو کیا کہتے ہیں۔

Marfat.com

اب پروین کے شرمانے کی باری تھی۔ اس کی بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھک گئیں منور چہرہ شرم و حیاء کی رنگینیوں میں ڈوب گیا۔ خیزران نے کہا۔ اچھا تم یہ چاہتی ہو کہ بھائی ہرمزان کو بلا کر دریافت کرو۔ ٹھہر و میں ان کو بلاتی ہوں خیزران اٹھنے لگی۔ آسیہ نے اس کا آنچل پکڑ کر بٹھاتے ہوتے کہا اچھا میں اب سمجھی اس بہانہ سے جعفر کو دیکھنا چاہتی ہو تم کیوں کہیں جاتی ہو میں ہی بلا دوں گی نہ۔ اب خیزران شرما گئی۔ اس نے جادو نگار شرمیلی نظروں سے آسیہ کو دیکھ کر کہا تم ان کا ذکر کیوں لے بیٹھیں وہ تو بڑے نیک ہیں۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ دنیا میں نیک ہی دو ہیں۔ ایک تم اور ایک جعفر۔

پروین نے مسکرا کر کہا۔ جعفر تو بلاشبہ نیک ہیں۔ مگر خیزران کی نیکی میں مجھے شبہ ہے۔

آسیہ۔ کیا یہ نیکی نہیں ہے کہ یہ کسی کو ہر وقت یاد کرتی رہتی ہیں۔

پروین۔ اگر ایسا ہوتا تو بلاشبہ نیک ہوتیں یاد رکھو نیک کبھی سنگدل نہیں ہوتا۔ مگر یہ تو سنگدل ہیں۔ جب جعفر کو دیکھتی ہیں۔ منہ پھیر لیتی ہیں۔ وہ بے چارہ ٹھنڈا سانس بھر کر رہ جاتا ہے۔

خیزران نے مسکرا کر کہا۔ تم تو رحم دل ہو پروین عاصم کو دیکھتے ہی باغ باغ ہو جاتی ہو۔ خوب گھل مل کر باتیں کرتی ہو۔ اب عصر کا وقت قریب آگیا تھا۔ دھوپ سمٹ سمٹا کر دیواروں کی بلندی پر پہنچ گئی تھی۔ تمام دن گرم گرم چلنے والی ہوا کے جھونکے دھیمے ہو کر خوشگوار بن گئے تھے اس وقت مراجل اس کمرہ میں داخل ہوئی۔ نہایت بیش قیمت پوشاک پہنے ہوئے تھی۔ اس کے پیارے چہرہ سے غم و فکر کے آثار ظاہر تھے۔ اس کے دیکھتے ہی چاروں سیم تن لڑکیاں استقبال کے لیے اٹھیں۔ خوش ہو کر اس کی طرف بڑھیں۔ مراجل کے فکر مند چہرہ سے بھی ہلکی سی مسرت کی جھلک نمودار ہوئی۔ وہ خندہ پیشانی کے ساتھ سب سے ملی۔ خصوصاً لیلےٰ سے نہایت گرم جوشی سے ملی۔ اسے خوب پیار کیا۔ مراجل کو متفکر اور مغموم دیکھ کر تمام لڑکیاں متاثر ہوئیں۔ آسیہ نے

Marfat.com

دریافت کیا تم غمزدہ کیوں ہو مراجل ؟ مراجل نے آہ سرد بھر کر کہا۔ آہ آج ہر ایرانی غمزدہ ہے۔ ساسانی حکومت کی بہار خزاں سے تبدیل ہو گئی۔ ایران کے آزاد باشندے غلامی کی لعنت میں اسیر ہو گئے۔ مادر وطن پر اغیار کا قبضہ ہو گیا۔ پروین نے کہا۔ غم نہ کرو مراجل تم جانتی ہو کہ ایرانی حکومت کس قدر تکلیف دہ تھی۔ ہر شریف مصیبت میں گرفتار تھا۔ ہر محب وطن جان چھپاتے پھرتا تھا۔ شکر کرو وہ جور و استبداد کا دور ختم ہو گیا۔ اگرچہ ایرانی غلام ہو گئے۔ لیکن اس قوم کے غلام ہوتے ہیں جس کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں نثار ہیں۔ اب یہ سب پری جمال، لڑکیاں بیٹھ گئیں۔ مراجل نے لیلےٰ سے خطاب کر کے کہا لیلےٰ یقین ہے کہ تم کو کوئی بھی نہیں بھول سکتا۔ آسیہ نے ہنس کر کہا۔ غیر ممکن ہے جو تم کو کوئی بھول جائے۔ تمہاری پیاری صورت پہلی ہی نظر میں دل پر نقش ہو کر اپنی یادگار چھوڑ جاتی ہے۔ مراجل مسکرانے لگی۔ اُس نے کہا۔ میری صورت ایسی تو نہیں ہے آسیہ خیزران نے ہنس کر کہا۔ جی بالکل نہیں لیکن یزدگرد شاید کس ادا پر فریفتہ ہو گیا تھا۔ مراجل کن انکھیوں سے لیلےٰ کو دیکھ کر مسکراتے ہوتے کہا۔ وہ تو لیلےٰ پر فدا تھے۔ آسیہ نے شوخی سے ہنس کر کہا اچھا میں سمجھتی تم اسی رشک کیوجہ سے یزدگرد کی گرفت سے نکل کر بھاگی تھیں۔ مراجل نے شرما کر آسیہ کو دیکھا اور مسکرا کر کہا۔ ٹھیک سمجھیں۔ مگر بہت دیر میں سمجھ آتی۔

آسیہ۔ اب میں کسی کے دل کو ٹٹولتی تو نہیں پھرتی مجھے - - - - - - - -

ابھی آسیہ کا فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ عصر کی اذان ہوئی۔ سب خاموش ہو گئیں۔ اذان ختم ہوتے ہی دعا پڑھی اور وضو کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ کمرہ سے باہر آ کر وضو کیا۔ واپس جا کر نماز پڑھنے لگیں۔ مراجل۔ آسیہ خیزران اور پروین کو لیلےٰ کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اُسے آسیہ کے مسلمان ہونے کا حال تو معلوم تھا۔ مگر پروین اور خیزران کے متعلق معلوم نہ تھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئی۔ تو مراجل نے پروین سے دریافت کیا کیا تم بھی مسلمان ہو گئی ہو ؟ پروین نے کہا۔ ہاں میں خیزران ہرمزان میرے والد اور شاہی رسالہ کے چار ہزار سوار سب مسلمان ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

مراجل۔ تعجب ہے جس مذہب کی آغوش میں تم پل کر جوان ہوئیں جس مذہب پر تمہارے بزرگ چلے تم نے اس مذہب کو چھوڑ دیا۔

پروین۔ مراجل تم کو معلوم ہے کہ ہمارے پہلے بزرگ تو مہ آبادی مذہب رکھتے تھے۔ چاند اور ستاروں کو پوجتے تھے۔ حضرت زرتشت نے آتش پرستی کی بنیاد رکھی مہ آبادی مذہب چھوڑ کر آتش پرست بن گئے وہ آگ کو انوار الہٰی سمجھ کر پوجنے لگے۔ یزدان اور اہرمن دو خداؤں کے قائل ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے بزرگ کسی ایسے مذہب کی تلاش میں تھے۔ جو خدا تک راہ نمائی کرے۔ خدا کا شکر ہے۔ ہم کو ایسا مذہب مل گیا۔ اسلام صرف خدا پرستی کی تلقین کرتا ہے۔ خدا پرستی کا صحیح راستہ بتاتا ہے۔ ستارے چاند۔ سورج۔ آگ۔ پانی۔ مٹی۔ پتھر۔ شجر۔ تصویریں سب کی پرستش سے منع کرتا ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔ مراجل کچھ کہنے ہی والی تھی کہ عاصم آ گیا۔ اس نے کہا آسیہ تم کو سالار اعظم نے بلایا تھا۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے عاصم کو دیکھ کر دریافت کیا۔ مجھے بلایا ہے؟ خیزران نے ہنس کر کہا۔ ہاں تمہیں کسی سے سن لیا ہو گا کہ آسیہ بڑی خوبصورت ہے۔ دیکھنے کے لیے بلایا ہے۔

آسیہ نے مسکرا کر کہا۔ جب تو پروین کو لیجاؤ۔ سب سے زیادہ خوبصورت تو یہ ہے۔ چاند کا ٹکڑا ہیں۔ چاند سے بڑھ کر حسین ہیں۔ پروین شوخی سے گھور کر آسیہ کو دیکھنے لگی۔ مراجل نے کہا۔ مگر انہوں نے تعریف تو تمہاری سنی ہے۔

آسیہ۔ نام میں دھوکہ ہوا ہو گا یا ممکن ہے۔ خیزران کی تعریف سنی ہو یہ پری پیکر ہیں۔ نور مجسم ہیں۔ حسن کی دلکش تصویر ہیں!!

عاصم ان پریوں کی چھیڑ چھاڑ سن کر محفوظ ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ کچھ دیر اور ان کی دلکش ظریفانہ باتیں سنے لیکن وہ سالار اعظم کے پاس سے آیا تھا۔ جلد واپس جانا تھا۔ اس لیے اس نے کہا۔ سالار اعظم نے نہ کسی کی تعریف سنی ہے نہ کسی حسینہ کو حسن کی ملکہ خطاب دینا چاہتے ہیں۔ اس وقت مہران کا معاملہ درپیش ہے۔ آسیہ کو اس لیے بلایا ہے کہ اسے اپنے بھائی کے متعلق کچھ کہنا تو نہیں ہے۔ آسیہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا میں اپنے بھائی

Marfat.com

کے لیے کہوں گی یہ بہت کچھ کہوں گی۔ چلو عاصم میں اسے بچانے کے لیے گڑگڑاؤں گی۔ لیلیٰ نے کہا آسیہ تم اس بات کو بھول جانا کہ مہران نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے۔ تم اُسے بچانا۔ ایک شریف لڑکی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی پر اپنی اولاد۔ اپنی دولت اپنی جان نثار کر دے بھائی کیسا بھی کیوں نہ ہو۔ لیکن پھر بھائی ہے۔ بھائی کا ملنا مشکل ہے۔ آسیہ نے کہا میں بچاؤں گی۔ سالار اعظم کے سامنے گڑگڑاؤں گی۔ ہاتھ جوڑوں گی۔ پاؤں پڑوں گی۔ الغرض اُسے بچانے کے لیے سب کچھ کروں گی۔

لیلیٰ۔ شاباش جاؤ۔ یقین ہے۔ سالار اعظم تمہارے کہنے سے اسے معاف کر دیں گے۔

عاصم نے لیلیٰ سے خطاب کر کے کہا۔ لیکن اس پر الزامات زیادہ ہیں۔ سب سے زیادہ دو الزامات سنگین ہیں۔ ایک آسیہ کو زدوکوب کرنے کا اور دوسرا لیلیٰ پر مصیبت کے پہاڑ توڑنے کا۔ ایک اور الزام بھی ایسا ہی سنگین ہے لیکن ... ...

آسیہ نے لیلیٰ کی طرف ملتجیانہ نظروں سے دیکھ کر قطع کلام کر کے کہا لیلیٰ کیا تم میرے بھائی کو معاف نہ کرو گی۔ لیلیٰ نے کہا آسیہ میں نے معاف کر دیا۔ بھائی عاصم میری طرف سے تصدیق کر دیں گے۔ اب آسیہ عاصم کی طرف مخاطب ہوئی اُس نے کہا اور کونسا الزام ہے۔ عاصم نے کہا۔ جب لیلیٰ نے معاف کر دیا۔ تو اب وہ الزام باقی ہی نہ رہا۔

آسیہ۔ آخر وہ کونسا الزام تھا!

عاصم۔ علبید کو گرفتار کر کے لانا۔

آسیہ۔ لیکن وہ گرفتار تو تمہیں بھی کر کے لاتے تھے۔

عاصم۔ مگر میں نے پہلے ہی اُسے معاف کر دیا تھا۔ علبید نے کہا تھا کہ اگر لیلیٰ اُسے معاف کر دے گی تو وہ بھی کر دیں گے۔

آسیہ۔ آہ تم مسلمان کس قدر نیک ہو تم دشمنی کو کس قدر جلد از جلد بھول جاتے ہو۔ میں آپ سب کی مشکور رہوں۔

Marfat.com

عاصم۔ اس میں شکریہ کی کیا بات ہے تم مسلمان ہو گئی ہو اسلام نے تمہیں ہماری بہن بنا دیا ہے۔ ایک بھائی ایک بہن کی دل شکنی کیسے گوارا کر سکتا ہے۔

آسیہ۔ آؤ چلو یقین ہے۔ سالار اعظم بھی انہیں معاف کر دیں گے۔

عاصم۔ یقیناً معاف کر دیں گے۔

آسیہ نے نقاب اپنے چہرہ پر ڈالی۔ دونوں چلے کمرہ سے باہر نکلے۔ اس بڑے کمرہ میں پہنچے جس میں نماز جمعہ پڑھی گئی تھی۔ تمام کمرہ آدمیوں سے کھچا کھچ بھرا ہُوا تھا۔ صدر میں حضرت سعد بیٹھے تھے۔ ان کے برابر داہنی طرف عرطفہ بن خالد۔ عبید۔ شرجیل۔ ہاشم اور بائیں طرف عبداللہ۔ عاصم بن عمرو۔ سوار بن سلمان۔ زیاد۔ ہلال، ہجری اور باقی کمرہ میں دوسرے افسر اور سرداران لشکر بیٹھے تھے۔ ان کے برابر مہران ریشم کی مضبوط ڈور سے بندھا بیٹھا تھا عاصم آسیہ کو ہمراہ لے کر سعد کے پاس پہنچے۔ سب سے پہلے مہران کی اس پر نظر پڑی آسیہ نے اُسے دیکھا!!

مہران کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ ہونٹ خشک تھے۔ وہ نہایت خائف معلوم ہوتا تھا۔ اس نے گھبرا کر آسیہ کو دیکھا۔ اس کی نگاہیں مایوسی کی جھلک لیے ہوئے تھیں آسیہ رحمدل تھی۔ نہایت رحمدل وہ پہلے ہی مہران کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی دل سے اسے معاف کر چکی تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اسے قلبی صدمہ ہُوا۔ جی چاہا کہ دوڑ کر اپنے بھائی سے لپٹ جائے۔ مگر مردوں کی موجودگی نے اسے روکا۔

عاصم نے سعد کے پاس بیٹھتے ہُوئے کہا آسیہ آگئی ہے۔

سعد نے کہا۔ آسیہ بیٹھ جاؤ۔ آسیہ بیٹھ گئی۔ سعد نے پھر کہا۔ آسیہ تم جانتی ہو کہ مہران نے مسلمانوں پر کس قدر مظالم کیے ہیں۔ یزدگرد اور اُس کے مشیروں نے کلمہ گوؤں پر جو ستم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ ان سب میں مہران پیش پیش رہا ہے۔ عاصم کے کہنے سے میں نے وہ تمام قصور معاف کر دیئے لیکن تم پر جو اس نے ظلم کیا ہے یا لیلےٰ پر جو سختیاں کی ہیں۔ وہ ناقابل عفو ہیں۔ میں ان کو معاف نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو اُس نے نشانۂ ستم بنایا۔ وہ زیادہ تر

Marfat.com

شہید ہو چکے ہیں۔ ایرانی سلطنت کے زوال نے ان کا خون بہا ادا کردیا لیکن تم اور لیلےٰ جب تک اُسے معاف نہ کردو۔ معاف نہیں کیا جاسکتا۔ سعد خاموش ہوتے آسیہ نے کچھ کہنا چاہا۔ سعد نے اُسے روکتے ہوئے کہا۔ ٹھہرو جو کچھ کہو سوچ سمجھ کر کہنا۔ اس میں شبہ نہیں کہ مہران خطا کار ہے۔ قصور وار ہے۔ مگر تمہارا بھائی ہے۔ ممکن ہے تم کو جوش انتقام بدلہ لینے پر مجبور کردے اور تم اسے معاف نہ کرو۔ اس صورت میں وہ سزائے موت پائے گا۔ مگر اس کی موت تم کو خون کے آنسو رلائے گی۔ پھر تم اپنے بھائی کو نہ پاسکوگی۔ اب سوچ سمجھ کر جواب دو بدلہ چاہتی ہو یا معاف کرتی ہو؟ آسیہ نے جلدی سے کہا۔ میں نے معاف کردیا میں بدلہ لینا نہیں چاہتی۔ سعد خوش ہوئے اور انہوں نے کہا۔ عورت کی فطرت مردوں کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ وہ آسیہ ہے جسے مہران نے گرفتار کرایا۔ شاہی انگشتری کی چوری کا الزام لگایا۔ مسلمان ہونے پر زنجیروں سے مارا۔ پیاس سے لبوں پر جان آجانے پر بھی پانی کا ایک قطرہ نہ دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ اس سے اپنا انتقام لیتی۔ مگر اس کی نسوانی فطرت نے سب کچھ بھلادیا۔ اس بھائی کو جو اُسے قتل کرنے پر تیار تھا موت کے قریب دیکھ کر معاف کردیا۔ آسیہ مہر و وفا کا پیکر ہے۔ مہران ظلم و بے دردی کا مجسمہ مہران تو نے ایک لڑکی کے جذبات محبت کو دیکھا۔ مہران نے کہا دیکھا۔ میرا قلب اس پیکر وفا نے منقلب کردیا۔ اب میں وہ مہران نہیں رہا۔ جو اب سے پہلے تھا۔ وہ مہران مرگیا۔ وہ ظالم تھا۔ ناخدا ترس تھا۔ عیار تھا۔ سفلہ تھا۔ اب وہ مہران آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ جو ان باتوں سے بالاتر ہے۔ آسیہ۔ خسرو۔ روزبہ۔ عاصم اور عبید کو حیرت ہوئی انہوں نے اس کے چہرہ کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں اس کے جذبات کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کے دل نے نیکی کو قبول کرلیا ہے اور وہ اپنی گذشتہ شیطانی کرتوت پر متاسف ہے۔ سعد نے عاصم سے دریافت کیا۔ آپ نے لیلےٰ سے دریافت کیا تھا۔ عاصم نے جواب دیا۔ لیلےٰ نے بھی معاف کردیا ہے سعد نے مہران سے خطاب کرکے کہا۔ مہران اب تم آزاد ہو۔ یہ کہتے ہی انہوں نے ایک عرب سردار کو اشارہ کیا۔ اُس نے فوراً مہران کے بند کھول دیئے

Marfat.com

مہران نے اُٹھ کر کہا۔ اب آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔ آپ کا کسی قسم کا دباؤ مجھ پر نہیں رہا۔ کیا میں مختار ہوں کہ جہاں چاہوں جا سکوں !!

سعد۔ ہاں تم مختار ہو۔ غالباً تم یزدگرد کے پاس جاؤ گے۔

مہران۔ نہیں وہ بزدل بادشاہ تھا۔ اُسے اپنی قوم اور اپنے ملک کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دینا چاہیئے تھا۔ مگر وہ اپنی جان بچا کر بھاگ گیا۔ ملک و قوم کی ذرّہ بھر پرواہ نہ کی۔ ایسے شخص سے کسی کو کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

سعد۔ پھر کہاں جانے کا قصد ہے۔

مہران۔ کہیں نہیں میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔

سعد۔ بہتر ہے تم ہمارے ساتھ رہو۔ ہمارے ہمراہ ایرانی جاسوس ہیں۔ تم کو اُن پر افسر مقرر کر دیا جائے گا۔

مہران۔ کیا میں مسلمان نہیں ہو سکتا؟

سعد۔ ہو سکتے ہو ہر شخص ہر وقت مسلمان ہو سکتا ہے۔

مہران۔ تو مجھے مسلمان کر لیجیئے۔

سعد اور تمام مسلمان خسرو اور روزبہ سب حیران ہوئے سعد نے کہا مہران تم بُرے نہیں تھے۔ بُری صحبت نے تم کو بُرا کر دیا تھا۔

مہران۔ نہیں میں خود ہی بُرا تھا۔ میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں۔ میں مسلمان ہو کر گناہوں کا کفارہ ادا کروں گا۔

فوراً سعد نے اسے کلمہ پڑھا کر مسلمان کر لیا۔ یوں تو سارے ہی مسلمان اُس کے مسلمان ہونے سے خوش ہوئے۔ مگر سب سے زیادہ مسرت آسیہ کو ہوئی اب سعد نے خسرو سے کہا۔ ہم آپ کے بے حد مشکور ہیں۔ آپ نے لیلیٰ اور آسیہ کو رہا کر کے ہم پر احسان کیا ہے ہم نے لیلیٰ کی سفارش سے مدائن میں قتل اور غارت گری نہیں کی۔ شہر والوں کے لیے آپ جو مراعات چاہیں حاصل کر لیں

خسرو نے کہا۔ میں اور میری قوم مسلمانوں کے مشکور ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام شہر والوں کو امن دیدیا جائے۔ ایرانی ڈرے ہوتے گھروں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ بازار بند ہیں۔ اگر آپ امن کی منادی کرا دیں تو کاروبار شروع ہو جائے۔

Marfat.com

سعد۔ جو تم کہو گے مجھے منظور ہے میں نے تمام اہل شہر کو امن دیا۔ آپ منادی کرادیجئے البتہ شاہی خزانہ۔ قصر کسریٰ۔ حکومت ایران کی تمام اشیاء بحق گورنمنٹ اسلامیہ ضبط کی جاتی ہیں۔

خسرو۔ اس میں کچھ ہرج نہیں مگر ایرانی نادرات کا کیا ہوگا۔

سعد۔ ایرانی نادرات جو شاہی خزانہ میں محفوظ جن کا تعلق حکومت ایران سے ہے۔ سب اسلامیہ حکومت کی ملکیت ہوگئیں۔

خسرو۔ اس میں ہم کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اچھا اب اجازت دیں تاکہ منادی کرادوں۔

سعد۔ ہاں تم منادی کرادو۔

اب دن چھپ گیا خسرو اور روزیہ اُٹھے آسیہ بھی اُٹھی۔ تینوں اس کمرہ سے نکل کر باہر آئے۔ روزیہ سے آسیہ نے کہا کیا آپ مراجل کو اپنے ہمراہ لے جائیں گے۔

روزیہ۔ کیا تم اُسے روکنا چاہتی ہو آسیہ

آسیہ۔ ہاں بشرطیکہ آپ خوشی سے اجازت دیدیں۔

روزیہ۔ مراجل سے دریافت کرلو اگر وہ ٹھہرنا چاہتی ہے تو مجھے کچھ عذر نہیں۔

آسیہ۔ آیئے میں آپ کے سامنے دریافت کروں۔

یہ تینوں اس کمرہ میں پہنچے جس میں لیلےٰ اور پروین وغیرہ سب تھیں آسیہ نے مراجل سے کہا۔ مراجل میں چاہتی ہوں کہ آج تم یہیں رہ جاؤ۔ مراجل نے مسکرا کر کہا رہ جاؤں گی کیا اباجان اجازت دے دیں گے۔ روزیہ نے کہا کچھ ہرج نہیں بیٹی میں دیکھتا ہوں مسلمان بڑے نیک ہیں۔ تم اگر ٹھہرنا چاہتی ہو تو ٹھہر سکتی ہو۔ مراجل نے کہا بس تو میں کل آؤں گی۔ روزیہ اور خسرو چلے گئے۔ خسرو نے جاتے ہی منادی کرادی کہ مسلمانوں نے اہل شہر کو امان دیدی ہے۔ صبح ہی سے کاروبار شروع کردیا جائے۔ جو شخص دکان نہ کھولے گا۔ اس کا سامان ضبط کرلیا جائے گا۔ اس منادی نے ایرانیوں کا خوف دُور کردیا۔ منادی سُنتے ہی گھروں سے چھپے

Marfat.com

ہوئے لوگ باہر نکلنے لگے۔ شہر کی خموشی ٹوٹ گئی۔ بازاروں میں کچھ چہل پہل نظر آنے لگی۔ دوسرے دن تمام بازار کھل گئے۔ کاروبار شروع ہو گیا۔ مدائن کو دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکتا تھا کہ حکومت میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے کہ ہر شخص اپنے کام میں منہمک ہو گیا تھا۔ سعد نے علی الصباح ہی حکم دیدیا کہ تمام خزانہ ساری نادرات قصر اور قصر کے کمروں کا سارا سامان باہر نکال کر ذخیرہ کیا جائے مجاہدین دوڑ پڑے ہر چیز ہر جگہ سے لا لا کر ذخیرہ کرنا شروع کی۔ سونے چاندی کے انبار لگ گئے۔ چاندی کی کشتیوں میں جواہرات لا لا کر رکھے گئے۔ چاندی اور سونے کے سکے ریشمین تھان۔ زرتار۔ دیبائے حریر کے پردے دُور تک ڈھیر کر دیئے گئے۔ شہنشاہ ایران کی بہت سی نادر روزگار چیزیں لائی گئیں۔ چاندی سونے کی مُورتیں جو جواہرات سے مزیّن تھیں۔ کسریٰ کا زرنگار شاہی لباس۔ جواہرات اور لعلوں سے بنا ہُوا تاج۔ سونے کی مرصع زرہ۔ چاندی کی کاٹھیاں۔ طلائی ظروف۔ چاندی کی میزیں اور کُرسیاں۔ خالص چاندی کا سونے اور جواہرات سے پچی کاری کیا ہُوا تخت سب لا لا کر رکھے گئے۔ کیانی سلسلہ سے لے کر نوشیرواں کے عہد تک کی ہزاروں یادگاریں تھیں۔ خاقان چین۔ قیصر رُوم۔ واہر شاہ ہند۔ بہرام گور سیاوش نعمان بن منذر۔ کسریٰ ہرمز۔ فیروز کی زرہیں۔ تلواریں خنجر۔ خود جو عجائبات روزگار سمجھ کر ایرانی خزانہ میں محفوظ تھے۔ نکالے گئے۔ نوشیرواں کا زرنگار تاج اور ملبوسات شاہی جو اپنا جواب نہ رکھتا تھا اور جس کو نادر زمانہ سمجھ کر بطور یادگار رکھا گیا تھا۔ لایا گیا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا۔ جس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا۔ اور سینے پر یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ چاندی کی اونٹنی تھی جس پر سونے کا پالان تھا۔ اور مہار میں بیش قیمت موتی پروئے ہُوئے تھے جس کا ناقہ سوار سر سے لیکر پاؤں تک جواہرات سے مرصّع تھا۔ سعد کے سامنے لاکر کھڑے کیے گئے۔ سینکڑوں آدمی مل کر ایک فرش کو اُٹھا کر لائے۔ یہ فرش چبوترہ پر بچھا دیا گیا۔ جب اس کی پیمائش کی گئی تو دس گز چوڑا اور نوّے گز لمبا تھا۔ اس فرش کا نام "بہار" تھا۔ یہ فرش ایک مینو سواد چمن زار تھا۔ بیچ میں سبزہ کا چمن تھا۔ چاروں طرف جدولیں تھیں ہر قسم کے درخت۔ درختوں میں شگوفے۔ پھل اور پھول سب تھے۔ طرفہ بات

Marfat.com

یہ تھی کہ جو کچھ تھا۔ زر نگار تھا۔ سونے کی زمین تھی۔ زمرد کا سبزہ تھا۔ پکھراج کی جاد ولیں تھیں۔ سونے چاندی کے گنگا جمنی درخت تھے۔ حریر کے پتے تھے۔ جواہرات کے پھل تھے۔ یہ فرش ایک مختصر باغیچہ تھا۔ جس وقت اس کو کھولا گیا مسلمان اُسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ایسی عجوبہ چیز انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ یہ فرش اسلیئے تیار کیا گیا تھا کہ موسم خزاں میں جب تمام چمن دلفریبیوں کو خیر باد کہہ دیتے تھے۔ تو شاہان فارس اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کیا کرتے تھے۔ یہ تمام دولت یہ ساری نادرات عام سپاہیوں نے لا لا کر ذخیرہ کی تھیں۔ ہر چیز بیش قیمت تھی۔ لوگوں کے ایمان ڈگمگا سکتے تھے۔ لیکن آفرین ہے قرون اولٰی کے مسلمانوں کو وہ ایسے دیانت دار ایسے ایماندار ایسے راستباز تھے کہ کسی چیز کو بھی ہاتھ نہ لگایا۔ جو چیز جس شخص کو ملی احتیاط سے لاکر رکھدی۔ جب یہ تمام سامان سجایا گیا اور آفتاب کی شعاعوں سے جگمگانے لگا تو تمام مسلمانوں نے حیرت سے دیکھا۔ بے اختیار حضرت سعد نے کہا جس قوم نے ایسی نادرات کو ہاتھ نہیں لگایا۔ وہ بے شبہ انتہا درجہ کی دیانتدار ہے۔ عجائبات کی اس نمائش کے بعد حسب قاعدہ سعد نے پانچواں حصہ نکال کر باقی سب مجاہدین پر حسب الاتقسیم فرما دیا۔ ہر مسلمان کو اس قدر مال غنیمت ملا کر وہ غنی ہو گیا۔ معمولی سے معمولی سپاہی دولت مند بن گیا۔ فرش اور قدیم یادگاریں خمس کے علاوہ دربار خلافت میں بھیجنے کے لیے محفوظ رکھ لی گئیں چند دنوں کے قیام کے بعد ایک مختصر قافلہ کے ہمراہ یہ سب سامان مدینہ منورہ بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ اس عرصہ میں جو مسلمان مدائن میں قید تھے۔ سب رہا کیے گئے۔ ان کو بھی مال غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ خسرو اور روزبہ بھی مسلمان ہو گئے اور بھی بہت سے معزز گھرانے اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ مال غنیمت لے کر جو قافلہ چلا۔ اُس کے ساتھ جو شناہ ہرمزان۔ مہران۔ عاصم۔ عبید۔ جعفر۔ لیلٰے۔ آنیہ۔ پرویز نیزران۔ مراجل۔ خسرو۔ روزبہ سب روانہ ہوئے بھیرہ شیر تک حضرت سعد پہنچانے آئے ایک شب وہاں قیام کر کے دوسرے دن صبح ہی یہ قافلہ حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔

Marfat.com

باب ۱۴

مُسرّت کی دُنیا

مدائن کے فتح کی خبر برقی پر لگا کر اطرافِ عالم میں پہنچ گئی۔ اس خبر نے مسلمانوں کو مسرور اور غیر مسلموں کو رنجور کر دیا۔ اوّل اوّل تو مسلمانوں کو یقین ہی نہ آیا کہ ایران جیسی عظیم الشان حکومت زوال کے عمیق گڑھے میں جا پڑی۔ مدائن جو صدہا سال سے ساسانی حکومت کا دارالخلافہ تھا فتح ہو گیا۔ ایرانی جیسے بہادروں کو مٹھی بھر مسلمانوں نے شکست دی۔ شہرۂ آفاق دلیرانِ ایران قتل ہو گئے۔ یزدگرد بھاگ گیا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب ان تمام باتوں کو تصدیق کیا گیا تو دنیا حیران رہ گئی۔ حیرت کی بات بھی تھی۔ ایرانی نہایت بہادر تھے۔ ایرانیوں کا لشکر کثیر التعداد تھا۔ جس ملک پر وہ چڑھ کر دوڑے اُسے فتح کیا۔ جس قوم نے ان پر لشکر کشی کی ہزیمت اُٹھا کر فرار ہوئی۔ تمام دُنیا میں اُن کی دھاک تھی۔ خاقان چین۔ قیصر روم شاہان (راجگان) ہند ان سے ڈرتے تھے۔ بڑی بڑی حکومتیں مدائن پر جبہ سائی کرتی تھیں عرب تھوڑے تھے کمزور تھے۔ کوئی قوم بھی ان سے نہ ڈرتی تھی۔ انہوں نے ساسانی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا۔ مدائن فتح کر لیا تھا۔ یہ کچھ حیرتناک بات نہ تھی۔ دُنیا میں بہت سی قومیں بنیں۔ ترقی کے لیے اٹھیں لیکن جب کسی زبردست قوم سے ٹکرائیں۔ تو فنا ہو کر رہ گئیں تاریخیں اُس کی شاہد ہیں مگر جب مسلمانوں کی قوم اٹھی تو فتح و کامرانی ہمراہ چلیں جس طرف رُخ کیا پانی کے سیلاب کی طرح بڑھتی چلی گئی۔ جو قوم سامنے آئی اسے

Marfat.com

بہالے گئی۔ جس قوم نے مقابلہ کیا۔ شکست کھائی۔ کوئی ملک کوئی قوم اُس کی ٹکر نہ سہہ سکی۔ یہ شرف مسلمانوں کو رہا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے سے دوگنے اور تگنے ہی نہیں دس دس اور بیس بیس گنوں سے لڑے اور فتحیاب ہوئے۔ دنیا نے اُن کی طاقت کا لوہا مان لیا۔ انہیں انسانوں سے بالاتر سمجھا۔ حالانکہ وہ بھی انسان تھے۔ انسانوں سے بالاتر نہ تھے۔ مسلمانوں کی کامیابی کا راز قوّتِ ایمانی۔ خدا اور خدا کے رسول کی اطاعت میں مضمر تھا۔ ہادیانِ دین نے ان کے لیے جو لائحہ عمل تیار کر دیا تھا آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کرتے تھے۔ کامیاب ہوتے تھے وہ جانتے تھے کہ جو کچھ مقدر میں لکھا ہے۔ پیش آئے گا۔ ہر مسلمان کے دل پر باری تعالےٰ کا یہ کلام نقش تھا۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یُدْرِکْکُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ "

ترجمہ:۔ تم جہاں ہو گے موت تمہیں لے گی۔ اگرچہ تم نہایت مضبوط بُرجوں میں متمکن ہو۔ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ موت کا وقت مقرّر ہے۔ مقررہ وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ پھر اس سے ڈرنا کیا۔ چونکہ وہ موت سے نہ ڈرتے تھے۔ اس لیے کارہائے نمایاں کر گئے کہ غیر تو غیر خود مسلمان اُن کے کارناموں پر حیرت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا اٹل قانون ہے کہ مدد اس کی کی جاتی ہے جو خود اپنی مدد کرتا ہے۔ مسلمان کم تھے۔ کمزور تھے۔ کسی طرف سے مدد کی اُمید نہ تھی۔ اس لیے اپنی مدد آپ کرتے تھے۔ خدا اُن کی مدد کرتا تھا۔ وہ ہر کام میں کامیاب ہوتے تھے۔ مسلمانوں نے مدائن فتح کر لیا۔ ساسانی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ زبردست ایرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ اطراف عالم میں ان کی شہرت ہو گئی۔ اقوام عالم ان سے ڈرنے لگیں۔ مال غنیمت لیجانے والا قافلہ جس طرف سے گذرا حیرت انگیز نظروں سے دیکھا گیا۔ چونکہ اس قافلہ میں وہ لوگ بھی شریک ہو گئے تھے جو کہ ایران میں قید رہ چکے تھے۔ اس کے قافلہ کی شان مختصر لشکر کی سی ہو گئی تھی۔ سعد نے بہت سے خیمے ان کے ساتھ کر دیئے تھے۔ یہ خیمے فالتو تھے۔ جہاں قافلہ کا قیام ہوتا۔ خیمے ایستادہ کر دیئے جاتے بالکل ایسا معلوم ہونے لگتا۔ جیسے کوئی لشکر خیمہ زن ہو۔ حجاز کی سرحد میں داخل ہو کر یہ قافلہ تیزی سے سفر کرنے لگا۔ لیکن حجاز کی بادِ سموم کے سفر میں رکاوٹ ڈالنا

Marfat.com

شروع کر دی۔ حجاز کا ریگستان مشہور ہے جس طرح آبی سمندر طوفان کے وقت متلاطم ہو جاتا ہے۔ فلک رفعت امواج اس میں اُٹھنے لگتی ہیں۔ اسی طرح ریگ زار کے سمندر میں باد سموم سے لہریں اُٹھ جاتی ہیں۔ بڑے بڑے ریت کے تودوں کو سخت و تند ہوا جڑ و بنیاد سے اکھاڑ کر اپنے دوش پر اُٹھا لیتی ہے اور نہایت پھرتی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے ایسی حالت میں سفر کرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ خاک آلودہ ہوا کے تیز اور بدن کو جھلسا دینے والے جھونکے آنکھوں کو گرد و غبار سے اَٹ کر مسافروں کو کھڑا ہونے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جب ہوائے تند کے جھونکے چلتے ریت اُٹھ جاتا تو اس قافلے کو بھی کھڑا ہو جانا پڑتا۔ مگر جہاں ہوا کا جھونکا نکل گیا۔ ریت کی دیوار سامنے سے ہٹ گئی اور قافلہ نے آگے بڑھنا شروع کیا۔ طے مراحل کرتا یہ قافلہ ان کھجوروں کے دونوں باغوں کے قریب پہنچا۔ جہاں فتح قادسیہ کی خوشخبری لیجانے والا قاصد کچھ دیر ٹھہرا تھا۔ اور ایک گیارہ سالہ عرب دوشیزہ نے مہمان نوازی کی تھی۔ اس قاصد کے ساتھ وہ قاصد بھی تھا۔ دیار حبیب کی زیارت کا شوق اسے دوبارہ کھینچ لایا تھا۔ اس قاصد کا نام یاسر تھا۔ باغ کے قریب پہنچ کر قافلہ رُکا۔ یاسر باغ میں داخل ہُوا۔ سامنے ہی چمڑہ کا خیمہ نصب تھا۔ خیمہ کے دروازہ پر تیر کمان لیے وہی معصومہ۔ ملکوتی صفات عرب۔ دوشیزہ بیٹھی تھی جو ایک دفعہ پہلے یاسر کی خدمت کر چکی تھی۔ جب یاسر قریب پہنچا تو لڑکی نے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس نے اُسے پہچان لیا وہ اُٹھ کر خیمہ سے باہر آئی اُس کے نازک اور معصوم لبوں پر ہلکا تبسم نمودار ہوا۔ اس نے نہایت ادب سے یاسر کو سلام کیا اور کہا کیا آج بھی تم فتح کی خوشخبری لیے جا رہے ہو۔ یاسر نے اس معصومہ کو دُعا دے کر کہا۔ ہاں پیاری بیٹی خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ زبردست فتح۔ مدائن فتح ہو گیا۔ ایرانیوں کا بادشاہ یزدگرد بھاگ گیا۔ ساسانی حکومت کا چراغ گل ہو گیا۔ یہ سنتے ہی عربی دوشیزہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ فرط مسرت سے اس کا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ وہ تیر کمان ایک طرف ڈال کر سجدہ میں گر گئی۔ اس نے کہا خداوندا تیرا ہزار شکر ہے کہ تو نے مسلمانوں کو زبردست فتح دی ہے اپنے رسول کی پیشین گوئی کو پورا کیا ہے لڑکی کھڑی ہو گئی یاسر نے کہا میری

Marfat.com

بیٹی آج تمہارے والد کہاں ہیں۔ لڑکی نے جواب دیا۔ خیمہ کے اندر سو رہے ہیں آپ تشریف رکھیں۔ میں ان کو جگاتی ہوں۔ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ پانچوں وقت نماز کے بعد وہ مسلمانوں کی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ خدا نے ان کی دُعا قبول کر لی یاسر نے کہا۔ پیاری بچی ان کو مت جگاؤ سونے دو اب میرا ارادہ تمہارے ہی پاس رہنے کا ہے۔ میرے کوئی بیٹی نہیں ہے میں نے تم کو ہی اپنی بیٹی بنا لیا ہے۔ لڑکی یہ سُن کر کمال مسرور ہوئی۔ فرط مسرت سے اس کا چہرہ چمکنے لگا۔ اس نے کہا بس تو آؤ۔ خیمہ میں چلو۔ اب ہم دو سے تین ہو جائیں گے یاسر نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا میں پھر تیرے پاس آؤں گا اب قافلہ کے ساتھ جا رہا ہوں۔

لڑکی۔ کیا آج کھجوریں بھی نہ کھاؤ گے؟

یاسر۔ اس وقت نہیں قافلہ جا رہا ہے۔ مجھے بھی اس کے ہمراہ جانا ہے واپس آ کر ہر روز ہی کھجوریں کھاؤں گا۔

یہ کہتے ہی یاسر اسے پیار کر کے لوٹا۔ لڑکی دُور تک اس کے ہمراہ آئی باغ کے کنارہ پر پہنچ کر اُس نے قافلہ کو مدینہ منورہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ یاسر اس سے رُخصت ہو کر تیزی سے چلا اور قافلہ میں مل گیا۔ سامنے کھجوروں کے درخت کثرت سے کھڑے تھے۔ ان درختوں کے دوسری طرف مدینہ منوّرہ تھا۔ منزل مقصود قریب دیکھ کر قافلہ اور تیزی سے چلنے لگا۔ فاصلہ ہی کیا تھا بہت جلد درختوں کے پاس جا پہنچا۔ بہت سے اعرابی ان درختوں کے سائے میں بیٹھے تھے قافلہ کو دیکھتے ہی وہ اٹھے قافلہ میں آئے اور ان سے فتح کی خوشخبری سُن کر مدینہ منورہ کی طرف دوڑ گئے۔ شہر میں جاتے ہی انہوں نے فتح کی خوشخبری اور قافلہ کی آمد کا اعلان کر دیا۔ اگرچہ دوپہر کا وقت تھا تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ گرم ہوا کے تیز جھونکے چل رہے تھے۔ لوگ گھروں میں چھپے بیٹھے تھے۔ بازار اور راستے سنسان پڑے تھے۔ مگر قافلہ کی آمد اور فتح کی خوشخبری سُن کر تمام لوگ اپنے اپنے گھروں سے نکل نکل کر قافلہ کے استقبال کے لیے دوڑ پڑے۔ تمام راستے آدمیوں سے بھر گئے۔ جس وقت قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ ہزاروں آدمیوں نے اس کا پرجوش استقبال کیا۔ اللہ اکبر کے نعروں سے تمام شہر گونج اٹھا۔ مدینہ منورہ کی گلیاں۔ کوچہ و بازار و در و دیوار

Marfat.com

بیا رہو گیا۔ خدا کی مخلوق پر دست ستم دراز کیا۔ خدا نے جس قدر اُسے ڈھیل دی اسی قدر وہ ظلم و جبر۔ عیش و عشرت ۔ غرور و تکبّر میں غرق ہوتا چلا گیا نہ سمجھا کہ خدا کی گرفت سخت ہے آخر پکڑا گیا۔ ذلیل کیا گیا۔ کہاں ہے؟ آج اس کی سلطنت اسکی شان و عظمت اس کے حشم و خدم ۔ اس کا لشکر اس کے مشیر اس کے ہوا خواہ۔ خدا کی آنکھ پھرتے ہی زمانہ پھر گیا۔ ع۔ "یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے"۔ مسلمانو جو قوم عشرت کی دلدل میں پھنس جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ تباہ ہو جاتی ہے جس دولت کو دیکھ کر اس وقت تم خوش ہو رہے ہو مجھے مغموم کر رہی ہے جس قوم میں یہ آگئی اسے برباد کر کے رہی اس سے بچو۔ یہ وہ مار سیاہ ہے کہ جس کے کاٹے کا منتر ہی نہیں ۔ دولت کو عیش و عشرت کے لیے مت لو۔ محض ضروریات رفع کرنے کے لو جو فاضل بچے" اسے خیرات کر دو قارون کی طرح جمع بھی نہ کرو۔ مسلمان نہایت توجہ سے امیر المومنین کی تقریر سُن رہے تھے۔ سب کے دلوں پر دُنیا کی بے ثباتی کا نقش ہوتا چلا جا رہا تھا۔ تقریر ختم کر کے حضرت عمرؓ نے سب سے دریافت کیا۔ ان نادرات کے متعلق آپ کا کیا مشورہ ہے انہیں بدستور رہنے دیا جائے یا تقسیم کر دیا جائے۔ حضرت علی نے کہا۔ باقی رکھنے سے کیا فائدہ ہے جس طرح ساسانی بادشاہ اس کی حفاظت کرتے چلے آتے کیا ہم بھی اسی طرح کریں۔ ان چیزوں کو جمع کر کے رکھنے سے ہم میں بھی شان و شوکت کی خو بُو پیدا ہو جائے گی۔ جاہ و حشم کا چسکا پڑیگا۔ اس سے قوم کی تعمیر میں دھکا لگے گا۔ بیکار ہے۔ ان نادرات کا ذخیرہ کر کے رکھنا بہتر ہے کہ آپ ان تمام چیزوں کو توڑ پھوڑ کر تقسیم کر دیں۔ سب نے حضرت علی کی رائے کی تائید کی۔ تقسیم شروع کر دی گئی۔ تمام چیزیں اسی وقت تقسیم کر دی گئیں "بہار" پر بھی خزاں آگئی۔ اُسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا گیا۔ ایک شخص نے اُسی وقت اپنا حصّہ تیس ہزار دینار میں فروخت کر دیا۔ تقسیم سے فارغ ہو کر امیر المومنین جو شنماہ اور ان کے ہمراہیوں سے نہایت خلق سے ملے ۔ اس طرح ملے گویا وہ ان کے وہ بھائی تھے جو مدّت سے بچھڑے ہوئے تھے۔ فوراً ان کے لیے ایک بڑا مکان خالی کرا دیا گیا۔ یہ سب اس مکان میں پہنچے مکان بڑا تھا۔ مگر معمولی قسم کا بنا ہوا تھا۔ رفیع الشان قصر میں رہنے والے اس مکان کو پسند کرتے لیکن مسلمان کی سادہ معاشرت نے ان پر رفتہ رفتہ

Marfat.com

اپنا اثر کر لیا تھا۔ زرق برق پوشاکیں چھوڑ کر انہوں نے بھی سادہ کپڑے استعمال کرنے شروع کر دیئے تھے۔ عاصم۔ علید اور جعفر تینوں اپنے قبیلہ میں جا کر ٹھہرے۔ جعفر کو معلوم ہو گیا تھا کہ علید کو لیلےٰ سے محبت ہے۔ مگر آتش الفت دل ہی دل میں سلگ رہی ہے۔ علید سوز محبت سے جل رہا ہے۔ لیکن اف نہیں کرتا۔ وہ دن بدن نحیف و ناتواں ہوتا جاتا ہے۔ جعفر نے ایک دن عاصم سے علید کی شادی کا تذکرہ کیا۔ اُس نے دبے الفاظ میں علید کا پیغام لیلےٰ کے لیے دیا۔ عاصم نے بلا کسی حیل و حجت کے منظور کر لیا۔ جس وقت جعفر نے یہ مژدۂ رُوح افزا علید کو سنایا وہ فرطِ مسرت سے شادی مرگ کے قریب پہنچ گیا۔ وہ بے اختیارانہ طریقے پر جعفر سے لپٹ گیا۔ اُس نے کہا۔ دوست میں عمر بھر تمہارا احسان نہ بھُولوں گا۔ تم نے مجھے مرنے سے بچا لیا۔ جعفر نے کہا میں جانتا تھا تم لیلےٰ پر مٹے ہوئے ہو یہ بھی معلوم تھا کہ معاشرت کی زنجیر پاؤں میں پڑی ہے۔ لیلےٰ کا نام بھی زبان پر نہیں لا سکتے مجھ سے نہ دیکھا گیا میں نے عاصم سے کہا اس نے منظور کر لیا۔ اب تم تیاری شروع کر دو۔ علید نے کہا تیاری کیا کروں۔ اسلام نے جس سادگی کا حکم دیا ہے۔ اسی سادگی سے شادی ہو گی۔ دوست آج میں تمہارے اور بھائی عاصم کے لیے کوشش کروں گا۔ جعفر نے حیرت سے علید کو دیکھ کر کہا میرے لیے کہاں کوشش کرو گے۔

علید۔ میں ہرمزان کو تمہارے لیے خیزران کے ساتھ اور عاصم کا پروین کے لیے جوشنماہ کو پیغام دُوں گا۔

جعفر۔ مشکل ہے اوّل تو ہرمزان اور جوشنماہ کیوں منظور کرنے لگے اگر وہ منظور کر ہی لیں تو امیر المومنین غیر کف میں شادی کرنے کی اجازت کیسے دینگے!

علید۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ مدائن میں کچھ مُسلمان آتش پرست لڑکیوں سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن سعد نے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جب تک امیر المومنین کی تحریری اجازت نہ آ جائے اس وقت تک ایسی شادیاں ملتوی رکھی جائیں۔

جعفر۔ معلوم ہے۔

علید۔ امیر المومنین نے اجازت دیدی ہے۔

جعفر۔ جب تو شاید امیر المومنین ہمیں بھی اجازت [illegible] دیں۔

Marfat.com

عبید۔ یقین ہے ضرور دیدیں گے۔

جعفر۔ لیکن ہرمزان اور جوشناہ کیسے آمادہ ہوجائیں گے۔

عبید۔ میں امیرالمومنین سے ہی تحریک کراؤں گا۔

جعفر۔ جب تو یقین ہے کہ وہ ضرور منظور کرلیں گے۔

عبید۔ یقیناً میں اسی وقت امیرالمومنین کے حضور میں جا رہا ہوں۔

جعفر۔ دوست جاؤ خدا کرے کہ امیرالمومنین ساری باتیں مان لیں۔

عبید جعفر سے رخصت ہو کر چلا چند گلیوں کو عبور کر کے مسجد نبوی میں پہنچا۔ خوش قسمتی سے اس وقت حضرت عمرؓ تنہا بیٹھے تھے۔ عبید سلام کر کے انکے پاس جا بیٹھا۔ امیرالمومنین نے غور سے اس کے چہرہ کو دیکھ کر کہا تم شاید مجھ سے کچھ کہنے کے لیے آئے ہو کہو کیا کہنا ہے۔ عبید کو تعجب ہوا کہ امیرالمومنین کو اسکے دل کا حال کیسے معلوم ہوگیا۔ تعجب کے بعد کچھ جھجک کچھ شرم دامنگیر ہوئی وہ سر جھکا کر سوچنے لگا کہ کس عنوان سے سلسلۂ گفتگو شروع کرے۔ امیرالمومنین نے پھر کہا تم شرما رہے ہو۔ آخر کیوں؟ جو کہنا ہے، بیدھڑک کہہ ڈالو۔ عبید کسی قدر جرأت سے بولا۔ یا امیرالمومنین سنا ہے آپ نے سعدؓ کو یہ حکم لکھ کر بھیجدیا ہے کہ جو مسلمان کسی ایرانی دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتا ہے اگر کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو اس کے لیے اجازت ہے۔

امیرالمومنین۔ ہاں میں نے ایسا لکھ دیا ہے کیا تم بھی کسی ایرانی دوشیزہ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔

عبید۔ میں نہیں بلکہ جعفر اور عاصم چاہتے ہیں بشرطیکہ آپ اجازت دیں۔

امیرالمومنین۔ کیا وہ دونوں پھر مدائن واپس جائیں گے؟

عبید۔ جن لڑکیوں سے وہ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یہیں موجود ہیں۔

امیرالمومنین نے حیرت سے عبید کو دیکھ کر دریافت کیا یہیں ہیں؟ کون ہیں

عبید۔ ایک جوشناہ کی بیٹی پروین اور دوسری ہرمزان کی ہمشیرہ خیزران ہیں۔

امیرالمومنین۔ شاید جوشناہ کی بیٹی سے عاصم شادی کرنا چاہتے ہیں۔

عبید۔ حضور نے صحیح اندازہ لگایا۔

Marfat.com

امیرالمومنین ۔میں ایسی شادیوں کو بے جوڑ اور غیر مناسب خیال کرتا ہوں شادی اپنے ہی قبیلہ میں ٹھیک ہوتی ہے لیکن میں اپنی طرف سے کوئی رکاوٹ بھی ڈالنا نہیں چاہتا اگر وہ مناسب سمجھتے ہیں تو شوق سے کرلیں!!

علید۔ مگر جوشنماہ اور ہرمزان کی طرف سے اندیشہ ہے کہ شاید وہ منظور نہ کریں۔

امیرالمومنین۔ تمہارا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں تحریک کروں کچھ مضائقہ نہیں میں ہی تحریک کروں گا۔ تمام مسلمان میرے بھائی اور عزیز ہیں اپنے عزیزوں کیلئے کون سعی نہیں کیا کرتا۔

علید امیرالمومنین کا بیحد مشکور ہوا اس نے کہا حقیقت میں آپ مسلمانوں کے بیحد خیر طلب اور بہی خواہ ہیں۔ ٹھیک اسی وقت جوشنماہ اور ہرمزان اور مہران آ گئے۔ تینوں سلام کر کے بیٹھ گئے۔ مہران بدل گیا تھا۔ اس کے دل میں مکر و فریب۔ جور و ستم کا شائبہ بھی نہ رہا تھا۔ نماز روزہ کا پابند ہو گیا تھا۔ تعجب ہوتا تھا کہ کس طرح اُس نے اپنی مذموم عادات چھوڑ دیں۔ امیرالمومنین نے بلا کسی پرواز کے جوشنماہ سے کہا۔ غالباً اب آپ کا ارادہ ایران واپس جانے کا نہیں۔

جوشنماہ۔ حضور اب میں واپس جانا نہیں چاہتا اسی جگہ رہنا اور یہیں مرنا چاہتا ہوں۔

امیرالمومنین۔ اور ہرمزان؟

جوشنماہ۔ ہم میں سے کوئی بھی واپس جانا نہیں چاہتا نہ ہرمزان نہ روزبہ نہ خسرو نہ مہران۔

امیرالمومنین۔ جب تو تم کو اپنی لڑکیوں کے عقد کا فکر کرنا چاہیئے۔

جوشنماہ۔ ہم کچھ نہیں کرسکتے یا کرنا نہیں چاہتے ہم نے آپ کے دامن میں پناہ لی ہے۔ آپ ہی ہمارے سب کچھ ہیں۔ لڑکیوں کی فکر آپ ہی کرنا چاہیئے۔

امیرالمومنین۔ دیکھیئے میں تجویز پیش کرتا ہوں اگر مناسب سمجھیں اپنی رضامندی کا اظہار کر دیں اگر مناسب معلوم ہو تو انکار کر دیں۔ یہ میری تجویز ہے حکم نہیں ماننا یا نہ ماننا یہ آپ کی مرضی ہے۔

جوشنماہ۔ فرمایئے اگر ماننے کے قابل ہوگی تو ضرور مانی جائے گی!!

Marfat.com

امیرالمومنین۔ یہی بات ہے اس میں لحاظ و مروّت کو کچھ دخل نہیں ہونا چاہیئے یہ لڑکیوں کی بہبودی اور ان کی عمر بھر کے نیک و بد کا سوال ہے اگر مناسب معلوم ہو تو عاصم کو آپ اور جعفر کو ہرمزان اپنے دامنوں میں چھپالیں۔

جوشماہ۔ قطعی مناسب تجویز ہے۔

امیرالمومنین۔ اچھا تو آپ تیاری کریں میں چاہتا ہوں جس روز علید کا عقد ہو اسی روز عاصم اور جعفر کا بھی ہو جائے۔

جوشماہ۔ مناسب ہے۔ لیکن ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

امیرالمومنین۔ لیکن کیا؟

جوشماہ۔ میں چاہتا ہوں اس روز ایک شادی اور بھی ہو جائے!!

امیرالمومنین۔ کس کی۔

جوشماہ۔ ہرمزان کی مہران اسے اپنے سینہ سے لگالیں۔

مہران۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر آسیہ چلی گئی تو میں تنہا رہ جاؤں گا۔

جوشماہ۔ میں نے اس کا پہلے ہی انتظام کر لیا ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو مراجل سے عقد کر لیں۔

مہران۔ آپ میرے بزرگ ہیں۔ بزرگوں کی بات ماننا ضروری ہے۔ لیکن شاید روز یہ اسے منظور نہ کریں۔

جوشماہ۔ میں نے انہیں پہلے ہی آمادہ کر لیا۔

مہران۔ یہ آپ کی مہربانی ہے۔ آپ کی اس مہربانی کا بہت زیادہ مشکور ہوں۔

امیرالمومنین۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسی جمعہ کے دن سب کے عقد ہو جائیں

جوشماہ۔ یہ نہایت مناسب ہے!!

اب سب اٹھ اٹھ کر روانہ ہوئے۔ علید نے جاتے ہی جعفر اور عاصم سے یہ خوشخبری جا سنائی دونوں اس نوید روح پرور کو سن کر کمال مسرور ہوئے دونوں طرف عقد کی تیاریاں ہونے لگیں۔ جوشماہ کا مکان عاصم کے مکان کے قریب تھا۔ جعفر اور علید کچھ فاصلے پر رہتے تھے اکثر خیزران۔ پروین آسیہ۔ مراجل لیلےٰ کے پاس جاتی رہتی تھی۔ ایک روز جبکہ آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ یہ چاروں

Marfat.com

مہ پارہ لڑکیاں لیلےٰ کے پاس پہنچیں تو اس نے نہایت خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا۔ سب بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔ خیزران نے کہا لیلےٰ انتظار کے دن تو مشکل سے کٹتے ہوں گے۔ کہتی ہو نگی کہ امیر المومنین نے جمعہ کی نچھ کہاں سے لگا دی۔ لیلےٰ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ پروین نے کہا۔ اپنی بات دوسروں پر کیوں ڈھالتی ہو۔ خیزران دل میں تو تمہارے گدگدیاں اُٹھ رہی ہیں۔ چھیڑتی ہو بے چاری لیلےٰ کو خیزران نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ او ہو ٹھیک ہے۔ میں بھولی سب سے زیادہ تو بے چین تم ہی ہو۔ مگر کس قدر بے مروتی ہے۔ پروین تم نے کبھی بیچارے عاصم کو پوچھا بھی نہیں آسیہ نے مسکرا کر کہا تم تو شاید جعفر کو روز پوچھ آیا کرتی ہو۔ خیزران نے ہنس کر کہا وہ ہیں تو پوچھوں مگر تم اپنی کہو روز چھپ چھپ کر بھائی جان کو دیکھا کرتی ہو۔

پروین۔ تم کو رشک ہوتا ہو گا تم جعفر کو دیکھ بھی نہیں سکتیں!!

خیزران نے شرمیلے پن سے مسکرا کر کہا ہُوا ہی چاہے اب میں تمہاری طرح کٹور تو ہوں ہی نہیں۔ آسیہ نے کن آنکھیوں سے دیکھ کر کہا اسی لیے مسجد نبوی میں نماز کے بہانہ سے انہیں دیکھنے جایا کرتی ہو۔ خیزران نے شوخی سے ہنس کر کہا۔ کیوں نہ جاؤں اپنی چیز اپنا مال دیکھنے میں کیا ہرج ہے۔

آسیہ۔ ذرا اس مال کو چھپا کر رکھنا۔

خیزران۔ آنکھوں میں رکھوں گی۔ آنکھوں سے بہتر ان کے لیے کونسی جگہ ہے

آسیہ نے ہنس کر کہا۔ کوئی نہیں دو ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ خیزران پھر جہاں چاہنا رکھنا کچھ دیر اور ہنسی مذاق کر کے یہ چاروں رخصت ہو گئیں لیلےٰ بھی اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔ قاعدہ ہے۔ کوئی دن کوئی تاریخ مقرر ہوئی اور آئی جمعہ میں دن ہی کے باقی رہ گئے تھے آنکھ جھپکتے ہی گذر گئے۔ جمعہ کا دن آ گیا۔ اپنی تمام لطافتوں تمام رنگینیوں تمام مسرتوں کو ساتھ لیکر آ گیا۔ جمعہ کی حسین صبح مسرت و شادمانی میں ڈوبی ہوئی اپنی تمام جلوہ ریزیوں سے مسکراتی ہوئی نمودار ہوئی۔ سرشاران محبت نے مسرت و انبساط سے اس کا استقبال کیا۔ مدینہ منورہ کا کوچہ کوچہ مسرت و شادمانی سے مستغرق نظر آنے لگیں۔ صبح ہی لیلےٰ۔ پروین۔ خیزران۔ آسیہ

Marfat.com

مراجل پانچوں ماہ طلعت لڑکیوں کو بنا سنوار کر دلہن بنایا جانے لگا۔ پانچوں رشک قمر۔ زہرہ جبین۔ حور ادا تھیں۔ بننے سنورنے سے اور بھی حسین ہو گئیں۔ ان کے پرنور چہرے چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکنے لگے۔ مشہور ہے کہ اچھا لباس اچھے زیورات حسینوں کے حسن میں چار چاند لگا دیتے ہیں لیکن حقیقی مسرت۔ دلی شادمانی بشاش چہرہ۔ خندہ پیشانی۔ حسینوں کی صورتوں کو بیحد دلکش بنایا کرتے ہیں۔ پانچوں ماہ طلعت دوشیزہ لڑکیاں بن سنور کر حسن کا جلوہ گر آفتاب بن گئیں۔ ان کے منور چہروں کو دیکھنا نہیں بلکہ ناممکن تھا۔ عصر کے وقت ہزاروں مسلمان جمع ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان غنی۔ حضرت علیؓ۔ حضرت طلحہؓ اور بہت سے اکابر رؤساء شریک ہوئے۔ شادی کا دن تھا۔ ارمان بھرے دل تھے۔ رئیسوں کے بچوں کی شادیاں تھیں جس قدر دھوم دھام ہوتی کم تھی۔ مگر وہ قرون اولٰے کا زمانہ تھا۔ دھوم دھام تھی۔ تزک واحتشام تھا۔ شان وشوکت تھی نہ باجے تھے نہ آتشبازی تھی۔ کچھ بھی نہ تھا۔ نہایت سادہ طریقہ پر شادیاں ہو رہی تھیں۔ حالانکہ ان کے پاس کافی دولت تھی۔ جس قدر چاہتے خرچ کر دیتے مگر وہ بیجا خرچ کر کے خدا اور خدا کے رسول کی نافرمانی کر کے گنہگار نہ بننا چاہتے تھے۔ غور سے دیکھئے تو باجے آتشبازی یا اور ایسی ہی فضولیات میں خرچ کرنے سے سوائے نقصان کے فائدہ کیا ہے اگر یہ محض نام ونمود کے لیے کیا جاتا ہے تو وہ کام کیجئے جس سے نام بھی ہو اور عاقبت بھی سدھرے یتیموں کو کھانا کھلایئے۔ بیواؤں مدد کیجئے۔ مسکینوں کی خبر لیجئے۔ مذہبی مدرسے کھلوایئے۔ طالب علموں کی مدد کیجئے اکابر قوم کے آتے ہی عقد ہو گئے۔ مبارکباد کا غل مچ گیا اور در و دیوار سے مبارکباد کی صدا آنے لگی۔ عقد ہوتے ہی خرمے تقسیم کیے گئے رخصتی کا سامان ہونے لگا۔

مغرب سے پہلے ہی رخصتی ہو گئی رخصت کرا کر کہیں دُور تو جانا ہی نہ تھا۔ قریب ہی مکانات تھے۔ مغرب سے پہلے ہی سب اپنے اپنے گھروں میں پہنچ گئے۔ علید مغرب کی نماز پڑھ کر مکان پر پہنچا۔ اس کی رشتہ دار ہمسایہ عورتیں آئی ہُوئی تھیں۔ تمام مکان عورتوں سے بھرا ہوُا تھا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ اُس کی دُلہن کس کمرہ میں ہے وہ عورتوں کی نظروں سے بچتا ہُوا ایک کمرہ میں گھس گیا۔ جونہی اُس نے اس کمرہ میں

Marfat.com

قدم رکھا اس نے سامنے ہی آفتاب حسن پری پیکر لیلےٰ کو حسن کی تمام جلوہ آرائیوں کے ساتھ مسہری پر بیٹھے دیکھا۔ وہ اس نور مجسّم کو دیکھ کر جھجکا ٹھٹکا لیکن سوچ سمجھ کر بڑھا۔ اس رشک قمر کے قریب پہنچا اور اُس کے چاند جیسے چہرہ کو دیکھنے لگا لیلےٰ کا چہرہ بیحد دلکش تھا۔ وہ بہشت بریں کی حور معلوم ہو رہی تھی۔ موتی چور آنکھیں جادو کر رہی تھیں۔ نازک لبوں پر ہلکا تبسّم کھیل رہا تھا۔ اس کے شہابی رخساروں میں بجلیاں چمک رہی تھیں۔ وہ عبید کو دیکھ کر شرما گئی۔ اس نے نگہ غلط انداز سے عبید کو دیکھا۔ فوراً ہی اس کی ہوشربا نظریں جھک گئیں۔ عبید نے بڑی ہمت کر کے کہا اے میری آفتاب محبّت کی دنیا۔ اے میری مسرّت کے درخشاں چاند تو نے میرے کاشانۂ احزان کو اپنے جلوہ گر حسن نے منور کر دیا۔ لیلےٰ نے شرما کر لجا کر اپنا خوبصورت سر جھکا لیا۔ وہ حسن کی دیوی کان حیاء بن گئی۔ رعب حسن سے عبید کو بھی اور کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔ چونکہ کسی نہ کسی عورت کے آجانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے عبید جلد ہی کمرہ سے باہر نکل آیا۔ خدا خدا کر کے راحت کے بعد مسرّت حاصل ہوتی پانچوں جوڑے نہایت اطمینان نہایت آرام نہایت شادمانی سے زندگی بسر کرنے لگے۔ انہوں نے کلفت کے بعد مسرّت کی دنیا دیکھی یہ تھی وہ جنگ جس نے ایران جیسی زبردست سلطنت کا تختہ اُلٹ دیا۔ ساسانی حکومت کا چراغ گل کر دیا۔ مسلمانوں نے اپنی بہادری کا اقوام عالم پر سکّہ بٹھا دیا۔

ختم شُد

Marfat.com

ایک تاریخ۔ ایک ناول

صاحب طرز ادیب جناب اسلم راہی ایم اے کا شاہکار ناول

ابلیکا

جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ جس کے بغیر آپ کی لائبریری مکمل نہیں ہو سکتی۔

قیمت حصہ اول	200-00	ISBN 969-38-0501-9
قیمت حصہ دوم	200-00	ISBN 969-38-0189-x
قیمت حصہ سوم	250-00	ISBN 969-38-0196-6
قیمت حصہ چہارم	200-00	ISBN 969-38-0206-3
قیمت حصہ پنجم	250-00	ISBN 969-38-0247-0
قیمت حصہ ششم	250-00	ISBN 969-38-0266-7
قیمت حصہ ہفتم	275-00	ISBN 969-38-319-1

بڑا سائز سفید کاغذ مضبوط جلد (5000) پانچ ہزار سے زائد صفحات اپنے آرڈر سے جلد از جلد مطلع فرمادیں۔

مکتبہ القریش اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com

سبد گل	پروفیسر مولانا علم الدین سالک	50-00
خلا کے اندھیروں کے اسرار	محمد قوم امتصای	100-00
سیاست نامہ	اثر چوہان	زیر طبع

ابلیکا

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کی پوری تاریخ میں یوں تو کئی جہتوں اور گوناگوں پہلوؤں پر محیط ہے مگر یہ تاریخ بہرحال حق و باطل اور خیر و شر کی قوتوں کے مابین باہمی کشش کش و کشاکش پیہم ہی کی تاریخ ہے۔

حضرت آدمؑ سے لے کر آج تک اولاد آدم خیر و شر کی اسی کشمکش سے دوچار ہے شیطان مردود اور ایک دوسری پراسرار قوت کے مابین مسلسل کش کش و آویزش کے تناظر میں لکھی گئی اس تاریخی داستان کا مطالعہ یقیناً آپ کے لئے دلچسپ بھی ہو گا اور معلومات افزا بھی۔

عمدہ کتابت و طباعت خوب صورت ٹائٹل

مصنف اسلم راہی ایم اے

سراج منیر

جناب اسلم راہی ایم اے کا ایک عہد آفرین ناول

تاریخی ناول نگاری میں ایک اچھوتا انقلاب

ایک نیا موڑ

اس ناول میں آپ اسلم راہی کے الفاظ کی طلسم گری اپنے عروج پر اور بیان و زبان اپنے بروج پر پائیں گے۔ ایک پر تاثیر اور چونکا دینے والا ناول قیمت =/300

اسلم راہی کے منفرد انداز میں لکھی گئی ایک ایمان افروز اور دلکش داستان۔

Marfat.com

لالہ رخ

آل تیمور کی تباہی و بربادی کی ہولناک سرگزشت

تیموری مغلوں کا پنیوراما

جناب قمر اجنالوی پیش کرتے ہیں

قیمت =/250

لال قلعے میں مغلوں کے شب و روز' مغلانیوں کے رسم و رواج' گنگا جمنی تہذیب' کمپنی سرکار کے خلاف بغاوت اور سقوط دہلی کی دل ہلا دینے والی روداد

بغداد کی رات

مصنف قمر اجنالوی

الف لیلیٰ کی ایک ہزار راتوں سے زیادہ حسین و رنگین رات دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات' آسمان کی پنہائیوں میں بکھرے ہوئے ستاروں سے آراستہ رات۔

جسے صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی مستند تاریخوں اور بے شمار کتابوں کے حوالوں سے آراستہ کر کے آپ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

قیمت (حصہ اول - دوم) =/500

جہان لوح و قلم

پاکستان کے مایہ ناز ناول نگار اور صحافی جناب قمر اجنالوی کے سنجیدہ اور سلجھے ہوئے قلم سے مملکت خداداد پاکستان کے سیاسی' صحافتی' اقتصادی اور نظریاتی نشیب و فراز کی سچی کھری تاریخ۔

Marfat.com

گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے ملکی و غیر ملکی زبانیں سیکھئے

عربی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75-00	969-38-0111-3
کلید عربی اردو بول چال	پروفیسر غلام احمد حریری	45-00	969-38-0112-1
معجم الاشرف سہ لسانی لغات (فارسی عربی اردو)	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	150-00	
اشرف اللغات اردو عربی فارسی	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	50-00	969-38-0107-5
فارسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	30-00	969-38-0097-4
خود آموز فارسی	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	65-00	969-38-0235-7
سندھی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	40-00	
پشتو اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	50-00	969-38-0102-4
روسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	
فرہنگ روسی اردو بول چال	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	
سویڈش اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	50-00	969-38-0237-3
چائنیز اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90-00	969-38-0260-8
ڈچ اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	969-38-0104-0
اطالوی اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	50-00	969-38-0098-2
ہسپانوی اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75-00	969-38-0099-0
لغت ہسپانوی اردو انگلش	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	100-00	
جرمن اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	969-38-0100-8
جرمن فریز بک	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75-00	
فرنچ اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	969-38-0101-6
ٹرکش اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	969-38-0120-2
ڈچ اردو ڈکشنری	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	90-00	
ڈینو نارویجین ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	75-00	
پرتگالی اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	30-00	969-38-0103-2
جرمن اردو ڈکشنری	پروفیسر روبی گلوٹ ایم اے	60-00	969-38-0119-9
جاپانی اردو بول چال	پروفیسر محمد امین ایم اے	50-00	969-38-0117-2
جاپانی اردو ڈکشنری	پروفیسر محمد امین ایم اے	50-00	969-38-0118-0
انگلش اردو ریڈر	پروفیسر عبد الرؤف انجم	50-00	969-38-0115-6
فرنچ اردو ڈکشنری	پروفیسر عبد الرؤف انجم	75-00	969-38-0000-
کورین اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	
پولش اردو ریڈر	ڈاکٹر محمد اشرف پی ایچ ڈی	60-00	

ان کتب کی مدد سے آپ گھر بیٹھے بغیر استاد کی مدد کے یہ زبانیں سیکھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

معلومات عامہ (سوالاً جواباً)

آئینہ پاکستان (اضافی ایڈیشن)	زاہد حسین انجم	50-00
گلدستہ معلومات	زاہد حسین انجم	40-00
حیرت انگیز اور دلچسپ معلومات	زاہد حسین انجم	25-00
تحریک پاکستان	زاہد حسین انجم	15-00
رہنمائے معلومات	زاہد حسین انجم	40-00
دنیائے سائنس	زاہد حسین انجم	30-00
امہات المومنینؓ	زاہد حسین انجم	25-00
اہم تاریخی واقعات	زاہد حسین انجم	25-00
معلومات ممالک اسلامیہ	زاہد حسین انجم	50-00
گنجینہ معلومات	زاہد حسین انجم	60-00
معلومات اسلام	کیف زا	50-00
تحریک پاکستان اور مشاہیر	کیف زا	50-00
اسلامی جنگیں	کیف زا	60-00
معلومات محفل انبیائے کرامؑ	کیف زا	50-00
گلشن معلومات	کیف زا	50-00
شمع معلومات	کیف زا	40-00
رہبر معلومات	کیف زا	50-00
نئی نئی معلومات	قمر تسکین	60-00
سو مسلمان مشاہیر	قمر تسکین	100-00
معلومات سائنس	امتیاز علی	50-00
رنگارنگ معلومات	طارق اسمٰعیل ساگر	20-00
معلومات شاعر مشرق	علامہ اشرف حسینی	20-00

Marfat.com

Marfat.com

بغداد کی رات

مصنف قمر اجنالوی

الف لیلیٰ کی ایک ہزار راتوں سے زیادہ حسین و رنگین رات دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات، آسمان کی پنہائیوں میں بکھرے ہوئے ستاروں سے آراستہ رات۔

جسے صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی مستند تاریخوں اور بے شمار کتابوں کے حوالوں سے آراستہ کر کے آپ کے لئے پیش کرتے ہیں۔

قیمت (حصہ اول – دوم) 600/=

○ ○ ○

ایک تاریخ – ایک ناول

صاحب طرز ادیب جناب اسلم راہی ایم اے کا شاہکار ناول

ابلیسکا

جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک دنیا کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ جس کے بغیر آپ کی لائبریری مکمل نہیں ہو سکتی۔

قیمت حصہ اول	200-00	ISBN 969-38-0501-9
قیمت حصہ دوم	175-00	ISBN 969-38-0189-x
قیمت حصہ سوم	250-00	ISBN 969-38-0196-6
قیمت حصہ چہارم	200-00	ISBN 969-38-0206-3
قیمت حصہ پنجم	250-00	ISBN 969-38-0247-0
قیمت حصہ ششم	300-00	ISBN 969-38-0266-7
قیمت حصہ ہفتم	275-00	ISBN 969-38-319-1

بڑا سائز سفید کاغذ مضبوط جلد (5000) پانچ ہزار سے زائد صفحات اپنے آرڈر سے جلد از جلد مطلع فرمادیں۔

مکتبہ القریش اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com